

قرآن حکماء الامام

تصنیف

مخدوم العلماء حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم چشتی مدظلہ



شبیر برادرز

40 اردو بازار لاہور

قرأت خلف الامام

مصنف

حضرت علامہ الحاج محمد ابراہیم چشتی

ناشر

شبیر برادرز

40 اردو بازار لاہور فون 7246006

بِسْمِ اللَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

نام کتاب		قرأت خلف الامام
موضوع		امام کے پیچھے قرأت کرنا
تصنیف		حضرت علامہ الحاج محمد ابراہیم چشتی
صفحات		240
تعداد		1100
کمپوزنگ		words maker
طابع		اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
طبع اول		اگست ۲۰۰۳ء
ناشر		ملک شبیر حسین
قیمت		۸۰ روپے

ملنے کے پتے

۱- شبیر برادرز 40 اردو بازار لاہور فون 7246006

۲- ادارہ پیغام القرآن 40 اردو بازار لاہور

۳- مکتبہ اشرفیہ مرید کے (ضلع شیخوپورہ)

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۳	ابن عباسؓ اور ابن زیدؓ کا قول	۹	عرض مؤلف
۳۴	امام زہریؒ فرماتے ہیں		باب اول
۳۵	امام طبریؒ کا حتمی فیصلہ	۲۱	چند ضروری امور
۳۶	امام طبریؒ کی تصریح سے اخذ کردہ نکات	۲۴	قاضی عیاضؒ کی تصریح
۳۷	تفسیر کبیر کا علمی مقام	۲۵	قاضی ثناء اللہ پانی پٹیؒ کی تصریح
۳۸	تفسیر کبیر کی صراحت	"	امام احمدؒ کا قول
۳۹	تفسیر بیضاویؒ کا علمی مقام	۲۶	معادیہ بن قرۃؒ کی روایت
۴۰	تفسیر بیضاویؒ کا فیصلہ		"قرئ القرآن" میں الف لام کون
"	تفسیر بحر محیط اور قرطبیؒ کی صراحت	"	سا ہے
۴۱	امام اعظمؒ کی ثقاہت	۲۷	تفسیر بغویؒ کی وضاحت
۴۲	تفسیر خازنؒ کا بیان	۲۸	شافعیؒ المذہب امام بغویؒ کا حتمی فیصلہ
	امام زر قانیؒ اور صاحب تفسیر مدارک	"	تفسیر معالم التنزیلؒ کی علمی حیثیت
۴۳	کا فیصلہ	۲۹	تفسیر طبریؒ کا مقام و مرتبہ
۴۴	سید قطبؒ کی صراحت	۳۰	ذرا سوچیں!
۴۵	تفسیر در منثورؒ اور مسئلہ قرأت		تفسیر طبریؒ سے حدیث بشیر بن جابرؒ
۴۹	تفسیر روح المعانیؒ کا فیصلہ	۳۱	کی روایت
۵۱	تفسیر کشافؒ کی تائید	"	طلحہ بن عبیدؒ کی روایت
۵۲	تفسیرات احمدیہ سے اقتباس	۳۲	حضرت مجاہدؒ کا قول
۵۳	تفسیر حسینیؒ کا حسن بیان	"	حضرت سعید بن جبیرؒ کا قول
		۳۳	امام عدیؒ کا قول

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۷۷	روایت بطریق ”حسن بن صالح“	۵۷	باب دوم
۷۸	روایت بطریق ”ابن زبیر“	۵۸	وہ احادیث مبارکہ جن سے
۸۰	دارقطنی کا اعتراض اور اس کا جواب	۵۹	”امام کے پیچھے قرأت نہ
۸۲	امام ابو حنیفہؒ اور حاسدین	۶۰	کرنا ثابت ہے
۸۳	اکاشف کی وضاحت	۶۱	حدیث جابر بن عبد اللہؓ کی علمی تحقیق
۸۴	ایک شبہ	۶۲	لطیفہ عجیبہ
۸۵	صاحب تنسیق النظام کا مدلل جواب	۶۳	علامہ محمد حسن سنہلی کی تحقیق
۸۶	یحییٰ بن معین نے کہا	۶۴	روایت امام اعظمؒ کے متعدد طریق
۸۷	حضرت ابو حنیفہؒ - ایک عظیم امام	۶۵	امام صاحب کی موسیٰ ابن ابی
۸۸	جرح کا اصول	۶۶	عائشہؓ سے روایت
۸۹	حسن ادب	۶۷	راویان حدیث کی ثقاہت
۹۰	امام اعظمؒ کی ثقاہت میں اقوال	۶۸	روایت دوم
۹۱	ابن داؤد اور امام اعظمؒ رحمہ اللہ تعالیٰ	۶۹	سوم روایت
۹۲	امام شعرانی اور امام اعظمؒ	۷۰	روایت چہارم
۹۳	امام صاحب کے شیوخ و اساتذہ	۷۱	روایت پنجم
۹۴	اساتذہ کی فہرست	۷۲	روایت ششم و ہفتم
۹۵	امام اعظمؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان	۷۳	آٹھویں اور نویں روایت
۹۶	رواۃ کی فہرست	۷۴	سنن کبریٰ اور مصنف ابن ابی شیبہ
۹۷	ایک علمی خیانت	۷۵	سے روایت
۹۸	امام صاحب کی روایات زیادہ ثقہ ہیں	۷۶	ایک روایت بحوالہ روح المعانی
۹۹	رواۃ صحیحین کی فہرست	۷۷	حدیث شریف اصحاب جرح و تعدیل
۱۰۰	سند دراز ہوگی تو گمان خطا بھی	۷۸	کی نظر میں
۱۰۱	زیادہ ہوگا	۷۹	مصنف عبدالرزاق سے روایت
۱۰۲	حدیث جابر بن عبد اللہؓ و دیگر صحابہؓ سے	۸۰	حدیث مرسل قابل حجت ہے
۱۰۳	بھی مروی ہے	۸۱	امام طحاوی کی نقل کردہ روایت

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۳۹	اثر چہارم و پنجم	۱۰۵	روایات از عبد اللہ بن عمرؓ
	مولانا عبدالحی لکھنوی کی قوت فیصلہ	۱۰۸	روایات از ابوسعید خدریؓ
۱۴۰	اور دینی کشمکش	۱۰۹	روایات از انس بن مالکؓ
	مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارتیں اور	"	روایت ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ
۱۴۱	ان میں موازنہ	۱۱۰	دارقطنی کا وہم اور ازالہ
۱۴۲	حضرت ابراہیم نخعیؓ اور ابن عباسؓ کا قول	۱۱۲	"منزعت" کا مفہوم
۱۴۳	دس صحابہ کرامؓ سختی سے منع فرماتے تھے	۱۱۳	امام بیہقی کے اعتراض کا جواب
	حضرت ابن عمرؓ بھی امام کے پیچھے	۱۱۴	ابن البرکاء کا قول
۱۴۵	قرأت نہیں کرتے تھے	"	حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت
۱۴۶	مصنف عبدالرزاق سے روایات	۱۱۵	امام نسائی کے شبہ کا ازالہ
	حضرت علیؓ زید بن ثابتؓ اور	۱۱۹	ابن عجلان ثقہ ہیں
۱۴۷	ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا فرمان	۱۲۲	حنافین کے دو اعتراض اور جوابات
۱۴۸	ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما کا قول	۱۲۶	ثقہ کی زیادتی مقبول ہے
۱۵۰	نماز ظہر اور عصر میں مقتدی کی قرأت		سلمانؓ بھی اور سالم بن نوحؓ اصحاب
۱۵۸	جس نے رکوع پالیا اُسے رکعت مل گئی	۱۲۸	نقد کی نظر میں
۱۶۰	روایت مسلم شریف	۱۲۹	حدیث عمران بن حصینؓ
۱۶۱	روایت بخاری شریف	۱۳۱	حجاج بن ارقطہؓ اصحاب نقد کی نظر میں
	سنن کبریٰ اور موطا امام مالک	۱۳۳	مدلس کی روایت کا حکم
	سے روایات	۱۳۳	صاحب تسمیق النظام کی تحقیق
۱۶۲	خلاصہء کلام		
۱۶۳			
	امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں	۱۳۷	آثار صحابہ و تابعین
"	پر وعید	"	موطا امام محمدؓ
	حضرت علیؓ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم	"	اثر اول و دوم
۱۶۵	کا فرمان	۱۳۸	لفظ "شغل" کا مفہوم
۱۶۷	حضرت عمر فاروقؓ کا قول	"	اثر سوم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۱۰	راویوں میں ایک کا ذب ہے	۱۶۹	اسود بن یزید کا قول اور تبصرہ
"	اصول جرح کا قاعدہ	۱۷۰	اہل حدیث کیلئے لمحہ فکریہ
۲۱۱	مدرس کی روایت بلفظ "عن" کی حیثیت ...	۱۷۱	امام صاحب کو ضعیف کہنا تعصب ہے
	دین سے برگشتہ کرنے والے	۱۷۲	باب کا اختتام ایک صحیح حدیث پر
۲۱۲	دجال کے ساتھی ہیں		رجال حدیث کا تعارف اور روایت
۲۱۳	لطیفہ عجیبہ	۱۷۳	کے دیگر طرق
"	عبادہ بن صامتؓ سے صحیح روایت	۱۷۵	اہل نقد کی نظر میں
۲۱۵	ترک قرأت پر تیسری دلیل	۱۸۰	باب سوم کا اختتام
"	روایت اول و دوم	۱۸۱	علامہ عبد الجلیلؒ کی محققانہ بحث
۲۱۶	روایت سوم، چہارم		فصل اول
۲۱۷	روایت پنجم، ششم و ہفتم	"	سورۃ فاتحہ واجب ہے فرض نہیں
۲۱۹	سورۃ فاتحہ فرض قرار دینے والوں کا رد	۱۸۴	جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی
۲۲۳	نفیس بات		"الصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب" میں "لا"
۲۲۵	دلیل چہارم بر ترک قرأۃ آزار صحابہؓ	۱۸۷	کی خبر کیا ہے؟
"	عبداللہ بن مقسمؓ کی روایت	۱۸۸	لطیفہ
۲۲۶	حضرت زیدؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا قول		فصل دوم
۲۲۹	خلف امام قرأۃ کی ممانعت پر اجماع		سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا
	فصل سوم	۱۹۰	جائز ہے یا نہیں؟
۲۳۰	خلف امام قرأت کرنے والوں پر وعید	۱۹۴	ترک قرأت خلف امام پر دلیل اول
"	وعید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے	۱۹۶	تعدد الفاظ تعدد معانی پر دال ہے
	حضرت علقمہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہم	۲۰۱	دلیل دوم بر ترک قرأت
۲۳۱	سے وعید	۲۰۳	اعتراض اور اس کا جواب
۲۳۲	خلف امام قرأت کرنے والا بدعتی ہے	۲۰۴	دو عجیب نکلتے
	اہل حدیث ایک اور سنت زندہ	۲۰۶	حدیث عبادہ بن صامتؓ کی تحقیق
۲۳۴	کریں، شہیدوں کا ثواب پائیں		ابن صامتؓ سے منسوب حدیث کے

نشان منزل

دنیاۓ سنیت میں جن اکابر علمائے کرام کی علمی و تدریسی اور قلمی خدمات کے باعث حسن ہے طاقت ہے بہار ہے ایسی نامور تاریخی شخصیات میں حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم چشتی کا نام نامی اسم گرامی بھی تابندہ رہے گا۔ جن کے بے لوث علمی کارناموں سے گجرات، لالہ موسیٰ اور اکناف و اطراف کی آبادی ایک عرصہ سے مستفیض ہو رہی ہے۔ مولانا الموصوف اپنی وضع، قطع، عاجزی و انکساری اور اپنے تصوفانہ مزاج کے باعث شہرت و ناموری سے بچنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ جل و علیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے قبولیت کا شریف نصیب ہو وہ چھپائے نہ چھپے۔

یہی کیفیت حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم چشتی مدظلہ کی ہے۔ وہ اپنے آپ کو جتنا پنہاں رکھنا چاہتے ہیں رفتہ رفتہ اتنا ہی نام پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نصیرہ ایسے چھوٹے سے قصبہ کی فضا میں ہی محدود نہیں ہیں بلکہ دارالعلوم کنز الایمان کے بانی و مبہم اور ناظم ہونے کے ساتھ ساتھ اہل علم و قلم کی جماعت میں بھی بلند منزلت پر فائز ہو چکے ہیں۔

آپ کے تازہ قلمی شاہکار میں "قرأت خلف الامام" بھی ہے۔ جس میں آپ نے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تائید و توثیق میں قرآن و سنت اور اجماع امت سے ایسے دلائل پیش کئے ہیں کہ مخالفین کو بھی اعتراف حق کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔

حوالہ جات اور براہین علیہ سے یہ کتاب مستطاب بڑی عمدگی سے سجائی گئی ہے۔ طعن و تشنیع کے بجائے اعتدال کو بروئے عمل لائے ہیں۔

قبل ازیں "خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑی جامع روح پرور اور ایمان افروز کتاب تصنیف فرما کر ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں کتاب کو مزین کیا گیا ہے جو حقائق و معلومات کا ایک نادر نمونہ ہے۔

اب پیش نظر کتاب "قرأت خلف الامام" قوم و ملت کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو بیک وقت علمائے کرام، ائمہ عظام، مشائخ ملت اور مقلدین حق پرست کے لئے بے بہا قیمتی خزانہ ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت استاذ العلماء اعدا الصفیاء مولانا الموصوف مدظلہ کا سایہ تادیر سلامت رکھے اور اپنے راہوار قلم سے دینی و ملی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔

ساتھ ہی ساتھ وطن کے مایہ ناز ناشر محرم جناب ملک شبیر حسین صاحب کے لئے دعا گو ہوں۔ جن کی اشد امتی خدمات سے عوام و خواص مستفیض ہو رہے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

شکر ہے رب ذوالجلال کا جس نے اپنے بندوں کو خدمت دین کی سعادت سے شرف فرمایا۔
حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ابراہیم چشتی مدظلہ العالی بانی و مہتمم دارالعلوم کنز الایمان
نے نہایت مختصر وقت کے اندر حلقہ علماء میں اپنی مدلل اور تحقیقی تحریر کے ساتھ نام پیدا کیا ہے۔
قبل ازیں علامہ موصوف کی درج ذیل کتب سند قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

۱- اہلسنت و جماعت حقیقت کے آئینے میں ۲- نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں۔

۳- قربانی کے مسائل و فضائل ۴- خلافت صدیق اکبر ﷺ

۵- مختلف رسائل و تبلیغی اشتہارات

”قرأت خلف امام“ کے موضوع پر یہ یگانہ کوشش اور لا جواب تحقیق پیش خدمت ہے۔
اور اس کتاب کو مارکیٹ میں لانے کی سعادت محترم جناب ملک شبیر حسین صاحب کو حاصل ہو
رہی ہے۔ جن کا ادارہ ”شبیر برادرز“ کافی عرصہ سے دینی خدمات کے حوالے سے منفرد مقام
کا حامل ہے۔ شب و روز کی مساعی نے آج ”شبیر برادرز“ کو عزت و عظمت سے نوازا ہے جو
صرف اور صرف خدائے عز و جل کے فضل عیم اور پر خلوص محنت کا نتیجہ ہے۔

قدم قدم پہ رہنمائی اور اپنے طویل تجربات بالخصوص اپنی شفقتوں اور محبتوں کے سائے
میں تربیت کا سامان اہل سنت و جماعت کی عظیم شخصیت، محسن اہل سنت، سرمایہ قوم و ملت
حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے عطا فرمایا، ہم
تبہ دل سے اُن کے شکر گزار ہیں۔

علمائے کرام سے آراء کی التماس اور علم و عمل میں ترقی کی دعا کے ساتھ..... خدا تعالیٰ ہم
سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

مخلص: محمد سجاد رضوی (ایم اے)

شعبہ نشر و اشاعت

دارالعلوم کنز الایمان نصیرہ (کھاریاں)

بسم الله الرحمن الرحيم

عرض مؤلف

کتاب ہذا جو اس وقت آپ کے ہاتھوں ہے اس کا باعث تحریر وہ غوغا آرائی ہے جو نام نہاد ”اہل حدیث“ طبقہ کی طرف سے مسلسل جاری ہے ان کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی اہل سنت و جماعت کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے وہ صرف ایک مجتہد کی تقلید کر رہے ہیں جبکہ امام کی اقتداء میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق ہمارے پاس صحیح دلائل موجود ہیں اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب تالیف کی تاکہ ان کے ”صحیح دلائل“ کی قلعی کھل جائے اور عوام الناس کو ان کے دام مکرو فریب سے محفوظ کیا جاسکے۔ لہذا رب ذوالجلال کے فضل و کرم اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس تحریر کا آغاز کیا تاکہ حق و باطل اور صدق و کذب ظاہر ہو جائے اور بمصدق آیت ربانی۔

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔

دلائل کی حقانیت سے غبار باطل کا فور کر دیا جائے۔ بفضلہ تعالیٰ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا طریقہ برحق ہے اور قیامت تک رہے گا۔ انشاء اللہ۔

۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

معلوم ہونا چاہئے کہ قرأت خلف امام میں اختلاف ہے

(i) ہمارے (احناف) نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(ii) شافعیوں کے نزدیک فرض ہے۔

ہمارے نزدیک فرض رکعات میں سے پہلی دو رکعت کے اندر فاتحہ پڑھنا واجب جبکہ باقی دو میں اختیار ہے چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے۔ جبکہ شافعیوں کے

نزدیک ہر رکعت میں فرض ہے ایک رکعت میں بھی چھوڑ دی تو نماز نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فقط منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) پر واجب ہے جبکہ امام کے پیچھے نماز ادا کرے تو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ قرآن پاک کا سننا واجب ہے۔ لہذا فقط سنے۔ شافعیوں کے نزدیک خواہ نماز پڑھنے والا منفرد ہو یا امام کے پیچھے، ہر حال میں سورۃ فاتحہ ضرور پڑھے کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر جلد اول میں صفحہ 216 پر لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں چھ مذہب ہیں۔

اول: اصح اور ابن علیہ کا قول یہ ہے کہ قرأت اصلاً غیر واجب ہے علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوبکر اضم و سفیان بن عیینہ کے نزدیک سنت ہے۔

دوم: حسن بصری اور حسن بن صالح بن جنی کا قول ہے کہ قرأت فقط ایک رکعت میں واجب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا صلوة الا بفتح الكتاب

نفی سے استثناء صرف اثبات ہے اور جب کسی نے نماز میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھ لی تو بحکم استثناء اس کی نماز صحیح ہوگی۔

سوم: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے اور دوسری دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرأت کرے یا تسبیح پڑھے یا چپ رہے۔

چہارم: ابن صباغ نے ”کتاب الثامل“ میں نقل فرمایا کہ حضرت سفیان کے نزدیک پہلے دو رکعت میں قرأت واجب ہے اور دوسری دو میں مکروہ۔

پنجم: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر رکعات میں قرأت واجب ہے جملہ رکعات میں نہیں۔ اگر چار رکعت والی نماز ہے تو تین میں اگر مغرب کی ہے تو صرف دو میں اور اگر دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر تو دونوں میں قرأت واجب

ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مشہور قول میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہیں اور ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موافق۔

(کما قال عبدالحق المحمّد ث الدہلوی)

ششم: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔ اگر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال منقولہ پر نظر عمیق کی جائے تو اظہر من الشمس وایمن من الامس، اقویٰ واطوٰی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظر آئے گا۔ اور یہ مذہب قرآن و سنت کے عین مطابق ہے اور اسی لئے جمہور کا اس پر عمل آ رہا ہے اور تاقیامت رہے گا۔ منکرین تقلید، اہل حدیث حضرات کا یہ کہنا ہے کہ حنفیوں کے پاس دلائل نہیں، فقط مجتہد کی اقتداء کرتے ہیں۔ سر دست اس بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ دلائل تو کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے۔ باقی رہا مجتہد کی تقلید تو عرض خدمت ہے۔

کہ اہل حدیث بھی مقلد ہیں کیونکہ مسئلہ قرأت خلف الامام میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کر رہے ہیں جہاں تک عامل بالحدیث ہونے کا تعلق ہے اگر اہل حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل پیرا ہیں۔

لاصلوة الا بفتح الکتاب

جسے شیخین نے روایت کیا۔ اگر حدیث پر عمل کا دعویٰ ہے تو وہ اس درج ذیل حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے جسے اکثر محدثین نے بطرق متعددہ روایت کیا من کان له امام فقرأ الامام له قراءة

علمائے اسلام کے نزدیک یہ حدیث مبارک جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بلحاظ طرق متعددہ، متواتر کے قریب ہے۔ انشاء اللہ اس کے مختلف طرق پر تفصیلی بحث اس کتاب میں آئے گی۔ آپ پڑھ کر اندازہ فرمائیں گے کہ

حدیث جابر رضی اللہ عنہ صحیح مرفوع ہے اور جو احادیث اہل حدیث پیش کرتے ہیں وہ مؤول و محتمل ہیں یعنی قابل تاویل اور کسی دوسرے احتمال کی محتاج۔

اولاً ان احادیث سے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ حکم منفرد اور مقتدی دونوں کے لئے ہے یا فقط منفرد کے لئے، یا فقط مقتدی کے لئے۔ اگر یہ حکم منفرد کے لئے ہے تو ہمارا بھی یہی مذہب ہے اور اگر یہ حکم مقتدی کے لئے ہے تو پھر حدیث اپنے مقام پر صحیح ہے کیونکہ امام حقیقہ قاری ہے اور مقتدی حکماً۔ اور حدیث

لاصلوة الا بفاتحة الكتاب

بھی ہمارے مذہب کی مؤید ہے۔ نام اہل حدیث ہے لیکن حدیث پر عمل نہیں؛
ثانیاً:- اس حدیث مبارک میں صرف (لا) نفی صفت کمال کے لئے ہے نہ کہ ذات کے لئے۔ اگر نفی ذات کے لئے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے۔

خداج، غیر تمام

بلکہ یوں ارشاد فرماتے۔

باطل، فاسد، وغیرہما

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ”خداج، غیر تمام“ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف ”لا“ نفی صفت کمال پر دلالت کر رہا ہے یعنی نماز کامل ادا نہیں ہوئی اس میں نقصان ہو گیا ہے اور اس نقصان کا عوض سجدہ سہو ہے (کما عند الجمہور)

اور یہ واجب کی دلیل ہے اور مذہب امام اعظم علیہ الرحمۃ بھی یہی ہے۔

ثالثاً:- ”لا“ کا اسم تو مذکور ہے لیکن اس کی خبر مقدر (پوشیدہ)۔ کیا خبر کاملہ ہے یا جائزہ؟ اس خبر کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہم تک نہیں پہنچا۔ لہذا بالضرور حدیث عبادہ بن صامت مؤول ہوئی۔ اور بالذات یہ احادیث کسی امر پر دلالت کرنے والی نہیں۔ بلکہ ان دلائل کے تابع ہوں گی جو اس باب میں اقویٰ ہوں گی۔ پس ناچار وہ احادیث، احادیث صحیحہ کہ اس باب میں صحیح ترین ہیں اس آیت مقدسہ

اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا

کے تابع ہیں، معنی حدیث یہ ہوئے کہ اگر خبر مقدر کو لفظ ”جائزہ“ مفروض کر لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے۔

”نماز جائز نہیں مگر سورہ فاتحہ کے ساتھ“

اور اگر خبر مقدر کو لفظ کاملہ مفروض کر لیا جائے تو اس حدیث مبارک کے معنی ہوں گے۔

”نماز کامل نہیں مگر سورہ فاتحہ کے ساتھ“

تو احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آیہ مقدسہ کی دلالت نے ثابت کر دیا کہ حدیث عبادۃ رضی اللہ عنہ میں خبر مقدر لفظ ”کاملہ“ ہی ہے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ”باطل، فاسد، غیر جائز“

پس ثابت ہوا کہ حدیث ”لا صلوة الا بفاتحة الكتاب“

سے نفی صفت کمال ہے نہ کہ صفت ذات، اس صورت میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ثابت ہوا نہ کہ فرض۔

اور جب مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ قرآن و سنت کے مطابق ہے تو ہمیں ان کی تقلید کرنی چاہئے گویا ان کے مذہب پر عمل کرنا درحقیقت قرآن و سنت پر عمل کرنا ہے۔

میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ خود اہل حدیث بھی مقلد ہیں بلکہ اکثر مسائل شریعہ میں وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کر رہے ہیں۔ کیونکہ جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا واجب ہے تو اگر یہ حضرات عامل بالحدیث کے مدعی ہیں تو ان احادیث پر عمل کریں۔ اگر نہیں کرتے تو ثابت ہو گیا کہ اہل حدیث درپردہ کسی امام کے مقلد ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ لیکن یہ حضرات مجبور ہیں کیونکہ ان کے خود ساختہ فتاویٰ ان کو تقلید شخصی ماننے میں حائل ہیں تقلید کے بارے میں ان حضرات کے فتاویٰ جات یہ ہیں

تقلید شخصی کفر ہے۔ شرک و بدعت ہے، شرک فی الرسالت ہے اور حرام ہے وغیرہا۔

اب اہل حدیث مانیں یا نہ مانیں ان کی مرضی، مگر وہ بھی تقلید شخصی کر کے مقلد ٹھہرے اور اپنے فتاویٰ جات کا مستوجب بن چکے ہیں، آئیے بتاتا ہوں کہ یہ تقلید شخصی کیسے کرتے ہیں۔

عالم ربانی، عارف حقانی، امام المتقین، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت، حکیم الامت، خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ سرہندی، مجددی اپنی کتاب ”الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ“ کے اصل چہارم میں صفحہ 115 پر لکھتے ہیں۔

”سوال ہے کہ تم اعمال و عقائد میں اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں کی پیروی کرتے ہو یا نہیں، جیسے قاضی شوکانی، مولوی اسماعیل دہلوی، صدیق حسن خان بھوپالی، اگر کہیں ”نہیں“ تو غلط ہے کیونکہ یہ بات کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں کہ یہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور جب پیروی کرتے ہیں تو وہ بھی ہماری طرح مقلدین ہی ثابت ہوئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہیں اور وہ (اہل حدیث) قاضی شوکانی کے مقلدین۔

پس مقلدین کی نسبت کفر و شرک اور بدعت وغیرہ جو کچھ کہتے ہو وہ تم پر بھی صادق آتی ہے اور اگر ان کی پیروی نہیں کرتے ہو تو امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ پر جرح کیوں کرتے ہوں۔

اب قاضی شوکانی وغیرہ کی پیروی کا حال دیکھئے۔ حدیث المہدی کے مصنف وحید الزمان اس کتاب کے صفحہ 23، جز اول میں لکھتے ہیں۔

(قال السيد في بعض توليفه ”قبله دين ممدى كعبه ايمان ممدى ابن قيم ممدى قاضى شوکانى ممدى“۔

اب بتائیں کیا یہ اپنے پیشواؤں کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں۔ پھر تعجب کی بات ہے غیر خدا سے مدد مانگ کر بھی ان کا خانہ توحید آباد ہے اگر یہی استغاثہ بارگاہ نبوت یا اولیائے

عظام میں ہو تو ”توحید“ پر نہ صرف حرف آتا ہے بلکہ شرک لازم ٹھہرتا ہے (یا للعجب)
 کاش محبت و تقلید شخصی میں اتنا مبالغہ کرنے کے بعد ہم یہ یہ طعن نہ کیا ہوتا، کہ یہ
 حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ انصاف کا دامن تھامئے اور ”ان بطش
 ربک لشدید“ کی ضرب سے ڈریئے۔ کیا یہ تقلید شخصی ہے کہ نہیں۔ اگر تقلید شخصی
 نہیں تو پھر قبلہ دین اور کعبہ دین، ابن قیم مدنی قاضی شوکانی مدنی کے نعرے کیوں
 لگاتے ہو۔ کیا ایسا کرنے سے کفر و شر لازم نہیں آتا۔ اگر یہ کفر و شرک ہے تو بقول
 تمہارے تم سب سے زیادہ مبتلائے شرک ہو۔ اگر کفر و شرک نہیں تو مقلدین کو مجرم
 و بدعتی کیوں گردانتے ہو۔ دو میں سے ایک تو ضرور درست ہے اب جواب تمہارے
 سر۔

اگر کہیں کہ ہم احادیث نبویہ کی پیروی کرتے ہیں تو اس جگہ پھر یہ سوال پیدا ہوتا
 ہے کہ تمہیں صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی؟ اور کیا تم نے اپنے کانوں
 سے احادیث سنیں۔ اگر صحبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی تو دلیل پیش
 کرو۔ اگر نہیں تو تم نے اپنے کانوں سے احادیث سنیں بھی نہیں پھر تمہارے پاس
 کیسے پہنچ گئیں؟

اگر کہیں کہ احادیث ہم تک مصنفین کتب احادیث سے پہنچیں جیسے صحاح ستہ
 وغیرہم۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصحاب کتب نے جن راویوں سے یہ احادیث
 نقل کی ہیں وہ معتمدین و موثقین تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو ان کے اقوال و روایات
 پر عمل کرنا خطا ہے اور اگر وہ معتمدین و موثقین تھے تو اس کی تمہارے پاس کیا دلیل
 ہے۔ اگر کہیں کہ بزرگان دین مثل امام بخاری، امام مسلم و ابو عیسیٰ ترمذی، یحییٰ بن
 معین، حاکم، ابن جوزی و امام سیوطی علیہم الرحمۃ نے ان کو معتمدین و موثقین لکھا ہے تو
 میں کہتا ہوں۔

الحمد للہ چشم مارو شن، دل ماشاد کہ یہ عین تقلید شخصی ہے اور تقلید کا معنی ہے کسی شخص
 کے قول کو باطل و دلیل قول کرنا۔ (انتھی)

علامہ حسن محمد سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ کی یہ نفیس توضیح و تشریح تقلید کا معنی سمجھنے کے لئے کافی ہے معلوم ہوا کہ اہل حدیث خود مقلدین میں سے ہیں اگر نہیں تو انہوں نے بلا طلب دلیل یہ یقین کیوں کر لیا کہ وہ احادیث رسول پارک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔

اس سے قوی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ بزعم خویش تقلید سے بیزار ہونے والے بذات خود مقلدین ہیں۔ اور تقلید کی زد میں ہیں ہمیں طعنہ تقلید دینا بے جا اور فضول ہے اندھیری نگری سے نکل کر تقلید کے روشن باب میں داخل ہو جاؤ، فلاح پا جاؤ گے۔ حدیث کے جامہ میں تقلید شخصی کا واویلا مچا کر درحقیقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے خلاف اپنے حسد و تعصب کا اظہار اور اپنے مافی الضمیر کے غیض و غضب کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ دیگر آئمہ مذاہب پر زبان طعن و تشنیع دراز کیوں نہیں کرتے۔ فقط امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہی بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

ابو القاسم بناری نو مسلم نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”الجرح علی ابی حنیفہ“ رکھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن و حدیث نہیں پڑھے ہوئے تھے وہ علم تاریخ و تعبیر میں مطلقاً نابلد تھے اور شیخ چلی جیسے خیالات رکھتے تھے ان سے تو ایک حجام بہتر ہے اور ان کی فقہ، فقہ بے علمی ہے جبکہ علم حدیث میں بالکل نادان تھے ایک بھی حدیث ان تک نہیں پہنچی اور ان کے تمام استاذ اور شاگرد ضعیف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجعہ زندیق تھے اور مرجعہ اسلام سے خارج ہیں لہذا جملہ نئی بھی اسلام سے خارج ہیں انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی لہذا وہ مشرک ہیں اور ان کا طریقہ قرآن کے صریح خلاف تھا، نہ وہ خود مجتہد تھے اور نہ شرائط اجتہاد کے حامل تھے وہ قرن الشیطان اور باغی تھے اور مسلمانوں میں ان جیسا ذلیل و منحوس اور کوئی نہیں ہے۔

الجرح علی ابی حنیفہ طبع سعید المطالع بنارس 1330

(العیاذ باللہ من ذالک)

دیکھا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے خلاف اس شخص نے کتنی گندی اور بازاری زبان استعمال کی اور اپنے بزرگوں کو قبلہ جاں مددی اور قبلہ ایمان مددی سے یاد کیا، معلوم ہوا تقلید صرف ایک بہانہ ہے یہ الٰہ حدیث در حقیقت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طبعی خلاف ہیں ورنہ وہ خود مقلدین ہیں جیسا کہ میں نے امام سرہندی مجددی کے قول سے ثابت کیا۔ معلوم نہیں یہ ملحدو بے دین اتنی بازاری زبان استعمال کر کے کتنے بزرگانِ دین کی توہین کا مرتکب ہوا ہے کیا یہ حدیث کا سبق ہے۔ کیا حدیث یہی ہدایت دیتی ہے کیا حدیث میں یہی آیا ہے کہ مسلمانوں کو کافر و مشرک کہو۔ جو اعتقادات اپنوں کے لئے باعثِ توقیر و تعظیم سمجھتے ہو وہ حضراتِ انبیاء و اولیاء کے حق میں شرک و کفر اور بدعت ہیں کیا عاملِ بالحدیث ہونے کا یہی مقصد ہے کہ بزرگانِ دین کی توہین کرو۔ اگر ان کا کام حدیث پر عمل ہے تو سنی مسلمانو! ان سے لاکھ بار توبہ کرو اللہ تعالیٰ ان جیسے اہل حدیث ہونے سے بچائے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

اذا لم ينالوا شأنه ووقار فالقوم اعداء له وخصوم

مطلب یہ کہ جب لوگ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان اور وقار تک نہ پہنچ سکے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خصومت اور دشمنی کی بنیاد رکھ لی۔

لیکن

فی المثل السائر البحر لا یکدره وقوع الذباب ولا ینجسه ولوغ

الکلاب

امام حماد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مثل یہی ہے کہ آپ ایک جاری سمندر ہیں جو مکھیوں کے واقع ہونے سے مکدر نہیں ہوتا اور کتوں کے چاٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

اب یہ تمام مکھیاں اور کتے اس جاری سمندر کو مکدر و نجس کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سمندر، سمندر ہی ہوتا ہے اب یہ کنویں کے مینڈک کیا جانیں وہ کیا

ہے دیکھئے شمال و جنوب، مشرق و غرب اس سمندر سے فیضاب ہے اور آپ کے ماننے والے اتنی کثرت میں ہیں کہ یہ بے چارے ان کے عشر عشر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اب ان کے پاس اس کے سوا اور چارہ بھی کیا ہے کہ ان کی تعصب و حسد میں گندی اور بازاری زبان استعمال کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

عالم اسلام میں اکثر علماء کرام، فقہاء عظام اور اولیائے کرام فقہ حنفی پر کاربند ہیں بس یہی آپ کے مجتہد فی الدین ہونے کے لئے کافی دوانی ہے۔

درحقیقت اس موضوع پر کتاب لکھنے کا میرا مقصد یہی ہے کہ بزعم خویش عالم بالحدیث یعنی اہل حدیث درحقیقت ”منکرین حدیث“ کو یہ بات باور کرائی جائے کہ دراصل عامل بالحدیث امام الائمہ، سراج الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں نہ کہ تم لوگ۔ کیونکہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صحیح احادیث پر عمل کیا ہے۔ اور جن احادیث کو اہل حدیث نے بطور عمل اختیار کیا گو یہ شخصین یعنی امام بخاری و مسلم سے مروی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو احادیث بخاری و مسلم میں ہیں ان کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس کتاب کے باب نمبر 2 میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ کتنی احادیث مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی موید ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا نہ پڑھنا اختیار فرمایا۔

اور ان احادیث کی بھی حقیقت ظاہر ہوگی جن کا اہل حدیث نہایت شد و مد سے چرچا کرتے ہیں کہ یہ احادیث صحیح ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف قیاس سے ان احادیث کی مخالفت کی۔ پھر ضعیف احادیث پر عمل کرتے ہوئے عدم قرأت خلف الامام کو واجب کہہ دیا۔ اہل حدیث پر واضح ہو جائے گا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دو کے مقابلے میں کتنی احادیث صحیحہ پر عمل کیا ہے۔

لہذا میں نے اس کتاب کو چار ابواب پر مشتمل کیا ہے۔ باب اول میں اللہ عزوجل کے فرمان ”اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون“

کے ماتحت علماء مفسرین سے اقوال اور وہ احادیث جو علماء مفسرین نے تخریج فرمائیں، ان کو نقل کیا جائے گا۔

باب دوم میں احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء نقل کی گئی ہیں بالخصوص وہ حدیث جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے (من کان لہ امام فقرأہ الامام لہ قراءۃ)، جن محدثین نے اس کی تخریج فرمائی ان کے اسمائے گرامی اور کتب بمعہ حوالہ نقل کئے گئے ہیں نیز یہ حدیث مبارک بطرق متعددہ مروی ہے میں نے کوشش کی ہے کہ وہ تمام طرق احاطہ تحریر میں لاؤں۔ اس میں، میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ یہ فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔ بہر حال بندہ خطا و نسیان سے مرکب ہے غلطی کا امکان ہر وقت موجود ہے پھر بھی میں نے اپنی استعداد کے مطابق پوری جدوجہد کی ہے کہ اس حدیث مبارک کے جملہ طرق روایت کروں۔

باب سوم میں اخبار مرفوعہ اور آثار موقوفہ کا بیان جو صحابہ کرام اور تابعین سے مروی ہیں، کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور باب چہارم میں علامہ نامی، فاضل اجل مولانا محمد عبد الجلیل رحمۃ اللہ کی کتاب مسکى بہ "سیف المقلدین علی اعناق المنکرین" حصہ دوم کا فقط ترجمہ کیا گیا ہے قراءۃ خلف امام کے متعلق نہایت وقیع و دقیق علمی مضمون ہے اس کی افادیت کے پیش نظر اسے بھی شامل کتاب کر دیا ہے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہو سکیں۔ اصل مضمون فارسی میں ہے۔

علاوہ ازیں اس کتاب میں علامہ محبوب احمد المعروف خیر شاہ خفی نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مسکى بہ "ضرب شدید بر جگر منکر تقلید" کی تحقیق انیق بھی آپ کو ملے گی۔ آخر میں بصد عجز و نیاز ملتمس ہوں کہ کتاب پڑھ کر میرے استاذ مکرم حضرت علامہ مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ (حاصلانوالہ، تحصیل پچالیہ) اور میرے والدین کریمین بالخصوص میرے والد، عالم اجل، درویش خدا مست حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا فرمائیں۔

خدا تعالیٰ بوسیله شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین سید العرب والرحم، نبی محترم و محتشم ہادی اکمل واعظم، سیدنا و مولانا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کاملین کے طفیل اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔ لغزشوں اور کوتاہیوں کو اپنے فضل عظیم سے معاف فرمائیں۔ آمین بجاہ طہ و تسبیح۔

محمد ابراہیم چشتی

عفی عنہ

۱۲ جون ۲۰۰۲ء

باب اول

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ
اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ عزوجل فی کتابہ العزیز ” اذاقری القرآن
فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون“

صدق اللہ العظیم

قارئین کرام: اس باب میں خطبہ میں مذکور آیہ مقدسہ کے ماتحت علماء مفسرین
کرام نے، قرأت خلف الامام، کے متعلق جو اقوال ارقام فرمائے ہیں قبل ازیں کہ
ان کو احاطہ تحریر میں لایا جائے، ضروری سمجھتا ہوں کہ بطور تمہید حضرت علامہ محبوب احمد
المعروف خیر شاہ نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”ضرب شدید، بر جگر منکر
تقلید“ کے چند اقتباسات برائے افادہ ہدیہ ناظرین کروں۔

علامہ موصوف اپنی کتاب کے صفحہ 74، مطبوعہ امرتسر پریس، میں فرماتے ہیں۔
”ناظرین اہل دین پر واضح رہے کہ اس مسئلہ یعنی قرأت خلف الامام سے بچنے
میں آسانی کے لئے چند امور بطور تمہید تحریر کرتا ہوں، وہ امور یہ ہیں۔

چند ضروری امور

(1) سورۃ فاتحہ قرآن کا حصہ ہے یا غیر قرآن ہے۔ شق اول (یعنی سورۃ فاتحہ قرآن

(ہے) عند اکل مسلم ہے اور شق ثانی عند اکل باطل۔

(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآن پاک پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے یا نہیں، شق اول تمام کے نزدیک مسلم ہے جبکہ شق ثانی یعنی قرآن پاک پڑھنے کی ممانعت نہ ہونا، محض غلط۔

(3) جب قرآن پڑھنے کی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) امام کے پیچھے ممانعت ثابت ہے تو پھر سورۃ فاتحہ کیونکر قرآن سے خارج ہو سکتی ہے۔

(4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو قاری کا خطاب دیا۔ چنانچہ فرمایا ”اذا من القاری فامنوا“ (الحديث، رواه البخاری والنسائی) اگر مقتدی بھی قرأت کرتا تو صرف امام کو قاری فرمانا تحصیل حاصل امر تصور ہوتا۔

(5) اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو موافقت (بقراءة السککات) محال ہے۔ کما قال الواحدی

امام نصف سورۃ فاتحہ پڑھ چکا تو مسبوق نے اقتداء کی۔ اب جو امام پڑھے گا۔ مقتدی اس کے خلاف پڑھے گا۔ تو سککات میں موافقت نہ ہوئی۔ امام نے سورۃ فاتحہ ختم کی تو مقتدی کہتا ہے ”اهدنا الصراط المستقیم“ اب مقتدی دو حال میں مبتلا ہے ایک تو امام کے ”ولا الضالین“ کے بعد آمین کہنے پر مامور اور دوسرا وہ سورۃ فاتحہ کے نصف میں ہے اگر آمین ترک کرے تو حدیث صحیح کا خلاف کرے گا۔ اگر آمین کہے تو نظم کلام قرآن میں کلام غیر داخل ہو کر عبارت یوں بن جائے گی۔ اهدنا الصراط المستقیم آمین)

ان هذا الا تحریف اليهود والنصری یعنی یہ قرآن کریم میں تحریف ہو گی۔

(6) اگر مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے گا اور بعد از سورۃ فاتحہ مقتدی خود اپنی آمین بھی کہے تو ایک رکعت میں دوبار آمین کہنے والا بن گیا اور روایت ان کے اصحاب کے خلاف ہے۔

(7) ہر ایک شخص پر نماز میں قرآن پاک میں سے (ساتیس سو) پڑھنا فرض ہے یعنی جس قدر آسانی سے پڑھ سکے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا قرآن سے نہیں۔

(8) قرأت خلف الامام۔ آیہ مقدسہ کے نزول سے پہلے تھی یا بعد میں، اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیہ کریمہ کے نزول سے قبل قرأت خلف الامام تھی اور جب یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی تو قرأت خلف الامام ممنوع قرار پائی۔ (آیت سے مراد ہے اذا قرئ القرآن.... لعلکم ترحمون)

(9) آیہ کریمہ تو محترم ہے اور آثار مرویہ واحادیث ضعیفہ میح، پس محرم، ناخ میح ہے بالاجماع، یعنی اس آیہ کریمہ نے قرأت خلف الامام کو منسوخ کر دیا۔ اب اگر ہزار ہا آثار صحیح بھی ہوں تو اس آیہ کریمہ سے منسوخ و معطل قرار پائیں گے۔ (زر قانی علی الموطا، جلد اول، ص 161)

اور اس آیہ کریمہ کے مدلول الفاظ سے صاف ظاہر و عیاں ہے کہ صرف ”اذا“ دلیل صریح ہے اس پر کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے (ولو کان سرا او جہرا فی الصلوٰۃ وغیرھا) یعنی خواہ قرآن حکیم نماز میں یا نماز کے علاوہ پڑھا جائے، چاہے آہستہ ہو یا بلند آواز سے، اسماع و انصات اگر نماز میں ہے تو واجب اور اگر قرأت قرآن خارج از صلاۃ ہے تو مستحب (کمافی الحسینی)

اور ”قرئ القرآن“ میں سورہ الحمد تمہارے قول کے مطابق قرآن میں داخل و شامل ہے۔ کیونکہ یہ بھی قرآن ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن و فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا ممنوع ہے۔

استماع کے معنی ہیں غور و خوض، تدبر و تفکر سے سننا اور انصات کا معنی ہے کلام نہ کرنا، خاموش رہنا۔ لیکن صد افسوس ملحدین پر جن کو فرض کی تعریف کا بھی علم نہیں۔ بلا تعریف فرضیت دلائل ضعیف و مرجوع و منسوخ پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور گمراہ کر رہے ہیں۔ کہ سورہ فاتحہ پڑھنا نماز میں فرض ہے۔ کیا ایسی احادیث سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں: اگر سورہ فاتحہ فرض ہوتی تو اللہ

عز وجل کیوں اس طرح ارشاد فرماتا۔ (فاقرؤا ماتیسر من القرآن) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے (اقرأ ماتیسر معک من القرآن) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیوں (کم یقرأ القرآن، قول اللہ فاقروا ماتیسرا منه بسند ابن بشرمة) لاتے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی تصریح

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

”نظرت کم یکفی الرجل من القرآن فلم اجد سورة اقل من

ثلاث آیات فقلت لا ینبغی لاحد ان یقرأ اقل من ثلاث

آیات۔“

”میں نے غور کیا کہ قرآن حکیم کی کتنی مقدار آدمی کو کفایت کرتی ہے (یعنی نماز میں کتنی مقدار فرض ہے) پس میں نے کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں پائی۔ پس میرا کہنا یہی ہے کہ کوئی بھی شخص (نماز میں) تین آیات سے کم قرأت نہ کرے۔“

اس سے صاف واضح ہے کہ سورہ فاتحہ کی کوئی تخصیص نہیں قرآن حکیم میں کسی جگہ سے بقدر تین آیات پڑھنا کافی ہے۔ اگر فاتحہ کی ضرورت ہوتی تو اس کا بھی ذکر ہوتا جو کہ سات آیات پر مشتمل ہے۔

علامہ موصوف کی اس تمہید سے ظاہر ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے اگر منفرد ہے تو پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے تو نماز کامل ادا نہ ہوگی۔ اور اس کے نقصان میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔ تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے۔ اور اگر امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا بمطابق آیہ مقدسہ ممنوع ہے اور سراسر قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

اب سنئے آئمہ مفسرین عظام کے وہ زریں اقوال جو انہوں نے آیہ کریمہ کے ماتحت اپنی تفاسیر میں رقم فرمائے۔ متقدمین و متاخرین دونوں طبقے شامل ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی تصریح

(10) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

قال قوم نزلت الایۃ فی ترک الجہر بالقراءۃ خلف الامام
ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیہ مقدسہ امام کے پیچھے آواز بلند پڑھنے کے
ترک کرنے کے حق میں نازل ہوئی۔

معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام کے عدم جواز پر ایک جماعت کا اجماع و اتفاق
ہے نیز مزید فرماتے ہیں۔

قال ابن ہمام اخرج البیہقی عن الامام احمد قال اجمع
الناس علی ان هذا الایۃ فی الصلوۃ.

ابن ہمام شارح ہدایہ فرماتے ہیں۔ امام بیہقی نے امام احمد سے ایک قول کی
تخریج کی ہے امام احمد فرماتے ہیں لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیہ مقدسہ
نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

پتہ چلا کہ امام احمد کے نزدیک بھی ایک جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیہ
کریمہ نماز کے متعلق نازل ہوئی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ کا قول

ترمذی شریف صفحہ 43 کے حاشیہ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی منقول
ہے اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

بماورد فی القراءۃ خلف الامام. کما قال الشیخ الدہلوی

(1) واخرج عن مجاہد کان علیہ السلام یقرأ فی الصلوۃ نسمع قراءۃ

فتی من الانصار فنزل واذ قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا.

امام بیہقی نے مجاہد سے تخریج فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرأت فرما
رہے تھے۔ اور انصار میں سے ایک نوجوان کو سنا وہ بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت

کر رہا ہے تو اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

(2) اخرج ابن مردويه في تفسيره قال ثنا ابو اسامه عن سفيان عن ابى المقدم هشام بن زيد عن معاوية رضي الله عنه ابن قرة قال سالت بعض مشائخنا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم احسب قال عبد الله بن مغفل كل من سمع القرآن وجب عليه الاسماع والانصات قال انما نزلت هذه الآية اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا في القراءة خلف الامام

معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اپنے بعض مشائخ سے سوال کیا۔ راوی حدیث کہتا ہے مجھے یہ گمان ہے کہ معاویہ بن قرہ نے عبد اللہ بن مغفل سے سوال کیا کہ آیا ہر وہ شخص جو قرآن کی سماعت کرے اس پر سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ عبد اللہ بن مغفل نے جواب ارشاد فرمایا یہ آیہ کریمہ (اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) صرف قرأت خلف الامام کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی مقتدی کا امام کے پیچھے قرآن سننا واجب ہے۔

قرئی القرآن میں الف لام کون سا ہے

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ آخر میں فرماتے ہیں۔

قلت واللام في قوله تعالى اذا قرئ القرآن للعهد دون الجنس والمراد به القرآن المقروء لاستماعكم كامام يقرأ حتى يسمع من خلفه والخطيب يقرأ للتخاطب والمقرئ يقرأ على التلميذ.

(میں کہتا ہوں کہ) خدا تعالیٰ کے قول (اذا قرئ القرآن) میں الف لام عہد کے لئے ہے نہ کہ جنس کے لئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن پڑھا جا رہا ہے یہ تمہارے استماع کے لئے ہے جیسا کہ امام پڑھ رہا ہو اور لوگ اس کے پیچھے سنیں یا خطیب خطاب کے لئے قرآن حکیم پڑھے یا استاذ شاگرد کو پڑھانے کے لئے پڑھ رہا ہو۔

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پھر سننا ضروری ہے اگر نماز میں قرأت ہو رہی ہو تو مقتدی پر سننا واجب اور اگر بیرون نماز ہے تو مستحب۔

اور عند الكل (تمام کے نزدیک) سورۃ فاتحہ قرآن میں سے ہے لہذا اس کی تخصیص محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے ورنہ مطلقاً قرآن میں سورۃ فاتحہ داخل و شامل اور آیہ کریمہ کی رو سے مقتدی کا امام کے پیچھے استماع وانصات واجب ہے۔ (تفسیر مظہری، جلد 3، ص 401)

تفسیر بغوی کی وضاحت

محی السنۃ ابی محمد حسین ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 516ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل مسمی بہ تفسیر بغوی میں اسی آیہ کریمہ کے تحت ارشاد فرمایا۔

(3) اخرج عن المقداد انه سمع ناسا يقرؤن مع الامام فانصرف قال اما آن لكم ان تفقهوا اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا كما امركم الله قال هذا قول الحسن والزهرى والنخعي ان الاية فى القراءة فى الصلوة خلف الامام.

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا ابھی تک تم نہیں سمجھے کہ جب

قرآن پڑھا جائے اسے سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (امام بغوی فرماتے ہیں) یہ قول حسن، زہری اور نخعی کا ہے کہ یہ آیت کریمہ قرأت خلف الامام نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
مزید تحریر فرماتے ہیں۔

هذا أولى ممن قال انها نزلت للانصات في الخطبة لان الاية
مكية والجمعة وجبت في المدينة.

یہ قول اولیٰ (بہتر) ہے ان لوگوں کے قول سے جو کہتے ہیں کہ یہ خطبہ جمعۃ المبارک میں خاموش رہنے کے لئے نازل ہوئی۔ اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعۃ المبارک مدینہ منورہ میں واجب ہوا۔

شافعی المذہب امام بغوی کا حتمی فیصلہ

آخر میں فیصلہ کن قول بحوالہ امام بغوی درج ہے۔ امام بغوی شافعی المذہب ہیں اور صاحب مشکوٰۃ کے استاذ۔ اس آیت کریمہ کے اوائل میں لکھتے ہیں۔

ذهب جماعة الى انها في القراءة في الصلوة
ايك جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ آیت قرأت فی الصلوٰۃ میں نازل ہوئی

ہے

آخر میں متعدد اقوال درج کرنے کے بعد اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔

والاول اولها وهو انها في القراءة في الصلوة

یعنی تمام اقوال میں سے اولیٰ قول، قول اول ہے اور وہ یہ کہ آیت مبارکہ نماز میں قرآن پاک پڑھنے کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

تفسیر معالم التنزیل کی علمی حیثیت

یاد رہے: صاحب کشف الظنون امام بغوی کی تفسیر کے بارے میں یوں رائے دیتے ہیں۔

هو كتاب متوسط نقل منه عن مفسري الصحابة والتابعين ومن بعدهم یہ ایک متوسط کتاب ہے صاحب کتاب نے اس میں مفسرین صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی تفسیر اور ان کے اقوال نقل فرماتے ہیں۔

(كشف الظنون، ج 2، ص 1862)

پس امام بغوی نے شافعی المذہب ہونے کے باوجود ”اہل حدیث“ محدثین کے عقیدہ کا جس طرح استیصال کیا ہے، لا جواب ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے ثقہ ہونے کو تسلیم کر لیا۔

تفسیر طبری کا مقام و مرتبہ

(5) جعفر محمد بن جریر طبری کی تفسیر، تفسیر طبری جس کے بارے میں صاحب كشف الظنون کا خیال ہے۔

”قال السيوطي في الاتقان وكتابه اجل التفاسير واعظمها فانه يتعرض لتوجيه الاقوال وترجيح بعضها على بعض والاعراب والاستنباط فهو يفوق بذلك على تفاسير الاقدمين انتهي“

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اتقان“ میں فرمایا

”ابن جریر طبری“ کی تفسیر تمام تفاسیر سے اجل اور بلند پایہ ہے اس لئے کہ وہ اقوال کی توجیہ میں منہمک ہوئے اور بعض کو بعض پر ترجیح دی اور اعراب و استنباط میں بھی انہوں نے اسی طرح کیا۔ اس اعتبار سے یہ تفسیر ”اقدمن“ (اولین) کی جملہ تفاسیر پر فوقیت لے گئی۔

وقال النووي: اجمعت الامة على انه لم يصنف مثل تفسير الطبري

امام زکریا نووی فرماتے ہیں۔

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر طبری جیسی کوئی اور تصنیف نہیں ہے۔

وعن ابی حامد اسفر اینی انه قال لو سافر رجل الى الصين حتى يحصل له تفسير ابن جریر لم یکن ذالک کثیرا۔
ابو حامد اسفر اکتی فرماتے ہیں اگر آدمی چین کی طرف سفر کرے یہاں تک کہ اس کو تفسیر طبری حاصل ہو جائے تو یہی اس کے لئے کافی ہے کثیر کی ضرورت نہیں۔
(کشف الظنون، ج ۱، ص ۴۳۷)

ذرا سوچیں

قارئین! آپ نے علمائے کرام کی آراء و افکار ملاحظہ فرمائے یہ وہ علمائے ذی احترام ہیں جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ”اہل حدیث“ ملحدین کے پیشوا اور امام ہیں پہلے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے نے ”اہل حدیث“ کو نیم مردہ بنا دیا۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا کام تمام کر دکھایا اور ان کی بدعتیگی کے ثبوت میں آخری میخ گاڑ دی۔ علمائے شوافع کے نزدیک یہ ایسی تفسیر ہے جس کا کوئی مقابل نہیں کیونکہ اقوال کی توجیہ اور پھر ان اقوال میں ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے اعتبار سے یہ تفسیر تمام تفاسیر پر فوقیت رکھتی ہے۔

ظاہر ہے امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح اقوال کے وقت قول رائج کو ہی ترجیح دی ہے نہ کہ مرجوح کو۔ بقول امام نووی امت کا اجماع ہے کہ اس جیسی اور کوئی تفسیر نہیں لہذا امت کا اجماع قول مرجوح پر محال ہے لہذا ثابت ہوا کہ ابن جریر طبری نے قول رائج کو ہی اختیار کیا ہے۔ کیا اجماع امت میں سے علمائے محدثین خارج ہیں؟ کیا امام بخاری و مسلم، امام ترمذی و ابن ماجہ، نسائی و ابوداؤد وغیرہم اس اجماع امت میں داخل نہیں اگر ”اہل حدیث“ ملحدین اس اجماع کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ حضرات ان کی نظر میں اجماع امت سے خارج ہو گئے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر اہل حدیث کس کی پیروی کر رہے ہیں۔

خدا را مخلوق خدا کو گمراہ نہ کرو، کیوں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے

ہوئے حضرات محدثین کرام کو بدنام کر رہے ہو۔ اور دین محمدی کے شیرازہ کو تار تار کر رہے ہو۔ محاسبہ کے دن سے ڈرو اور بد عقیدگی سے توبہ کر لو۔

سب سے پہلے میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ احادیث نقل کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ تخریج فرمائیں اور آخر میں آپ کا رائج قول خدمت میں پیش کروں گا۔

تفسیر طبری سے حدیث بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت

(4) حدثنا ابو کریب قال حدثنا المحاربی عن داؤد ابن ابی ہند عن بشیر بن جابر قال صلی ابن مسعود فسمع ناسا یقرؤون مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقهوا اما ان لکم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتو کما امرکم اللہ.

بشیر بن جابر فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھی اور آپ نے سنا لوگ امام کے پیچھے قرأت کر رہے ہیں جب نماز مکمل ہو گئی تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اب تمہارے لئے وقت ہے تدبیر و تفکر کرو اور سمجھ جاؤ (یعنی) جب قرآن پڑھا جائے پس اسے سنو اور خاموش رہو، جیسا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت

(5) حدثنا حمید بن مسعدہ قال ثنا بشر بن المغفل قال ثنا الجریری عن طلحة بن عبید اللہ بن کریز قال رایت عبید بن عمیر وعطار بن ابی رباح یتحدثان والقاص یقص فقلت الاتسمعان الی الذکر وتستوجبان الموعد قال فنظرا الی ثم أقبلا علی حدیثہما قال فاعدت فنظر الی ثم أقبلا علی

حديثهما قال فاعدت الثالثة قال فنظرا الى فقالا انما ذلك

في الصلوة واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا.

طلحہ بن عبید اللہ بن کریم فرماتے ہیں میں نے دیکھ کہ عبید ابن عمیر اور عطاء بن ریح ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں اور واعظ اپنا وعظ سنارہا ہے میں نے کہا تم اللہ عز وجل کا ذکر نہیں سنتے؟ طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں ان دونوں نے میری طرف دیکھا پھر اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ فرماتے ہیں میں نے دوبارہ کلمات دوہرائے، انہوں نے پھر مجھے دیکھا اور باتیں کرنے لگے۔ میں نے تیسری مرتبہ بھی یہی کہا۔ تو انہوں نے مجھے مخاطب ہو کر کہا یہ حکم تو فقط نماز میں ہے (یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آ یہ کریمہ نماز میں قرأت خلف الامام کے ترک کے حق میں نازل ہوئی ہے دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ خارج از نماز، قرآن کا استماع وانصات مستحب ہے تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ آ یہ کریمہ محض ذکر کے وقت استماع کے لئے نازل نہیں ہوئی بلکہ نماز میں قرأت کے عدم جواز کے حق میں نازل ہوئی ہے

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول

(6) حدثنا ابن وكيع قال ثنا جرير وابن ادريس عن ليث عن

مجاهد واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال في الصلوة

المكتوبة.

مجاہد کا قول یہ ہے کہ یہ آ یہ مبارکہ نماز فرض کے متعلق نازل ہوئی۔ یعنی فرض نماز میں جب امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول

(7) بطريق ابن وكيع قال حدثنا المحاربي عن ليث عن

مجاهد عن حجاج عن القاسم بن ابی بزة عن مجاهد وعن بن
ابی لیلیٰ عن الحكم عن سعید بن جبیر واذا قرئ القرآن
فاستمعوا له وانصتوا قال فی الصلوة المكتوبة.
یعنی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے کہ یہ آیت فرض نماز کے متعلق
نازل ہوئی

(8) وبطریقہ قال حدثنا ابی عن سفیان عن ابی ہاشم عن
مجاهد فی الصلوة المكتوبة قال ثنا جریر وابن فضیل عن
مغيرة عن ابراهیم قال فی الصلوة المكتوبة.
امام مجاہد، ضحاک اور ابراہیم کا قول بھی یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ فرض نماز میں
نازل ہوئی ہے۔

امام عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

(9) حدثنی محمد بن الحسین قال ثنا احمد بن المغفل قال
ثنا اسباط بن عدی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال
اذا قرئ فی الصلوة.
امام عدی کا قول بھی یہی ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے استماع
وانصات واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

(10) حدثنی المثنیٰ قال ثنا ابو صالح قال ثنا معاوية عن علی
عن ابن عباس قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا
یعنی فی الصلوة المكتوبة.
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل کا فرمان (اذا قرئ القرآن.....)
نماز مفروضہ کے متعلق وارد ہے۔

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول

(11) حدثنی یونس قال أخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید فی

قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

قال اذا قام الامام للصلوة فاستمعوا له وانصتوا.

ابن زید اس آیہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

”اذا قرئ القرآن“ کا حکم اس وقت ہے جب امام نماز کے لئے کھڑا ہو گیا

پس اس کی قرأت سن اور خاموش رہو۔

امام زہری فرماتے ہیں

(12) حدثنی المثنی قال ثنا سويد قال أخبرنا ابن المبارك

عن یونس عن الزهری قال لا یقرأ من وراء الامام فیما یجہر بہ

من القراءة تکفیهم قراءة الامام وان لهم یسمعون صوته ولکنهم

یقرءون فیما لم یجہر بہ سرا فی انفسهم ولا یصلح لاحد

خلفه ان یقرأ معه فیما یجہر بہ سرا وعلانية قال اللہ واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون.

امام زہری کی ایک روایت کے مطابق امام کے پیچھے وہ نمازیں جن میں قرأت

بآواز بلند کی جاتی ہے مقتدی کو قرأت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اسے امام کی قرأت ہی

کافی ہے اور اگرچہ وہ امام کی آواز نہیں سنتے۔ لیکن ان نمازوں میں دل میں قرأت

کریں جن میں قرأت دل میں کی جاتی ہے اور کسی کے لئے درست نہیں کہ جن

نمازوں میں بآواز بلند قرأت ہوتی ہے ان میں امام کے ساتھ پڑھے کیونکہ خدا تعالیٰ

کا فرمان ہے۔

”جب قرآن پڑھا جائے اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے“

امام زہری کے قول کے مطابق جہری نمازوں میں مقتدی کو دل میں نہ پڑھنا

چاہئے اور نہ اعلانیہ۔ بلکہ امام کی قرأت ہی ان کے لئے کافی ہے اور اس میں یہ شرط بھی نہیں کہ وہ امام کی قرأت سن رہے ہوں بلکہ اگر ان تک امام کی آواز نہیں پہنچ رہی تب بھی قرأت نہ کریں کیونکہ قرآن کی مخالفت ہے۔

اور امام زہری کا قول ہے، سری نمازوں میں وہ امام کے پیچھے قرأت کر سکتے ہیں، اس میں خود ان کا اپنا اختلاف ہے اور ان کے صحیح قول کے مطابق نماز سری ہو یا جہری، امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے جیسا کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے رائج قول سے ثابت ہے۔

امام طبری کا حتمی فیصلہ

اب امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ یہ قول اور دیگر اقوال نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور رائج قول کو واضح کرتے ہیں۔

(13) قال ابو جعفر وأولى الأقوال في ذلك بالصواب قول من قال امروا باستماع القرآن في الصلوة اذا قرأ الامام وكان من خلفه ممن ياتم به يسمعه وفي الخطبة وانما قلنا ذلك أولى بالصواب لصحة الخبر عن رسول الله صلى الله عليه انه قال اذا قرأ الامام فأنصتوا، واجماع الجميع على ان من سمع الخطبة ممن عليه الجمعة الاستماع والانصات لهامع تنابع الاخبار بالأمر ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وأنه لا وقت يجب على احد استماع القرآن ولانصات لسامعه من قاريه الا في هاتين الحالتين على اختلاف في احدهما وهي حالة ان يكون خلف امام موتم به وقد صح الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ذكرنا من قوله اذا قرى الامام فأنصتوا فالانصات خلفه لقراته واجب على من كان به موتما سامعا قراته بعموم ظاهر القرآن والخبر عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابوجعفر یعنی امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تمام اقوال میں سے ان لوگوں کا قول درست اور صحت کے اعتبار سے اولیٰ ہے جن کا کہنا ہے کہ امام جب قرأت کر رہا ہو تو اقتداء کرنے والے پر قرآن پاک کا سننا ضروری ہے اور اس کے بعد وہ قول جو خطبہ کے متعلق ہے۔ ہم نے (اولیٰ بالصواب) اس لئے کہا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح سے ثابت ہے بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب امام قرأت کر رہا ہو تو تم خاموش رہو۔

(دوسرا قول اس لئے کہ) تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس پر جمعہ واجب ہے اور وہ خطبہ امام سن رہا ہو تو اس کے لئے بھی استماع وانصات ضروری (واجب) ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پے در پے اخبار وارد ہوئی ہیں سوائے ان دو حالتوں (نماز اور جمعہ کا خطبہ) کے کسی اور وقت میں قرآن پاک کا استماع وانصات واجب نہیں۔ کہ امام پڑھ رہا ہو اور سامع سن رہا ہو۔ اور ان دو حالتوں میں سے ایک پہ اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کوئی امام کی اقتداء میں ہو۔ قرأت خلف الامام کے ترک پر رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح موجود ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اذا قرا الامام فانصتوا) ہر اس شخص پر جو امام کی اقتداء میں قرآن پاک سن رہا ہے، چپ رہنا واجب ہے (اس کی دو وجوہ ہیں) ایک ظاہر قرآن کا عموم (یعنی یہ حکم عام ہے) اور دوسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح خبر۔ (تفسیر طبری، ج 6، ص 112)

امام طبری کی تصریح سے اخذ کردہ نکات

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح نفیس سے چند امور ثابت ہوئے۔

- (1) اولیٰ اور رائج قول یہی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔
- (2) قرأت خلف الامام کا ترک صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہ ”اہل حدیث“ کا رد ہے جن کا کہنا ہے کہ اس پر کوئی صحیح حدیث نہیں۔

(3) قرأت خلف الامام کا ترک واجب ہے جبکہ مذہب اہل حدیث "یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ترک (فرض یا واجب) واجب ہو بلکہ ترک فرض و واجب گناہ کبیرہ سے معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام قرآن مقدس کی اس آیہ کریمہ سے منسوخ و معطل ہو کر مرجوح ہے لہذا قرأت خلف الامام کا ترک واجب ہے۔

(4) قرآن حکیم کا ظاہری عموم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قرأت خلف الامام منسوخ ہے۔

(5) قرآن کریم کا سننا اس حالت میں واجب ہے کہ وہ امام کے پیچھے اس کی اقتداء میں ہو۔ معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ممنوع ہے اس سے اہل حدیثوں کے ان اقوال کا بھی رد ہوتا ہے جو مرجوح ہیں اور خارج از صلوٰۃ پر دلالت کرتے ہیں

باقی رہا خطبہ جمعہ کے وقت استماع تو یہ بھی ہمارے مذہب کا مؤید ہے کیونکہ خطبہ جمعہ بالا جماع واجب ہے۔ اس میں قرآن حکیم کی قرآۃ سامع پر سننا واجب ہے اور یہی دو حالتیں ہیں جن میں استماع والنصاۃ بوقت قرأت قرآن واجب ہے۔

تفسیر کبیر کا علمی مقام

(5) تفسیر کبیر، امام فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ (متوفی 606)

صاحب کشف الظنون ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

قال ابن خلکان جمع فیہ کل غریب وهو کبیر جدا لکنہ لم

یکملہ (کشف الظنون، ج 2، ص 1756)

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ امام رازی نے اس تفسیر میں ہر غریب قول نقل کیا ہے اور یہ تفسیر بہت بڑی ہے لیکن انہوں نے اسے مکمل نہیں کیا۔ شیخ نجم الدین احمد بن محمد القموی متوفی (828) نے اس کا حکملہ تصنیف کیا اور قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الحربی الدمشقی (متوفی 639) نے بھی باقی ماندہ کام سے کچھ سرانجام دیا۔

تفسیر کبیر کی صراحت

تفسیر کبیر کے متعلق آپ نے سماعت فرمایا کہ اس میں غریب اقوال بہت ہیں مگر اس کے باوجود امام رازی اس آیت کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

وفی الآية مسائل ومنها لاشك ان قوله (فاستمعوا له وانصتوا) امره وظاهر الامر للوجوب فمقتضاه ان يكون الاستماع والسكوت واجبا، وللناس فيه اقوال

اس آیت مبارکہ میں چند مسائل ہیں ایک یہ کہ (فاستمعوا له وانصتوا) اللہ عزوجل کا امر ہے اور امر ظاہر میں وجوب کے لئے ہے پس اس آیت کریمہ کا مقتضی یہی ہے کہ (قرأت قرآن کے وقت) استماع اور سکوت واجب ہو اور لوگوں کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

(والقول الثالث) ان الآية نزلت في ترك الجهر بالقراءة وراء الامام قال ابن عباس قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلوة المكتوبة، وقرأ اصحابه وراءه رافعين اصواتهم فخلطوا عليه، فنزلت هذه الآية وهو قول ابی حنیفة واصحابه.

اس آیت کریمہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ یہ خلف الامام ترک قرأت بالجہر کے حق میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی نماز میں قرأت قرآن فرمائی اور آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے پیچھے باواز بلند پڑھا جب کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں اختلاط و خلجان واقع ہوا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا قول ہے۔ (تفسیر کبیر، ج 15، ص 102)

صاحب تفسیر کبیر نے اس آیت کریمہ سے استماع و سکوت خلف الامام کو واجب قرار دیا۔ جب آیت کریمہ کا عموم استماع و سکوت کا مقتضی ہے تو پھر اس کو خاص کرنا

اس کے عموم کے خلاف ہے۔ حاصل معنی یہ کہ نماز خواہ سری ہو یا جھری، استماع و سکوت واجب ہے۔ یہی آئیہ کریمہ کے عموم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کی دلالت ہے اور اس کا جواب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آواز بلند پڑھ رہا تھا اور یہ آیت نازل ہوئی، تفصیل کے ساتھ باب چہارم میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

تفسیر بیضاوی کا علمی مقام

(5) تفسیری بیضاوی مسمی بہ انوار التنزیل و اسرار التاویل للقاضی الامام العلامة ناصر

الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی (متوفی 692)

صاحب کشف الظنون، جلد اول صفحہ 186 پر اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

تفسیرہ هذا کتاب عظیم الشان غنی عن البیان لخص فیہ من

الکشاف ما يتعلق بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر

الکبیر ما يتعلق بالحکمة والکلام ومن تفسیر الراغب

ما يتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات

فکرہ من الوجوه المعقولة والتصرفات المقبولة.

آپ کی تفسیر (تفسیر بیضاوی) ایک عظیم الشان کتاب ہے جو بیان و تعارف سے مستغنی ہے تفسیر کشاف کی وہ باتیں جو اعراب اور معانی و بیان کے متعلق ہیں صاحب تفسیر بیضاوی نے ان کی تلخیص فرمائی اور تفسیر کبیر سے حکمت و کلام کے متعلق چیزوں کو ملخصاً ذکر فرمایا۔ تفسیر امام راغب سے اشتقاقی نکات نیز سربہ حقائق اور نفیس لطائف نقل فرمائے۔ علامہ بیضاوی نے معقولہ وجوہات کو ناپسند جانا اور اسی طرح مقبولہ وجوہات میں تصرف اچھانہ سمجھا۔

اس مشہور زمانہ تفسیر کے بارے میں بدار تبرہ سماعت فرمانے کے بعد اب

اسی سے ایک قول فیصل آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

تفسیر بیضاوی کا فیصلہ

فظاهر اللفظ يقتضی وجوبہما حیث یقرأ القرآن وعامة الفقهاء علی استحبابہما خارج الصلوة.

(آیت کے) ظاہر لفظ استماع وانصات کے وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔ جہاں بھی قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ اور عام فقہاء کے نزدیک خارج از نماز قرآن پاک سنا اور چپ رہنا مستحب ہے۔

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عامۃ الفقہاء کا مذہب واضح فرما دیا کہ ظاہر عموم آیت نماز میں استماع (سماعت) وانصات (خاموش رہنا) کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ اور خارج از صلوٰۃ دونوں چیزیں مستحب ہیں۔ پس نماز میں مقتدی کا خاموش رہ کر قرأت سنا واجب ہے۔

تفسیر بحر محیط کی صراحت

☆ علامہ اشیر الدین ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی الغرناطی البیانی الشہیر بابن حیان (متوفی 756) اپنی تفسیر ”البحر المحیط“ میں (جلد 4، ص 452) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول نقل کرتے ہیں جو علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔ یعنی نماز میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت ممنوع ہے چونکہ نماز میں استماع وانصات واجب ہے لہذا مقتدی سنے اور خاموش رہے۔

☆ تفسیر الجامع لاحکام القرآن مسمی بہ ”تفسیر قرطبی“ للشیخ الامام ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (متوفی 668)

تفسیر قرطبی کی وضاحت

امام قرطبی اپنی تفسیر میں سورہ فاتحہ کے ماتحت ”باب دوم“ میں سورہ فاتحہ کے نزول واحکام کے بارے میں لکھتے ہوئے بیس مسائل بیان فرماتے ہیں۔ ان میں

سے ایک یہ بھی ہے

الثامنة: فلا قراءة بفاتحة الكتاب ولا غيرها في المشهور من مذهب مالك، لقول الله تعالى (واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) وقول رسول الله صلى عليه وسلم (مالي انازع القرآن) وقوله في الامام (اذا قرئ فانصتوا) وقوله (من كان له امام فقراءة الامام له قراءة) (جلداول، ص 84)

آٹھواں مسئلہ: امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھی جائے نہ ہی کچھ اور۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (واذا قرئ القرآن) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے (مالي انازع القرآن) یعنی کیا ہے میرے لئے میں قرآن میں منازعت کئے جارہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور مزید ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز دا کر رہا ہو، تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ امام قرطبی مالکی المذہب ہیں لیکن اس مسئلہ میں آپ کا جھکاؤ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے اور اس باب میں صاحب قرطبی نے امام صاحب پر تضعیف کا فتویٰ بھی عائد کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دارقطنی کی طرف زیادہ راغب ہیں کیونکہ اس باب میں آپ نے اکثر روایات دارقطنی ہی سے اخذ کی ہیں۔ اور دارقطنی نے بھی حدیث (ماکان لہ امام) پر بحث کرتے ہوئے امام الائمہ، سراج الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر تضعیف کا فتویٰ لگایا ہے شاید صاحب قرطبی نے بھی انہی کی متابعت کی ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ثقاہت

بہر حال امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت مجمع علیہ ہے جس پر کس کو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ آپ تابعین میں سے ہیں اور آپ کی روایات اکثر ثلاثیات پر مبنی ہیں لہذا ان میں ضعف کا احتمال بہت کم ہے اس پر مفصل بحث باب سوم میں آئے

گی۔ لیکن سب سے عجیب اور پرست بات یہ ہے کہ امام قرطبی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب نقل فرما کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید و توثیق فرمادی۔ وہ یہ کہ خواہ سورۃ فاتحہ ہو یا علاوہ ازیں، امام کے پیچھے مطلقاً کچھ بھی نہ پڑھا جائے بجز تعالیٰ ہی مسلک اہل سنت و جماعت کا ہے۔

تفسیر خازن کا بیان

☆ تفسیر خازن للامام العلامة علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم المعروف ”بالخازن“

صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

ذهب قوم الى انه لا يقرأ أسر الامام او جهر يروى ذلك عن جابر واليه ذهب اصحاب الراى حجة من لا يرى القراءة خلف الامام ظاهر هذه الآية لان قوله (فاستمعوا له وانصتوا) امر و ظاهر الامر للوجوب فمقتضاه ان يكون الاستماع والانصات واجبين.

(تفسیر خازن، ج 2، ص 172)

”ایک جماعت کا کہنا ہے کہ خواہ امام آہستہ پڑھ رہا ہو یا با آواز بلند، اس کے پیچھے کچھ نہ پڑھا جائے اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے خلف الامام نہ پڑھنے کی دلیل اس آیت کریمہ (فاستمعوا....) کا ظاہر ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے، سنو اور خاموش رہو، یہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے پس اس کا تقاضا ہے کہ استماع و سکوت واجب ہو۔“

کچھ لوگ اس عموم میں تخصیص کرتے ہیں (یعنی ان کا کہنا ہے کہ سورۃ فاتحہ اس سے خارج ہے) کیا سورۃ فاتحہ قرآن نہیں، صاحب تفسیر قرطبی لکھتے ہیں۔

اجمعت الامة على ان سورة الفاتحة من القرآن

”امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ قرآن سے ہے“

معلوم ہوا سورۃ فاتحہ قرآن پاک سے ہے اور آیہ کریمہ (فاستمعوا...) سے قرآن پاک پڑھنے کی مطلقاً نفی ہے لہذا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

امام زرقانی کا فیصلہ

امام زرقانی علی السوطا میں فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ کے مقابل اگر صد ہا آثار صحیحہ کیوں نہ ہوں، منسوخ و معطل ہو جائیں گی۔

تفسیر مدارک التنزیل کی جامعیت

☆ تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد النیشی (التونی 701)

صاحب کشف الظنون اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

وهو كتاب وسط في التأويلات، جامع لوجوه الاغراب والقرأت، متضمناً لدقائق علم البديع والاشارات، حالياً باقاويل اهل السنة والجماعة، خالياً عن اباطيل اهل البدع والضلالة، ليس بالطويل الممل ولا بالتقصير المخل،

یہ کتاب (تفسیر مدارک) تاویلات میں درمیانے درجے کی ہے وجوہ اعراب اور قرأت کے اعتبار سے جامع ہے، علم بدیع و اشارات کے حقائق کو شامل و متضمن ہے۔ اہل سنت و جماعت کے اقوال سے مزین ہے، اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے باطلیل سے خالی، نہ اتنی طویل کہ پڑھنے والے کو اکتادے اور نہ اتنی مختصر کہ سمجھنے میں خلل انداز ہو۔ (کشف الظنون، ج 2، ص 1640)

صاحب تفسیر مدارک کی تصریح

تبصرہ کے بعد اب صاحب مدارک کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

ظاہرہ وجوب الاستماع والانصات وقت قراءة القرآن في الصلوة وغيرها وجمهور الصحابة رضي الله عنهم على انه

فی استماع الموتم (مدارک علی الخازن، ج 2، ص 173)

اس آیت (فاستمعوا....) کا ظاہر نماز میں قرآن پاک پڑھنے کے وقت استماع اور انصارت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت مقدسہ مقتدی کے استماع قرآن میں نازل ہوئی۔

آپ کہیں گے کہ جمہور صحابہ کا مذہب کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ بعض صحابہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اس پر مفصل بحث تو باب دوم میں آئے گی۔

للاکثر حکم الکمل، اکثر پر کل کا حکم صادق آتا ہے اس کے مطابق جمہور کا اجماع ہی بنتا ہے۔ دوم، اس سے مراد مطلقاً جمہور نہیں بلکہ جن سے اس باب میں روایات منقول ہیں انہیں جمہور کہا گیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔

سید قطب شہید کی صراحت

☆ تفسیر ”فی ظلال القرآن“ للسید قطب

سید قطب اپنی تفسیر ”ظلال القرآن“ میں لکھتے ہیں۔

والذین یرون انها خاصة بقرأة القرآن فی الصلوة بما رواه ابن جریر حدثنا حمید بن مسعوده حدثنا بشر بن المفضل حدثنا الجریری عن طلحة بن عبید اللہ بن کریر قال رایت عبید بن عمیر وعطاء بن رباح یتحدثان والقاص یقص (یعنی والقاری یقرأ) فقللت الاتسمعان الی الذکر وتستوجبان الموعود (یعنی قوله تعالیٰ لعلکم ترحمون) قال فنظرا الی ثم اقبلا علی حدیثہما، قال فأعدت، فنظر الی وأقبلا علی حدیثہما قال فأعدت الثالثة قال فنظرا الی فقالا انما ذالک فی الصلوة (واذا قرئ القرآن.... لعلکم ترحمون) قال ابن کثیر وهو یروی هذا الخبر وكذا قال سفیان الثوری عن ابی ہاشم

اسماعیل ابن کثیر عن مجاہد فی قوله تعالى (واذا قرئ القرآن ...) قال فی الصلوة وکذا رواه غیر واحد عن مجاہد وقال عبدالرزاق عن الثوری عن لیث عن مجاہد، لا بأس اذا قرأ الرجل فی غیر الصلوة ان یتکلم

(تفسیر ظلال القرآن، ج 2 ص 1424)

جن لوگوں کے نزدیک قرأت قرآن کے استماع کا حکم صرف نماز کے ساتھ خاص ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن جریر طبری نے تفسیر طبری میں نقل کی۔ (اس حدیث کا ترجمہ تفسیر طبری کے حوالے سے گزر چکا) ابن کثیر نے بھی یہی روایت نقل کرتے ہوئے اسی چیز کو بیان کیا، اس طرح سفیان ثوری نے ابی ہاشم اسماعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت کی، امام مجاہد فرماتے ہیں یہ روایت نماز کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح کئی حضرات نے مجاہد سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

عبدالرزاق، ثوری سے اور ثوری، لیث سے جبکہ لیث نے امام مجاہد سے قول نقل کیا کہ آدمی غیر نماز میں قرآن پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں حرج نہیں۔ سید قطب کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ابن جریر طبری نے اسی قول کو رائج قرار دیا ہے۔ جس کے مطابق قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ کیونکہ سید قطب کے نزدیک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان (واذا قرئ القرآن) صرف نماز فرض کے لئے ہی نازل ہوا ہے انہوں نے ابن جریر کی روایت بطور استشہاد پیش کی ہے اور سید قطب نے بھی تحریر کیا کہ امام مجاہد سے کئی علماء نے اس حدیث کو روایت کیا۔ بکثرت روایت علماء اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ آخر میں سید قطب نے عبدالرزاق کے حوالے سے امام مجاہد کا قول نقل کیا کہ اگر آدمی خارج از صلوٰۃ قرآن پڑھ رہا ہو تو سننا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

لا بأس به ان یتکلم

تفسیر درمنثور اور اذا قرئ القرآن کا شان نزول

جیسا کہ علامہ بیضاوی نے فرمایا، فقہاء کے نزدیک نماز سے باہر قرآن کا سننا مستحب ہے

☆ تفسیر درمنثور للعلامة الشيخ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي (متوفی 911)

(14) أخرج ابن جرير وابن المنذر عن ابن عباس (واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا) یعنی فی الصلوة المفروضة.

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ آیہ مقدمہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوا۔

(15) وأخرج ابن مردويه به عن ابن عباس قال صلى النبي

صلى الله عليه وسلم فقراً خلفه قوم فنزلت (واذا قرئ

القرآن....)

ابن عباس سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت کی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ”جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنا کرو اور چپ رہا کرو“

(16) وأخرج سعيد بن منصور وابن أبي حاتم عن محمد بن

كعب القرظي قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قرأ

في الصلوة أجابه من وراءه إذا قال بسم الله الرحمن الرحيم

قالوا مثل ذالك حتى تنقضي فاتحة الكتاب والسورة فلبث

ما شاء الله ان يلبث ثم نزلت (واذا قرئ القرآن....) فقراً

وانصتوا.

محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرماتے تو آپ کے پیچھے پڑھنے والے اس کا جواب دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تو اقتداء کرنے والے بھی یہی پڑھتے اور اس کے بعد

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے مقتدی بھی پڑھتے جاتے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی منشاء تھی یہ سلسلہ چلا رہا یہاں تک کہ یہ آیت (فاستمعوا لہ وانصتوا) نازل ہوئی پس اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرماتے اور باقی لوگ خاموش رہتے۔

(17) أخرج عبد بن حميد وابن ابی حاتم والبيهقي في سننه

عن مجاهد قال قرأ رجل من الانصار خلف النبي صلى الله عليه وسلم في الصلوة فأنزلت هذه الآية.

مجاہد سے مروی ہے کہ انصار میں ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی تو یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی۔

(18) وأخرج ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتم وابو الشيخ وابن

مردويه عن عبد الله بن مغفل انه سئل الى آخر الحديث.

یہ حدیث مبارک امام طبری کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے۔

(19) أخرج ابن ابی شیبہ والطبرانی فی الاوسط وابن مردويه

عن ابی وائل عن ابن مسعود انه قال أنصت للقران كما

أمرت فان فی الصلوة شغلا وسكفیک ذاک الامام.

عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں قرآن کے لئے خاموشی اختیار کر جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تیرے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(20) وأخرج عبد بن حميد وابن ابی شیبہ عن ابی العالیہ ان

النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا صلى بأصحابه فقرأ فقرا

اصحابه خلفه فنزلت هذه الآية فسكت القوم وقرأ النبي

صلى الله عليه وسلم

ابو العالیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ نماز ادا فرماتے تو قرأت فرماتے اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے جاتے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فرمائی۔

(21) أخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد ابن جرير عن مجاهد

قال وجب الانصات في اثنتين في الصلوة والامام يقرأ ويوم

الجمعة والامام يخطب.

امام مجاہد فرماتے ہیں خاموش رہنا دو جگہ واجب ہے۔ اول نماز میں جب امام قرأت کر رہا ہو اور دوم، جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو۔

(22) اخراج ابو الشيخ عن ابن جريح قال قلت لعطاء ما

أوجب الانصات يوم الجمعة قال قوله تعالى 'واذا قرئ القرآن

فاستمعوا له وانصتوا قال ذاك زعموا في الصلوة في الجمعة

قلت والانصات يوم الجمعة كالا نصات في القراءة سواء قال

نعم.

ابن جریج فرماتے ہیں میں نے امام عطاء سے کہا، جمعہ کے دن کون سی چیز خاموشی کو واجب کرتی ہے: فرمایا اللہ عز وجل کا قول (واذا قرئ القرآن) فرمایا یہ تو نماز اور جمعہ میں لوگ گمان کرتے ہیں ابن جریج فرماتے ہیں میں نے کہا، جمعہ کے دن خاموشی، قرأت میں خاموشی کی مثل ہے؟ امام عطاء نے فرمایا، ہاں۔

(23) وأخرج ابن جرير وابو الشيخ عن ابن زيد في قوله (واذا

قرئ القرآن) قال هذا اذا اقام الامام الصلوة فاستمعوا له

وانصتوا.

ابن زید اس قول کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں یہ امر اس وقت ہے جب امام نماز قائم کر لے تو امام کی قرأت سنو اور خاموش رہو۔

(24) اخراج البيهقي في القراءة عن عطاء قال سئلت عن ابن

عباس عن قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم
ترحمون۔ هذا لكل قارئ قال لا ولكن فی الصلوة۔

عطاء فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیہ کریمہ (اذا
قرئ القرآن....) کے متعلق سوال کیا کہ آیا ہر قاری پر یہ حکم لاگو ہوتا ہے فرمایا، نہیں!
یہ حکم صرف نماز میں ہے۔ (درمنثور، جلد 3، ص 155)

تفسیر درمنثور کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ جملہ اہل اسلام و اکثر اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ عظام کا مذہب اس آیہ کریمہ کے متعلق یہی ہے کہ یہ آیت
نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی۔ نماز سے باہر قرأت سننا اور خاموش رہنا
واجب نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام سیوطی نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے
اس آیہ کریمہ کے ماتحت جتنی احادیث مبارکہ تخریج کی ہیں سب کی سب مذہب امام
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مؤید ہیں۔ معلوم ہوا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا وہی
مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اگر آپ بالتفصیل تفسیر درمنثور کا مطالعہ
فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اول سے آخر تک، اس موضوع پر، تقریباً تمام احادیث (چند
احادیث واقوال کے علاوہ) اس قول کی تائید میں ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا
ہے۔

”اہل حدیث“ کا یہ کہنا کہ اس آیہ کریمہ سے مراد اس وقت خاموش رہنا ہے
جب قرآن بطور وعظ و نصیحت پڑھا جائے۔ محض دھوکہ ہے۔ ذرا طلحہ بن عبید اللہ ابن
کریم کی حدیث پڑھو جس کو امام طبری نے اور سید قطب نے نقل فرمایا۔ حق اور صحیح
فیصلہ یہی ہے کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی۔

تفسیر روح المعانی کا فیصلہ

☆ تفسیر روح المعانی، مفتی بغداد العلامة ابی الفضل شہاب الدین السید محمود
آلوسی البغدادی (المتوفی 1270)
صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔

والآية دليل لابی حنیفة رضی اللہ عنہ فی ان المأموم لا یقرأ فی سرية ولا جهرية لانها تقتضی وجوب الاستماع عند قراءة القرآن فی الصلوة وغيرها وقد قام الدلیل فی غيرها علی جواز الاستماع وتركه فبقی فیها علی حاله فی الإنصات للجهر وكذا فی الإخفاء لعلنا بانه یقرأ ویوید ذالك اخبار جمعة.

یہ آیہ کریمہ امام لائمه، سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دلیل ہے کہ مقتدی سری اور جہری کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، اس لئے کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں اور غیر نماز میں اس کے استماع اور ترک کے جواز پر دلیل ہے (جیسا کہ علامہ بیضاوی اور سید قطب اور عبدالرزاق کے حوالے سے گزر چکا) باقی رہا نماز میں، تو جہری نماز میں خاموش رہنا تو واجب ہے اور وجوب ثابت ہے جبکہ سری نماز (جس میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے) میں بھی سکوت ضروری ہے کیونکہ ہمیں امام کی قرأت کا حال معلوم ہے کہ وہ تلاوت کر رہا ہے۔ اس بات کی تائید میں کثیر روایات ہیں۔

صاحب روح المعانی حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

وهذا الحديث اذا صح وجب أن يخص عموم قوله تعالى (فاقرأوا ما تيسر) وقوله صلى الله عليه وسلم (لا صلوة الا بقراءة) لان ذلك العموم قد خص منه البعض وهو المدرک فی الركوع اجماعا فجاء التخصيص بعده بالمقتدى بالحديث المذكور.

یہ حدیث مبارک یعنی (من کان لہ امام فقرأ لہ قراءة) جب صحیح ہے تو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (فاقرأوا ما تيسر) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرمان (لاصلوة الا بقراءة) کے عموم میں سے تخصیص کی جائے۔ کیونکہ اس عام کے بعض افراد خاص ہیں (عام خص منہ البعض) اور وہ فرد ہے رکوع پالینے والا۔ اور بالاجماع ثابت ہے۔ لہذا مطلب یہ نکلا کہ مذکورہ بالا حدیث سے مقتدی کو مخصوص کر لیا گیا۔ اور عبارت یوں ہو گئی۔

”لاصلوة الا بفتحة الكتاب الا المقتدی“

بغیر فاتحہ کے نماز کامل نہیں مگر مقتدی کے لئے

وضاحت:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب قرآن پاک بھی قرأت ضروری قرار دے رہا ہے (جس قدر آسانی سے ہو سکے) اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) بھی سورۃ فاتحہ کو ضروری قرار دے رہا ہے تو قرآن و سنت کے اس عام حکم سے ہم نے مقتدی کو خاص کر لیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ایک کے لئے سورۃ فاتحہ ضروری ہے مگر مقتدی کے لئے نہیں کیونکہ فرمان سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

”جس کا امام ہو، تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے“

کے ساتھ سورۃ کے پڑھنے کے عام حکم کو اس فرمان سے خاص کر دیا اور وہ تخصیص مقتدی کے حق میں ہے۔ کیونکہ اگر اس کے لئے بھی ضروری ہوتی تو رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت مکمل نہ سمجھی جاتی حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔ پس تخصیص ہو گئی۔

تفسیر کشاف کی تائید

☆ تفسیر کشاف للامام جبار اللہ محمود بن عمر الزمخشری (متوفی 528)

صاحب تفسیر لکھتے ہیں۔

ظاہرہ وجوب الاستماع والانصات وقت قراءة القرآن فی

صلوة وغیرہا ثم صار سنة فی غیر الصلوة ان ينصت القوم اذا

كانوا في مجلس يقرأ فيه القرآن (جلد ۲۰، ص ۱۹۲)

ظاہری طور پر قرأت قرآن پاک کے وقت استماع وانصات واجب قرار پایا خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ پھر یہ حکم نماز کے علاوہ میں سنت ظہر (اور نماز میں واجب) یعنی کسی مجلس میں قرآن پاک پڑھا جا رہا ہو تو لوگوں کو خاموش رہنا سنت ہے۔

تفسیرات احمدیہ کے اقتباس

ہذا تفسیرات احمدیہ لأحمد المدعو بملاں جیون ابن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق بن خاتمہ خدا اکھلی الماکی رحمۃ اللہ علیہ۔

فرماتے ہیں میں نے آیات شرمیہ کی تسوید شروع کی تو اس وقت میری عمر ۱۰ سال تھی۔ اور ۱۰۶۴ء تھا۔ جب میں اس سے فارغ ہوا تو میری عمر ۲۱ سال تھی اور جب صحیح پر نظر پڑی کی تو اس وقت میری عمر ۲۷ سال تھی اس اعتبار سے آپ کی وفات ۱۲۰۰ء سے اوپر ہے۔

آپ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واستدل بها بعض الحنفية في ان ترك القراءة للمؤمن فرض
وذلك لان الله تعالى امر باستماع القرآن ولانصات عند
قراءة القرآن مطلقاً سواء كان في الصلوة او في غيرها لكن لما
كان عامة الغلماة غير قائلين بوجوب الاستماع خارج
الصلوة بل باستحبابه وكان الامة ردا على رجل من الانتصار
بغير ا حلف رسول الله صلى الله عليه وسلم كما في الحسيني
وكان جمهور الصحابة على ان الامة في استماع المؤمن
خاصة وقبل في الحنفية ولاصح انه فيهما جميعا على ما في
المدارك ثبت ان القرآن واجب الاستماع وكمال ذلك
لا يكون الا بالسكوت لا بالقراءة الحنفية لانه لما اوجب

الإنصات للاستماع في الصلوة أوجه بكماله .

(تفسيرات احمدیہ، ص 301، مطبوعہ حسنی)

بعض حنفیہ نے اس آیت سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کا قرأت نہ کرنا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے بوقت قرأت قرآن مطلقاً خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، استماع اور انصات کا حکم دیا ہے لیکن جب عامۃ العلماء، خارج از صلوٰۃ استماع کے وجوب کے قائل نہیں تھے بلکہ اسے مستحب جانتے تو خارج از صلوٰۃ استماع مستحب ٹھہرا۔ یہ آیت کریمہ انصار کے اس شخص کی تردید میں نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتا تھا۔ (کافی الحسینی) اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم مقتدی کے استماع کے ساتھ خاص ہے رہی جمعہ کے خطبہ کی بات تو صحیح ترین رائے یہی ہے کہ دونوں میں خاموشی ضروری ہے جیسا کہ مدارک میں ہے ثابت ہوا کہ قرآن مقدس کا سننا واجب ہے اور کمال استماع کی صرف یہی صورت ہے کہ مکمل خاموشی اختیار کی جائے اور آہستہ بھی قرأت نہ کی جائے۔ اور سری نمازوں میں بھی قرأت نہ کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خاموش رہنا استماع کے لئے نماز میں واجب فرمایا تو اس کو بکمال واجب فرمایا۔

یعنی تمام نمازوں میں خواہ جہری ہو یا سری، سننے کے لئے مکمل خاموشی ضروری

تفسیر حسینی کا حسن بیان

☆ تفسیر حسینی حسین ابن علی الکاشفی الواعظ (متوفی فی حدود 900ء)

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں۔

وهو تفسیر فارسی متداول فی مجلد سماہ بالمواہب العلیہ

کما ذکرہ ولدہ فی بعض کتبہ (جلداول، ص 446)

یہ فارسی زبان میں تفسیر قرآن ہے ایک جلد میں متداول کتاب ہے اس تفسیر کا نام

حسین بن علی کاشفی نے ”المواہب العلیہ“ رکھا جیسا کہ آپ کے بیٹے نے اپنی بعض کتب میں اسی کا ذکر کیا۔

صاحب تفسیر حسینی رقم فرماتے ہیں۔

(واذا قرئ القرآن) وچوں خواندہ شد قرآن در نماز (فاستمعوا) پس بشنوید
مرآزا (وانصتوا) و خاموش باشید و با امام تلاوت میکند (لعلکم ترحمون) شاید
کہ رحمت کردہ شوید، ظاہر لفظ مقتضی وجوب استماع قرأت قرآن است ہر جا کہ
خوانند اما عامہ علماء بر آنند کہ در خارج صلوٰۃ مستحب است و گفتہ اند مراد انصات است
برائے خطبہ امام در روز جمعہ و خطبہ مشتمل ہے باشد بر آیتی از قرآن۔

(تفسیر حسینی، ص 227)

(واذا قرئ القرآن) یعنی جب نماز میں قرآن پڑھا جائے (فاستمعوا) پس اسے سنو (وانصتوا) اور خاموش رہو اور امام کے ساتھ تلاوت نہ کرو (لعلکم ترحمون) شاید کہ تم پر رحمت کی جائے۔ ظاہر لفظ قرآن حکیم کی تلاوت کے وقت وجوب استماع کا مقتضی ہے جہاں بھی قرآن پڑھا جائے — لیکن عام علماء اس بات پر ہیں کہ نماز سے باہر قرآن کا سننا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں خاموش رہنے سے مراد، جمعہ کے دن خطبہ جمعہ کے وقت خاموش رہنا ہے کیونکہ خطبہ آیات قرآنی پر مشتمل ہوتا ہے۔

☆ تفسیر تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس لابن طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشافعی (متوفی 817ھ) یہ تفسیر، تفسیر درمنثور للسیوطی کے حاشیہ پر ہے۔
فرماتے ہیں۔

(واذا قرئ القرآن) فی الصلوٰۃ المكتوبہ، (فاستمعوا) الی
قرآنہ (وانصتوا) لقرآنہ (لعلکم ترحمون) لکی ترحموا فلا
تعذبوا (درمنثور، ج 1، جز دوم، ص 150)

جب قرآن کی تلاوت کی جائے یعنی فرض نماز میں، پس اس کو سنو یعنی اس کی

طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو یعنی اس قرآن کے پڑھے جانے کے وقت تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور تم عذاب سے بچ جاؤ۔

قارئین کرام:

آئمہ مفسرین کی معتمد و مستند تفاسیر سے جو اقوال پیش کئے گئے، آپ کے سامنے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اصل کتاب زیر نظر رہے تاکہ ان کی عبارات پورے اعتماد و وثوق کے ساتھ پیش کی جاسکیں اور ان مفسرین کا نکتہ نظر واضح ہو جائے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت قرآن میں صرف کیا۔ تمام مفسرین کا مذہب یہی ہے کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں۔ مقتدیوں کے لئے لازم ہے کہ وہ سری اور جہری دونوں نمازوں میں خاموش رہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ان میں سے اکثر مفسرین کا تعلق فقہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن اس کے باوجود وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اپنے امام کے قول سے رجوع کرتے ہیں۔ انہوں نے دیانت و امانت کا دامن نہیں چھوڑا بلکہ جو تفسیر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ جس پر عمل پیرا رہے ہیں آئمہ مفسرین نے من و عن نقل فرما دیا۔ اہل حدیث گروہ کے لئے مقام عبرت ہے کہ اتنے زیادہ مفسرین کے عقیدہ کے خلاف عمل کر کے اپنے ہٹ دھرم اور ضدی ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک اکثر اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے نیز معلوم ہوا کہ مذہب ابوحنیفہ کتاب و سنت کے موافق و مطابق ہے اسی لئے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب اکثر لوگ فقہ حنفی پر عمل کر رہے ہیں۔ اکثر کا عملی اجماع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے حق و باصواب ہونے کے لئے دلیل کافی دوانی ہے۔

اپنے آپ کو عامل حدیث کہنے والو! مذہبی انتشار پیدا کر کے شیرازہ امت کو تار تار نہ کرو۔ خود ساختہ مذہب کی آڑ میں آئمہ مجتہدین، بالخصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ کی تنقیص سے باز آ جاؤ۔ آخر نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اکثرین کے خلاف ہو کر تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے ”میری امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔“

قرأت خلف الامام کے ترک پر اکثریت کا اجماع ہے پس اگر اکثر کے خلاف کرتے ہو تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو (نعوذ باللہ) جھٹلاتے ہو۔ اگر یہ عمل بدعت و گمراہی ہوتا تو اکابرین امت کبھی اس پر جمع نہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ ترک قرأت ہی مطابق سنت و کتاب ہے۔ خدائے عزوجل شعور عطا فرمائے۔ آمین

باب دوم

وہ احادیث مبارکہ جن سے ”امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا“ ثابت ہے

قارئین محترم! اس باب میں آئمہ محدثین سے وہ احادیث نقل کی جا رہی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا مطلقاً ممنوع ہے احادیث درج کرنے سے قبل عرض ہے کہ اکثر کتب زیر نظر رہی ہیں کچھ اصل کتابیں جو میرے پاس موجود نہیں ان کو دوسرے علماء کی کتاب سے نقل کیا ہے اور حوالہ جات کے لئے میں نے موسوعہ اطراف النبویؐ، سعید بن زغلول کی طرف رجوع کیا ہے (واللہ بیہدیٰ ی سبیل الرشاد)

ریث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی علمی تحقیق

(25) حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

من کان له امام فقرأه الامام له قراءة

اس حدیث کو جن محدثین کرام نے تخریج فرمایا ان کے اسمائے گرامی اور کتب حوالہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

تفصیل	مصنف	نام کتاب
جلد سوم، ص 339	امام احمد بن حنبل	(1) مسند احمد
ص 61، مطبوعہ راج الطابع، بکھنو	امام ابو حنیفہ	(2) مسند امام اعظم
ص 97، مطبوعہ پرنسٹی	محمد بن حسن شیبانی	(3) مؤطا امام محمد
جلد 1، ص 331	ابوالمؤید خوارزمی	(4) جامع المسانید
جلد 3، ص 156، دار الفکر - بیروت	علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	(5) درمنثور
جلد 1، ص 377	ابوبکر بن ابی شیبہ	(6) مصنف ابن ابی شیبہ
جلد 1، حدیث نمبر 316، دار الفکر - بیروت	ابن عدی	(7) الکامل فی الضعفاء
جلد 2، ص 160-161 - بیروت	امام بیہقی	(8) السنن الکبریٰ
جلد 2، ص 111	امام بیہقی	(9) مجمع الزوائد
جلد 1، ص 326، 333	علی بن عمر	(10) سنن دارقطنی
جلد 1، ص 217	امام طحاوی	(11) شرح معانی الآثار
جلد 2، ص 136، المکتب الاسلامی	عبدالرزاق ابن حمام	(12) مصنف عبدالرزاق
جلد 2، ص 10، 6، المکتبہ الاسلامیہ	امام زیلعی	(13) نصب الراية
حدیث نمبر 19683، التراث الاسلامی	امام ہندی	(14) کنز العمال
حدیث نمبر 850	ابو عبد اللہ محمد بن ابن ماجہ	(15) سنن ابن ماجہ
جلد 1، ص 232	ابن حجر	(16) تلخیص الجبیر
جلد 2، ص 273، 268، المکتب الاسلامی	البانی	(17) ارداء الغلیل
ص 287 - مکتبہ سلفیہ	ابن ابی حاتم رازی	(18) العلل المتنامیہ
حدیث نمبر 870	ابن قہرانی	(19) تذکرۃ الموضوعات
جلد 1، ص 337، جلد 10، ص 340	خطیب بغدادی	(20) تاریخ بغداد
جلد 2، ص 291 - مکتب اسلامی	المرزی	(21) الاطراف

ان تمام علمائے ربانین نے اپنی اپنی کتب کے اندر اس حدیث مبارک کی تخریج فرمائی ”واللہ وما علیہ“ کے متعلق کافی جرح فرمائی۔ کسی نے اس حدیث کو امام صاحب

سے مرسل لکھا اور کسی نے کہا فقط امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور کسی محدث نے اس کو مرفوعاً روایت نہیں کیا۔ اور کسی نے امام صاحب کو ضعیف کہا۔

لطیفہ عجیبہ:

بندۂ ناچیز کی تحقیق یہ ہے کہ جو احادیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں خواہ وہ صحیح ”علی شرط الشیخین“ ہیں یا علی شرط مسلم ”اکثر آئمہ محدثین نے ان کو کسی نہ کسی طرح ”معلول“ بنانے کی سعی لا حاصل کی ہے۔ جنہوں نے امام صاحب سے روایت کیا وہ بھی ان کے عتاب جرح سے محفوظ نہ رہ سکے۔ خواہ وہ کتنے ہی باوثوق کیوں نہ ہوں جیسا کہ آئندہ مذکورہ احادیث کی سند سے آپ خود اندازہ فرما سکیں گے۔ یہ میری اپنی رائے ہے حتیٰ فیصلہ نہیں اور نہ ہی اس قابل ہوں کہ فیصلہ دے سکوں۔ میری تحقیق کا ثبوت حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے۔ علامہ محمد حسن سنہلی خفی ”تسقیق النظام فی مسند الامام“ میں لکھتے ہیں۔

علامہ محمد حسن سنہلی کی علمی تحقیق

قلت (ومن العجب فی الغایۃ عن الحافظ ان امانا عنده من

الثقات الآئمة کما یشہد به تصانیفه فی الرجال الی

آخرہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی سے نہایت تعجب ہے کہ ان کے نزدیک ہمارے امام صاحب (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) آئمہ ثقات میں سے ہونے کے باوجود، جیسا کہ انہوں نے کتب اسمائے رجال میں ظاہر کیا، انہوں نے (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے) تخریج احادیث زلیعی میں فرمایا۔

(أن الحدیث مشہور من حدیث جابر ولہ طرق عن جماعۃ

من الصحابة کلہا معلولۃ (انتہی)۔ وھکذا اعلہ فی تخریجہ

على الهداية

حدیث مشہور جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے تمام طرق، جو ایک جماعت صحابہ سے مروی ہیں، معلول ہیں اور یہی بات ہدایہ کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے کہی۔

اس کے باوجود حافظ ابن حجر عسقلانی، ضعف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درپے نہیں ہوئے اور تدبر و تفکر کے ساتھ اس حدیث کے طرق میں عمل بھی نہیں کیا خود امام حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الہدی الساری“ مقدمہ فتح الباری میں فرمایا
 من ثمة لم يقبل جرح الجارحين في الامام ابي حنيفة حيث
 جرح بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية
 وبعضهم بقلة رواية الحديث فان هذا كله جرح مالا يخرج
 به الراوى.

اس جگہ امام ابو حنیفہ کے بارے میں کسی جارح کی جرح قبول نہ کی جائے۔ بعض نے کثرت قیاس سے جرح کی، بعض نے قلت معرفت عربی اور بعض نے قلت روایت حدیث کے ساتھ جرح کی۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ راوی پر جرح نہیں کی جاسکتی۔

یہی حافظ ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح بخاری (جلد 2، ص 242) پر لکھتے ہیں۔

من صلى خلف امام فقرأه الامام له قراءة لكنه حديث ضعيف
 عند الحفاظ وقد استوعب طرقه وعلله الدار القطنى وغيره.

حدیث جابر بن عبد اللہ (من صلى خلف الامام آخره) عند الحفاظ ضعیف ہے حفاظ نے اس حدیث کے تمام طرق بھی نقل کئے، دار قطنی اور دیگر نے اس حدیث کو ”معلول“ کہا۔ اور دار قطنی نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔

معلوم ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ضعف امام ابو حنیفہ کو قبول کر لیا ہے کیونکہ آپ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر دار قطنی کا قول پیش کیا ہے۔ اور دار قطنی

نے امام صاحب کو ضعیف کہا۔ لہذا ابن حجر کے نزدیک اس حدیث کا ضعیف ہونا بوجہ ضعف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہے۔ اس ساری تصریح کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ باوجود امام صاحب کو ثقہ و عادل تسلیم کرنے کے آپ کی روایت کو معلول قرار دیتے ہیں۔ اسی بناء پر بندۂ ناچیز نے عرض کیا تھا۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث کو کسی نہ کسی طرح معلول بنانے کی سعی لا حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حدود و تعصب سے بالاتر ہو کر آپ کی احادیث کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعدد طرق

اب اصل کی طرف آتے ہوئے عرض ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث جسے انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، متعدد طرق سے مروی ہے۔ جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خود تسلیم کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اب میں اس حدیث کے جملہ طرق پیش کرتا ہوں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی جن سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مروی ہے۔ یاد رہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث ایک بار فقط حکم پر مقصور ہے یعنی امام کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے۔ اور ایک بار حکم کے ساتھ ساتھ قصہ بھی بیان فرمایا یعنی مقتدی کا امام کے پیچھے نہ پڑنے کی اصل وجہ کیا ہے۔ آئیے اب حدیث مبارک سماعت فرمائیں۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت

(۱) ابو حنیفۃ عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد

بن الہادی عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقرأ

الامام له قرأۃ (جامع المسانید، ابی المویذ محمود خوارزمی)

حضرت امام ابو حنیفہ، موسیٰ بن ابی عائشہ سے اور وہ عبداللہ بن شداد بن حاد سے، وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کا امام ہو (یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو) پس امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے،

راویان حدیث کی ثقاہت

اب ذرا اس حدیث کی سند ملاحظہ فرمائیں۔

- (1) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، وقت کے امام ہیں جن کی ثقاہت مسلمہ ہے۔
 (2) ابو الحسن موسیٰ بن عائشہ مخزومی، صمدانی، کوئی، اکابر تابعین میں سے ہیں ”تقریب“ میں ہے۔ ثقہ، عابد

”تہذیب التہذیب“ میں ہے علی بن مدینی فرماتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، فرماتے تھے سفیان ثوری — موسیٰ بن ابی عائشہ کی تعریف کرتے تھے۔

حمیدی فرماتے ہیں موسیٰ بن ابی عائشہ ”ثقات“ میں سے ہیں۔
 اسحاق بن منصور، ابن معین سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ ”ثقة“ تھے ابن حبان نے بھی انہیں ”ثقات“ میں سے کہا۔ اور یعقوب بن سفیان کوئی کہتے ہیں ”مثمثہ“
 تاریخ کبیر، امام بخاری میں ہے۔ یحییٰ بن قطان فرماتے ہیں سفیان ثوری، موسیٰ بن ابی عائشہ کی تعریف کرتے تھے۔

(3) عبداللہ بن شداد — وہ ابوالولید لیثی مدنی عبداللہ بن شداد ہیں۔
 عجلانی اور خطیب کہتے ہیں عبداللہ بن شداد کبار تابعین اور ان کے ثقات میں سے ہیں۔

ابوزرعہ، نسائی، ابن سعد کہتے ہیں ”ثقة“، یعنی ثقہ ہیں۔
 ابن سلام کہتے ہیں عبداللہ بن شداد عثمانی ہے اور حدیث میں نہایت ثقہ ہے۔
 واقدی کہتے ہیں ”ثقة“ تھے۔ (تہذیب التہذیب، متوفی 81-82)
 اس حدیث مبارک کی سند کے صحت و سقم جاننے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حدیث

علی شرط شیخین ”صحیح“ ہے اب اس پر جرح و تنقید فقط امام ہمام رضی اللہ عنہ کے خلاف حد و تعصب کے سوا کچھ اور چیز نہیں۔

علامہ ابوالموید محمود خوارزمی فرماتے ہیں ابو محمد بخاری نے یہ حدیث ایک جماعت سے نقل کی ہے۔

(i) عمر بن محمد العقری (ii) جعفر بن عون (iii) خارجہ بن مصعب

(iv) خالد بن سلمان (v) خلف بن یاسین الزیات (vi) عبداللہ بن زبیر

یعنی یہ تمام محدثین ”حدثا عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ“ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت

(26) ابو حنیفہ عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد الہاد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ أن رجلاً قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظهر أو العصر وأومی الیہ رجل فنهاہ فلما انصرف قال أتنہانی أن أقرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکر ذلک حتی سمع النبی صلی اللہ علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فقرأ الامام له قراءة (جامع المسانید)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ظہر یا عصر میں ایک شخص نے قرأت کی تو دوسرے نے اسے اشارہ کرتے ہوئے پڑھنے سے روکا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو قرأت کرنے والے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے روکتا ہے؟ اس بات پر دونوں میں ٹکرا رہو گئی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سن لیا۔ اور فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری

أخرجه الحافظ طلحة بن محمد في مسنده عن صالح بن أبي
مقاتل عن إبراهيم بن عثمان البلقي عن مكي بن إبراهيم عن
أبي حنيفة (مثله)

موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے قیسری روایت

(27) أبو حنيفة عن موسى ابن أبي عائشة عن عبدالله بن شداد
بن الهناد عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال صلى رسول
الله صلى الله عليه وسلم بالناس فقرا رجل خلفه فلما قضى
الصلاة قال ابيكم قرا أحلفني ثلاث مرات فقال رجل انا
بارس رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال من صلى خلف الامام
فان قرأ الامام قرأ له.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو فرمایا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرأت کی (آپ
نے یہ الفاظ تین مرتبہ و ہرائے) ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ
وسلم) میں نے قرأت کی ہے تو آپ جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص امام
کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

أخرجه أبو محمد البخاري عن قبصة بن قبصة عن الفضل الطبري عن
أحمد بن علي بن موسى الطرسوسي عن عبدالله بن حميد
عن أبي حنيفة رضي الله عنه.

قیسری روایت

(28) أبو حنيفة عن أبي الحسن موسى ابن أبي عائشة عن أبي

الوليد عبدالله بن شداد عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه.
 قال انصرف النبي صلى الله عليه وسلم من صلوة الظهر أو
 العصر فقال من قرأ منكم سبح اسم ربك الاعلى فسكت
 القوم حتى سأل عن ذلك مرارا فقال رجل من القوم أنا
 يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد رأيتك تنازعني أو
 تخالجنى القرآن. (جامع المسانيد)

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں

(من صلى خلف الامام — الى آخر الحديث السابق)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر یا عصر
 پڑھ کر فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم میں سے کس آدمی نے
 (سبح اسم ربك الاعلى) کی تلاوت کی ہے۔ لوگ خاموش رہے یہاں تک کہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تو ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ
 وسلم)! میں نے پڑھا ہے، ارشاد فرمایا تو نے قرآن پاک پڑھنے میں مجھے اضطراب
 و خلجان میں ڈال دیا ہے۔

أخرجه ابو محمد البخارى عن احمد بن محمد عن جعفر بن
 محمد عن ابيه عن عبدالله بن الزبير عن ابي حنيفة رضى الله
 عنه

چوتھی روایت

(29) عن محمد بن الفضل وسليم بن مسلم عن ابي حنيفة
 عن موسى ابن ابي عائشه عن عبدالله بن جابر قال صلى
 رسول الله صلى الله عليه وسلم بالناس — الى آخر
 الحديث — في آخره — نهاه عن ذلك (مسند امام اعظم رضى الله
 عنه)

اس حدیث کا ترجمہ ”حدیث نمبر 27“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

پانچویں روایت

(30) أخرجه أبو عبد الله حاكم قال حدثنا أبو محمد بن بكر بن محمد بن حمدان الصيرفي حدثنا عبد الصمد بن الفضل البلخي حدثنا مكي بن ابراهيم عن ابي حنيفة عن موسى ابن ابي عائشه عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله. أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى ورجل خلفه يقرأ فجعل رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينهأه عن القراءة في الصلوة فلما انصرف أقبل عليه الرجل قال أتنهاني عن القراءة خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى ذكرا للنبي صلى الله عليه وسلم فقال صلى الله عليه وسلم من صلى خلف امام فان قراءة الامام له قراءة

(بحوالہ تفسیر روح المعانی - جز 9، ص 101)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت شروع کر دی، اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے اُسے پڑھنے سے منع کیا جب نماز ختم ہو گئی، قرأت کرنے والا روکنے والے کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ دونوں کے درمیان اس بات پر جھگڑا ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی بے شک امام کا پڑھنا ہی مستثنیٰ کا پڑھنا ہے۔

چھٹی روایت

(31) قال محمد أخبرنا أبو حنيفة قال حدثنا أبو الحسن

موسى بن ابی عائشه عن عبد الله بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قرأ الامام قرأۃ لہ (موطا امام محمد)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ ارشاد فرمایا جس آدمی نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کا قرأت کرنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی اس کے حاشیہ ”تعلیق المجد علی موطا الامام محمد“ پر فرماتے ہیں۔

یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور امام محمد کا طریقہ احسن الطریق میں سے ہے۔ ابن ہمام نے اس حدیث پر ”علی شرط شیخین“ صحیح ہونے کا حکم لگایا۔

(32) قال محمد حدثنا الشیخ ابو علی قال حدثنا محمود بن محمد المروزی قال حدثنا سہل بن العباس الترمذی قال أخبرنا اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن ابن الزبیر عن جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرأ الامام قرأۃ لہ

(موطا امام محمد)

اس حدیث کا ترجمہ مثل سابق ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں اسماعیل سے لے کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک اس سند کے سارے رجال ثقہ ہیں۔

ساتویں روایت

(33) قال محمد أخبرنا اسرائیل حدثنی موسی بن ابی عائشه عن عبد الله بن شداد بن الھاد قال أم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزۃ الذی یلیہ فلما أن صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قد امك فكرهت أن تقرأ خلفه فسمعه النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له قرأة

(موطا امام محمد)

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ بن شداد الہادی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔ سند کے اعتبار سے یہ جید ہے اور ہمارے نزدیک مرسل بھی قابل حجت ہے۔ اس کے علاوہ جملہ احادیث اس سے قبل جو نقل کی گئی ہیں سب کی سب مرفوع ہیں۔

آٹھویں روایت

(34) أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنبا أبو بكر بن محمد بن حمدان الصيرفي ثنا عبد الصمد بن المغفل البلخي ثنا مكي بن ابراهيم عن ابي حنيفة عن موسى بن ابي عائشه عن عبد الله بن شداد الهادي عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه صلى وكان من خلفه يقرأ --- الى آخر الحديث كما سبق

اس حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر 30 کے ترجمے کی مثل ہے جو پہلے درج ہے۔ حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں۔

هكذا رواه جماعة عن ابي حنيفة موصولا امام بیہقی فرماتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کو ایک جماعت نے ابو حنیفہ سے موصلاً روایت کیا ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی)

نوویں روایت

(35) أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنبا أبو محمد الحسن بن حليم الصائغ الشقة (بمرو) من اصل كتابه كتاب الصلوة

لعبدالله بن المبارك أنبا ابوالموجه أنبانا عبدان بن عثمان أنبا
عبدالله بن المبارك أنبا سفيان و شعبه و ابو حنيفه عن موسى
بن ابي عائشه عن عبدالله بن شداد الهاد قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من كان له امام فأن قرأه الامام له قرأه

(السنن الکبریٰ للبیہقی)

اس حدیث کا ترجمہ گزر چکا ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد امام
بیہقی فرماتے ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کو علی بن حسن بن شقیق نے عبد اللہ بن مبارک سے روایت
کیا اور اس کے علاوہ دوسروں نے سفیان بن سعید ثوری اور شعبہ بن حجاج سے
روایت کیا۔ اسی طرح اس حدیث کو منصور بن معتمر و سفیان بن عیینہ و اسرائیل بن
یونس و ابو عولس و ابوالاخوص و جریر بن حمید اللہ اور کئی دوسرے ثقہ لوگوں نے اس حدیث
کی روایت کی اور حسن بن عمارہ نے بطریق موسیٰ موصولاً روایت کیا۔

علامہ بیہقی کی تصریح سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث مرسل مروی ہے۔ سوائے حسن
بن عمارہ کے، اولاً تو حدیث مرسل اکثرین کے نزدیک قابل حجت ہے۔

ثانیاً: انہی حضرات سے کچھ صفحہ جات کے بعد آپ اس حدیث کو موصولاً بھی
سماعت فرمائیں گے جب موصولاً ہو تو حدیث کا ارسال صحت حدیث کے منافی نہیں۔

سنن کبریٰ سے روایت

(36) أخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد

بن يعقوب ثنا العباس بن محمد الدوري ثنا يحيى بن بكير

اسحاق بن منصور السلولي قال حدثنا الحسن بن صالح بن

حفيظ عن جابر و ليث بن ابي سليم عن ابي الزبير عن جابر

رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان

له امام فقرأه الامام له قرأه. (السنن الکبریٰ للبیہقی)

ترجمہ آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں اس حدیث میں دو راوی، جابر بن یزید جعفی اور لیث بن ابی سلیم قابل حجت نہیں۔ اس کے جواب میں مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث پیش خدمت ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ سے روایت

(37) حدثنا مالک ابن اسماعیل عن حسن بن صالح عن

ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل

من كان له امام فقرأه الامام له قراءة (مصنف ابن ابی شیبہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو امام کی اقتداء میں ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

معلوم ہوا حسن بن صالح نے بلا واسطہ جابر ولیث، ابوزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، روایت کی۔ حسن بن صالح کی ابوزبیر سے سماعت ممکن ہے۔ تمام علمائے اسمائے رجال کے نزدیک ابوزبیر 128ھ میں فوت ہوئے اور حسن بن صالح 100ھ میں پیدا ہوئے اور 167ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس لحاظ سے ابوزبیر کی وفات کے وقت حسن بن صالح کی عمر 28 سال تھی۔ ویسے بھی جمہور کا مذہب ہے کہ اگر کسی شخص سے اس کی ملاقات ممکن ہو اس سے روایت کی جائے اور اس کی روایت کو محمول علی الاتصال تصور کیا جائے۔

لہذا یہ حدیث صحیح ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ لہذا جو ضعف جابر ولیث کی وجہ سے تھا، ختم ہو گیا۔ ممکن ہے ایک دفعہ حسن بن صالح نے بلا واسطہ جابر ولیث روایت کیا ہو اور ایک بار بلا واسطہ ابوزبیر۔۔۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے علاوہ بھی محدثین حسن بن صالح سے بلا واسطہ جابر ولیث روایت کرتے ہیں۔

عبد بن حمید نے بطریق ابونعیم اس طرح روایت کی۔

ایک روایت بحوالہ تفسیر روح المعانی

(38) رواہ عبد بن حمید قال حدثنا أبو نعیم حدثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة (الأطراف للمزی' ج 2' ص 291 --- روح المعانی) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح نقل کیا۔

(39) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء أسود بن عامر أنا حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من كان له امام فقرأته له قراءة.

(مسند احمد' ج 3' ص 339)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے بھی اس حدیث کو حسن بن صالح سے بلا واسطہ جابر جعفی ولیث بن ابی سلیم --- ابو زبیر سے روایت کیا ہے۔

حدیث شریف اصحاب جرح و تعدیل کی نظر میں

اب ذرا اصحاب نقد کی نظر میں اس حدیث کی سند پر کھتے ہیں۔

(i) اسود بن عامر شاذان ابو عبد الرحمن شامی نزیل بغداد (متوفی 208 ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے ترجمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

”ابن معین کا قول ہے ”لابأس به“ --- ابن مدینی کا کہنا ہے ”ثقة“ ابو حاتم کہتے

ہیں ”صدوق صالح“ --- ابن معین کا قول ہے ”صالح الحديث“ --- ابن حبان

نے اسے ثقافت میں ذکر کیا۔ (تہذیب التہذیب)

(ii) حسن بن صالح بن صالح بن حمی (متوفی 169 ھ)

امام احمد فرماتے ہیں --- ”ثقة“ ابراہیم ابن جنید نے بھی سے ”ثقة مأمون“ کہا۔

ابوزرہ کا کہنا ہے۔ حسن بن صالح میں تمام عادات جمع ہیں۔ اتقان فقہ عبادت و

ابو حاتم کا قول ہے۔۔۔ ثقہ حافظ متقن۔۔۔ اور نسائی نے کہا ”ثقہ“ ابو نعیم کہتے ہیں ہمیں حسن بن صالح نے حدیث بیان کی ورع اور تقویٰ میں وہ امام ثوری سے کم نہیں۔ (مزید کہتے ہیں) میں نے آٹھ سو محدثین سے حدیث لکھی مگر کسی کو حسن بن صالح سے افضل نہیں پایا۔

ابن عدی کا کہنا ہے میں نے اس سے کوئی ایسی حدیث منکر نہیں پائی جو مقدار سے متجاوز ہو اور وہ میرے نزدیک اہل صدق میں سے ہیں۔
امام عجل کہتے ہیں۔

كان حسن الفقه من أستاذ الثوري ثقة 'ثبنا' متعبدا'
ابن حبان کہتے ہیں:

حسن بن صالح ایک فقیہ اور پرہیزگار شخص تھے۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ آپ عابد اور فقیہ ہیں اور آپ کی احادیث صحیح ہیں۔ ابن معین کا کہنا ہے۔ ”ھو ثقہ“ یعنی وہ ثقہ ہیں۔

دارقطنی کا قول ہے۔ ثقہ عابد

عبدہ بن سلمان کہتے ہیں ”میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب دینے سے حیا فرمائے گا۔“ (تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال)

(iii) محمد بن مسلم بن مدرس ابوالزیر کی (متوفی 128 / 126 ھ)

محمد بن غیلان نے ابوداؤد سے کہا

شعبہ بن حجاج کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں ابوالزیر کی ملاقات سے زیادہ محبوب اور کوئی نہیں حتیٰ کہ شعبہ نے آپ سے ملاقات کی۔

نسائی نے آپ کو ”ثقہ“ کہا۔

ابن عدی کہتے ہیں امام مالک نے ابوالزیر سے احادیث روایت کی ہیں اور ابوالزیر کی سچائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام مالک نے اس سے حدیث روایت

کی کیونکہ امام مالک صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔

ابن مہان نے آپ کو ثقات سے شمار کیا۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں میں نے ابن مدینی سے ابوالثریر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا:

”ان کی ثقاہت ثابت شدہ ہے۔“ (تہذیب الاحادیث)

اس حدیث کی سند پر ناقدانہ نظر ڈالنے کے بعد ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح متصل ہے۔ حسن بن صالح کا ابوالثریر سے سماع ثابت ہے۔ یحییٰ وجہ ہے کہ وہ ایک بار ابوالثریر سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں اور دوسری مرتبہ جابر ولیف کے واسطے سے۔ اس لئے امام بخاری کا اس حدیث کو ضعیف کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی سند کے ساتھ اکثر محدثین نے یہ روایت بیان کی ہے۔ صرف ایک سند دیکھ کر اس پر ضعیف کا حکم لگانا صحیح نہیں۔ اکثر محدثین نے امام بخاری کی روایت کردہ اس حدیث کو بہتر سند سے روایت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں ضعف کا کوئی احتمال نہیں۔

عبدالرزاق بن حمام نے مصنف میں اسے مرسل روایت کیا۔ مگر مرسل ہمارے نزدیک قابل حجت ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں سے واضح ہے۔

مصنف عبدالرزاق سے روایت

(40) عبدالرزاق عن الثوری عن ابن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد الہادی الشی قال صلی اللہ علیہ وسلم الظہر والعصر فحمل رجل بقرا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجل بنہاء فلما صلی قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت أقرأ وکان هذا ینہانی فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فإن قرأہ الامام لہ قرأہ

(مصنف عبدالرزاق)

شداد بن ہادی (بلا ذکر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ) مرسل فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت شروع کر دی کسی دوسرے نے اسے پڑھنے سے منع کیا۔ پس جب اُس نے نماز ختم کر لی تو بارگاہِ نبوت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قرأت کر رہا تھا تو اس شخص نے مجھے قرأت سے روکا۔ (اس پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو بے شک امام کا پڑھنا ہی اُس کا پڑھنا ہے۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ حدیث مرسل مروی ہے۔

(41) حدثنا شریک وجریب عن موسی بن ابی موسی عن

عبد اللہ بن شداد الہادی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من كانہ لہ امام فقرأ الامام لہ قراءة (مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ آپ گزشتہ احادیث کے تحت سماعت فرما چکے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث مسند او مرسل دونوں طرح سے مروی ہے لہذا جب یہ حدیث مرفوع طور پر بھی مروی ہے تو مرسل بھی قابلِ حجت ہے۔

حدیث مرسل قابلِ حجت ہے

محمی الدین ابوزکریا نووی شافعی مقدمہ مسلم شریف میں لکھتے ہیں:

ومذہب مالک و ابی حنیفہ و أحمد و اکثر الفقہاء انہ

یحتج بہ ومذہب الشافعی انہ اذا انضم الی الرسل ما یعضدہ

احتج بہ وذلك بأن ایضاً مسنداً او مرسلان من جهة أخرى او

یعمل بہ بعض الصحابة أو اکثر العلماء. (مقدمہ نووی ص 17)

امام مالک و ابو حنیفہ و احمد رضی اللہ عنہم اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مرسل قابلِ حجت ہے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب حدیث مرسل کا معاضد ہو تو قابلِ حجت ہے (اور امام نووی نے معاضد کی تعریف اس طرح کی ہے) کہ یہ حدیث ایضاً مسند ہو یا دوسری جہت سے مرسل روایت کی گئی ہو یا بعض صحابہ رضی اللہ

عنہم یا اکثر علماء کا اس پر عمل ہو۔

حدیث مرسل کی اس تعریف سے واضح ہوا کہ یہ حدیث مبارک قابل حجت و عمل ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ سنداً مروی ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں منقول ہے۔ مثلاً امام محمد پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما، ابو عبد اللہ حاکم اور امام احمد وغیرہم اکثر علمائے محدثین نے اس سند کے ساتھ مرفوعاً اس حدیث کو تخریج فرمایا۔ انشاء اللہ اس کے بعد مرفوعاً اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ بطرق متعددہ پیش کروں گا۔

دوم: اس پر اکثر صحابہ کرام اور علمائے کرام کا عمل ہے اور اکثرین کا بھی یہی معمول ہے لہذا یہ حدیث مبارک بقول امام نووی شافعی قابل حجت ہے کیونکہ اس حدیث کے قابل حجت ہونے کی تمام شرائط اس میں موجود ہیں۔

دارقطنی، بیہقی اور ابن عدی کا کہنا ہے صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لئے کہ حفاظ محدثین مثلاً 'سفیان ثوری' سفیان بن عیینہ، ابوالاحوص، شعبہ بن حجاج، اسرائیل اور شریک و جریر اور ابوالزبیر و عبد بن حمید اور دوسرے علمائے محدثین نے اس حدیث کو "موسیٰ بن ابی عائشہ عن شداد بن الہاد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے حوالے سے مرسل روایت کیا ہے۔ اور ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو مرسل روایت کیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اس سے قبل امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح بغور مطالعہ فرمائیں وہ شافعی المذہب ہیں۔ انہوں نے مرسل کے قابل حجت ہونے کی جو شرائط بیان فرمائیں یہ حدیث ان شرائط پر پوری اترتی ہے لہذا یہ حدیث سب کے نزدیک قابل حجت ہے تو پھر اس حدیث پر اعتراض کیسا؟

امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ روایت

(42) حدثنا احمد بن عبد الرحمن قال حدثني عمي عبد الله

بن وهب قال أخبرني الليث عن يعقوب عن النعمان عن

موسى بن عائشه عن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ ان
النبي صلى اللہ علیہ وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له
قراءة (شرح معانی الآثار للطحاوی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(43) ابو بکرۃ حدثنا قال ثنا ابو أحمد قال ثنا اسرائيل عن
موسى بن ابی عائشه عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن رجل
من اهل البصرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من كان له
امام فقرأه الامام له قراءة.

محمد بن منیع اپنی مسند میں اسی سند سے اس حدیث مبارک کی تخریج فرماتے ہیں۔

(44) أخبرنا اسحاق الازرق عن سفيان وشريك عن موسى
بن ابی عائشه عن شداد بن الھاد عن جابر بن عبد اللہ ان النبي
صلى اللہ علیہ وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة
(بحوالہ تنسيق النظام، تفسير روح المعانی، تفسير مظہری)

ترجمہ مثل سابق حدیث ہے۔

قارئین محترم! محدث کبیر دارقطنی نے اس حدیث کے ماتحت ارشاد فرمایا کہ
حدیث جابر بن عبد اللہ کو سوائے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے مرفوعاً
روایت نہیں کیا۔

یہ احادیث مبارکہ جو اوپر منقول ہیں، ذرا غور سے مطالعہ فرمائیں کیا امام ابو حنیفہ
کے علاوہ بھی منقول ہیں یا نہیں؟

جس سند کے ساتھ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
سے مرفوعاً اس حدیث کو روایت فرمایا اس سند کے ساتھ سفیان ثوری، شریک اور
اسرائیل بھی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں۔ اور دارقطنی، بیہقی اور ابن عدی

کا قول کہ آئمہ محدثین نے اس حدیث کو مرسل روایت کیا لیکن انہی محدثین سے اس حدیث کا مرفوعاً مروی ہونا ثابت ہے۔

مسند امام اعظم، موطا امام محمد، سنن کبریٰ بیہقی، حافظ ابو عبد اللہ حاکم، مسند ابن منیع، جامع السانید اور شرح معانی الآثار للطحاوی جیسی کتب میں اسی سند کے ساتھ حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے۔ لہذا اس حدیث کے مرفوعاً ہونے کا انکار کرنا، امانت و دیانت کے خلاف ہے۔ اور پھر یہ حدیث بطریق حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی مرفوعاً مروی ہے۔

روایات بطریق ”حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن عبد اللہ بن جابر مرفوعاً“

اب حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بطریق ”حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن عبد اللہ بن جابر مرفوعاً“ پر کچھ گفتگو کرتے ہیں۔ اس سے قبل حدیث نمبر 36، 37، 38 پر اس حدیث کے متعلق بیان کیا گیا۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری) نے مصنف میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور عبد بن حمید نے حافظ البوعین سے مرفوعاً روایت کیا۔

حدیث مبارک کے الفاظ وہی ہیں جنہیں امام ابو حنیفہ وغیرہ نے روایت کیا یعنی
”من كان له امام فقرأه الامام له فقرأه“

پس یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(45) حدثنا ابو اميه قال ثنا اسحاق بن منصور السلولي قال ثنا

الحسن بن صالح عن جابر وليث عن ابن الزبير عن جابر بن

عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صلى

خلف الامام فان قرأه الامام قرأه له. (طحاوی شریف)

جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت

ہے۔

(46) حدثنا ابن ابی داود وفهد قالا حدثنا أحمد بن عبد الله بن

یونس قال حدثنا الحسن بن صالح عن جابر یعنی الجعفی عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرأته له قرأه. (طحاوی شریف) ترجمہ مثل سابق حدیث شریف ہے۔

(47) أخبرنا محمد بن عبد اللہ الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا عباس بن محمد الدوری ثنا یحییٰ بن بکیر واسحاق بن منصور السلولی قالا حدثنا الحسن بن صالح بن حی عن جابر و لیث بن ابی سلیم عن الزبیر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقرأه الامام له قرأه.

(سنن کبریٰ للبیہقی)

جس شخص کا امام ہو پس امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ماتحت امام بیہقی لکھتے ہیں جابر بن یزید جعفی اور لیث بن ابی سلیم قابل حجت نہیں کیونکہ یہ ضعیف ہیں اس کا جواب انشاء اللہ اس حدیث کے مابعد حدیث میں آئے گا۔

روایات بحوالہ ”ابن الزبیر عن جابر بن عبد اللہ“

(48) أخرج الطبرانی فی الاوسط والدارقطنی بطریق سهل

بن عباس عن ابن علیہ عن ایوب عن ابن الزبیر عن جابر بن

عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام

فقرأه الامام له قرأه. (طبرانی، دارقطنی)

معنی مثل سابق حدیث ہے۔

دارقطنی نے حسب عادت کہا، یہ حدیث معلول ہے۔

اس طرح اس حدیث کو ابن عدی اور ابن ماجہ نے تخریج فرمایا اور ابن ماجہ نے

لیث بن ابی سلیم کا ذکر نہیں کیا۔

(49) أخرج الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی فی سننه

والطحاوی فی شرح معانی الآثار وابن عدی فی الکامل

بطریق محمد عن ابی علی عن محمود عن سهل عن ایوب

عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ

وسلم قال من کان له امام فقرأه الامام له قراءة.

یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

دار قطنی نے غرائب مالک میں ”من طریق مالک“ اس حدیث کو روایت کیا۔

(50) عن مالک عن وهب بن کيسان عن ابن الزبیر عن

عبد اللہ بن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من کان

له امام فقرأه الامام له قراءة.

ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔

(51) أخرجه الدار قطنی فی سننه والبيهقی من طریق ابی

حنيفة مع الحسن بن عمارة تارة وعن الحسن وحده أخرى

يسنده عن جابر مرفوعاً

یعنی اس حدیث کو دار قطنی اور بیہقی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مع حسن بن

عمارہ ایک دفعہ اور فقط حسن بن عمارہ سے دوسری بار تخریج کیا۔

دار قطنی نے کہا کہ حدیث جابر بن عبد اللہ کو مسنداً سوائے امام ابو حنیفہ کسی اور نے

روایت نہیں کیا۔

دار قطنی نے کہا یہ دونوں یعنی امام ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ ضعیف ہیں۔

قارئین کرام: اس حدیث مبارک کے جملہ طرق آپ کی خدمت میں پیش کر

دیئے ہیں کہ ”من کان له امام فقرأه الامام له قراءة“ مرفوعاً مروی ہے یعنی

حدیث صحیح ہے بلکہ صاحب روح المعانی سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ

حدیثِ اصحٰ ہے ان احادیث سے جو ان کے خلاف مروی ہیں۔

دارِ قطنی کا اعتراض اور اس کا جواب

اب رہا دارِ قطنی کا اعتراض کہ جابر بن یزید بھی اور لیث بن سلیم ضعیف ہیں اور امام ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ بھی ضعیف ہیں اس کا جواب علماء نے یوں دیا ہے۔

(i) جابر بن یزید بن حارث بن عبد یغوثؓ بھی ابو عبد اللہ (متوفی 128ھ) سفیان ثوری کہتے ہیں حدیث میں اُروع میں نے جابر بھی سے اور کوئی نہیں دیکھا۔ شعبہ بن حجاج کہتے ہیں ”صدوق فی الحدیث“

وکج کا کہنا ہے ”وہ ثقہ ہیں“

ابن عبدالحکم کہتے ہیں۔

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ سے سنا، فرماتے تھے سفیان ثوری نے شعبہ بن حجاج سے کہا اگر تو نے جابر بھی کے خلاف کوئی کلام کیا تو میں ضرور تجھ میں کلام کروں گا۔ معلوم ہوا سفیان، شعبہ اور وکج نے جابر بن یزید کی توثیق کی ہے۔

(تہذیب الہندیہ، میزان الاعتدال)

(ii) لیث بن ابی سلیم (متوفی 143ھ)

آجری، ابو داؤد سے اور وہ احمد بن یونس سے، وہ فضل بن عباس سے کہتے ہیں

”کان لیث أعلم اهل الكوفة بالمناسک“

یحییٰ بن معین کہتے ہیں ”لابأس به“

ابن عدی کہتے ہیں ”له أحادیث صالحة“

اور شعبہ اور سفیان ثوری نے اس سے روایت کی۔ برقانی کہتے ہیں میں نے دارِ قطنی سے اس کے متعلق سوال کیا۔ دارِ قطنی نے کہا صاحب سنۃ ییخرج احادیثہ۔

عبدالوارث کہتے ہیں۔

”کان من أوعية العلم“ اور لیث بن ابی سلیم کے ثقہ ہونے کے لئے یہی کافی

ہے کہ شعبہ بن حجاج نے اس سے حدیث بیان کی۔

کتب اسمائے رجال سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں حضرات یعنی جابر بن یزید اور لیث بن ابی سلیم ثقہ ہیں اور بعض علماء نے یہاں تک کہا کہ ضعف کے باوجود لیث بن ابی سلیم کی احادیث تخریج کی جائیں۔ پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے ثابت ہوا کہ خود دارقطنی اور ابن عدی نے ان احادیث کی تخریج و کتابت کو صحیح کہا۔

اب ان دو حضرات (جابر بن یزید اور لیث بن ابی سلیم) پر اعتماد کرنا چاہئے اور صرف اس لئے ان کو ضعیف نہیں کہہ دینا چاہئے کہ ان کے واسطے سے منقول حدیث مذہب ابو حنیفہ کی مؤید ہے۔

اور یہ حدیث حسن بن صالح سے بلا ذکر جابر و لیث بسند جید مروی ہے جس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام احمد بن حنبل اور حافظ ابو نعیم نے تخریج فرمایا۔ دیکھیں حدیث نمبر 37, 38, 39۔

لہذا اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت ہے اور یہ صحیح ہے۔
دارقطنی کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہنا کیسا ہے؟ ذرا ملاحظہ ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حاسدین

نسائی، ابن عدی اور دارقطنی، ابن جوزی وغیرہم نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف لکھا ہے میزان الاعتدال میں ہے ضعفه من جهة حفظه.

الکاشف کی وضاحت

نسائی، ابن عدی وغیرہم ”الکاشف“ میں ترجمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (ابو یوسف محمد وابونعیم والمقری آخرت سیرۃ فی مولف) کے ماتحت لکھتے ہیں:

رأی أنس بن مالک وسمع عطاء و نافع و عكرمة و عند ابو یوسف و محمد و ابو نعیم و المقری أفردت سيرته فی مؤلف

یعنی امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور عطاء و نافع اور عکرمہ سے سنا ہے۔ آپ سے امام ابو یوسف محمد وابونعیم اور مقری نے روایت کیا اور آپ کی سیرت پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

كان اماماً ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، كبير الشأن

(الکاشف، ج 3، ص 181 — میزان الاعتدال، ج 4، ص 225)

ایک شبہ

امام قرطبی صاحب تفسیر حدیث ”من كان له امام“ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ ضعیف ہیں۔ دارقطنی نے بھی حدیث امام اعظم اور حسن بن عمارہ کے

ماتحت لکھا کہ یہ دونوں ضعیف ہیں۔ اسی طرح نسائی اور خطیب بغدادی نے بھی ارقام کیا۔

الشیخ الحافظ مولانا محمد حسن بن محمد ظہور الحسن سنہلی حنفی (متوفی 1305ھ) نے ”تسبیح النظام فی مسند امام“ میں اس کا نہایت مدلل ولا جواب، جواب ارشاد فرمایا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ واللہ یھدی الی سبیل الرشاد

صاحب تسبیح النظام کا مدلل جواب

”آئمہ محدثین میں سے ایک جماعت نے آپ کی توثیق فرمائی۔ عباس بن محمد دوری نے یحییٰ بن معین سے روایت کیا، فرماتے ہیں ہمارے اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں پر تفریط سے کام لیتے ہیں یحییٰ بن معین سے سوال کیا گیا، کیا ابوحنیفہ متہم بالکذب تھے یحییٰ بن معین نے جواب میں فرمایا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نجات و شرافت اور فضیلت کے اعتبار سے، اس (تہمت) سے بہت دور تھے۔

محمد بن حسین موصلی الحافظ نے اپنی کتاب (الضعفاء) کے آخر میں آپ کا ذکر فرمایا اور کہا۔

یحییٰ بن معین نے کہا

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ وکیع بن جراح پر اپنے آپ کو اقدم سمجھتا ہو۔ اس کے باوجود وکیع بن جراح، حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اور آپ کی تمام احادیث کے حافظ تھے۔ اور وکیع بن جراح نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بکثرت احادیث سنیں۔

یحییٰ بن معین سے سوال کیا گیا کہ اے ابو زکریا! کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ حدیث میں مصدق تھے۔ فرمایا ہاں! امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (مصدق فی الحدیث)

تھے۔ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا ان اماموں میں سے آپ کو زیادہ پسند کون سا امام ہے؟ امام شافعی، امام ابو حنیفہ یا قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اجمعین؟ آپ نے فرمایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، میں اس کی روایت حدیث کو پسند نہیں کرتا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک صالح جماعت نے حدیث روایت کی۔ جبکہ امام ابو یوسف قاضی اہل کذب میں سے نہیں تھے۔

حسن بن علی حلوائی فرماتے ہیں شاہ بن سواد نے کہا، شعبہ بن جاج آپ کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔ ابن مدینی فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشیم، کعب بن جراح، عباد بن عوام، جعفر بن عون نے روایت کی۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ تھے آپ کی روایت لینے میں کچھ حرج نہیں۔

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں بہت دفعہ ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو اچھا سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ میں نے امام ابو یوسف قاضی سے جامع صغیرنی، اس قول کو امام ازدی نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ ---- ایک عظیم امام

ابن البر "کتاب العلم" میں فرماتے ہیں۔

مجھے عبد اللہ بن محمد بن یوسف نے بتایا، اس نے ابن رحمون سے سنا، ابن رحمون فرماتے ہیں میں نے محمد بن بکر بن واسرہ سے، وہ کہتے ہیں میں نے ابو داؤد سلیمان بن اشعث جستانی سے سنا وہ فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ امام مالک پر رحم فرمائے وہ ایک امام تھے۔ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ امام شافعی پر وہ ایک امام تھے، اور امام ابو حنیفہ پر رحم فرمائے وہ ایک امام تھے

امام حافظ شمس الدین محمد بن العلاء بابلی شافعی سے روایت فرماتے ہیں جب ہم سے آئمہ میں سے افضل کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں امام ابو حنیفہ

رضی اللہ عنہ سب اماموں سے افضل ہیں۔

جرح کا اصول

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ اس باب میں صحیح یہی ہے کہ جس شخص کی عدالت ظاہر ہو، علم میں امامت ثابت ہو، جس کی ثقاہت اور علم سے محبت بین و واضح ہو ایسے شخص میں مطلقاً کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر وہ (جرح کرنے والا) اس کی جرح میں گواہ عادل پیش کرے تو پھر بطریق شہادت اس پر جرح صحیح ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔ ”اصحاب حدیث نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ذم میں زیادتی کی ہے اور حد سے زیادہ تجاوز کیا ہے۔ ابن عبد البر نے اس باب میں نہایت طویل کلام فرمایا اور کہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، ان کی تمام خود ساختہ باتوں سے مبرا ہیں۔ اور اقویٰ تعدیل کے ساتھ آپ کی توثیق فرمائی۔

امام عینی ”بنایہ“ میں فرماتے ہیں۔

یحییٰ بن معین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کئے گئے تو فرمایا ”ثقتہ ہیں“ میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تضعیف کی ہو۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ -- صدوق فی الحدیث

شعبہ بن حجاج لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے، اہل صدق میں سے تھے متہم بالکذب نہیں تھے اور وہ اللہ کے دین پر مامون تھے۔ صدوق فی الحدیث تھے۔ آئمہ کبار میں سے ایک جماعت نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی مثلاً عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، اعمش، سفیان ثوری، عبد الرزاق، مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ کثیر تعداد میں آئمہ کبار۔

شیخ حافظ محمد حسن سنہلی حنفی، اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ان دلائل قاطعہ و ساطعہ سے دارقطنی کا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر ظلم و زیادتی اور

اُن سے تعصب فاسد ظاہر ہو گیا۔ دارقطنی نے امام صاحب کی تضعیف نجانے کہاں سے اُخذ کی جس سے وہ ضعف کے مستحق ٹھہرے۔ اور حال یہ ہے کہ خود دارقطنی نے اپنے ”سنن“ میں احادیث سقیمہ، معلولہ، منکرہ، غریبہ اور موضوعہ تک روایت کی ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

حسن ادب

اذلم ينالوا شانہ و وقار
فالقوم اعداء له و خصوم
جب لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان و وقار کو نہ پہنچ سکے تو سب کے سب آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کے خصم بن گئے۔
وفى المثل السائر البحر لا يكدره وقوع الذباب ولا ينجسه ولوغ الكلاب
یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایک جاری سمندر کی مانند ہیں۔ مکیوں کا اس سمندر میں گر جانا اسے مکر نہیں کرتا اور کتوں کا چائنا اسے نجس و ناپاک نہیں کر سکتا۔
”عقود الجواهر“ کے مقدمہ میں اس طرح ہے۔

حسدوا الفتى اذلم ينالوا سعيه
فالناس اعداء له و خصوم
(خيرات الحسان، ص 200)
جب لوگ نوجوان کے مقام و رتبہ تک نہیں پہنچ پاتے تو اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

پس حدیث ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث صحیح ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو امام عالی شان ہیں۔ آپ کا شمار رجال صحیحین میں سے ہے اور عبد اللہ بن شداد تیسرے طبقہ کے ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔
مولانا محمد حسن فرماتے ہیں۔

”میں کہتا ہوں ان جیسے متعصبین کے تعصب نے دین کو منہدم کر دیا، ثقہ اور عادل لوگوں کو ضعیف بناتے ہیں۔ جبکہ مجروحین و متروکین کو ثقاہت کا شرف کیٹ دیتے ہیں، ضعفاء و مجاہل اور مقدوحین کو سند تعدیل سے نوازتے ہیں۔“

فان كنت لاتدرى فتلک مصیبة وان كنت تدرى فالمصیبة اعظم
اگر تو نہیں جانتا تو یہ مصیبت ہے اور اگر تو جانتا ہے تو یہ اس سے بھی بڑی مصیبت
ہے۔

- عدم علم اور عدم ادراک بذات خود ایک مصیبت ہے لیکن اگر کوئی جاننے کے
باوجود ایسا کام کرے تو اس سے بڑی کوئی اور مصیبت نہیں۔
فرماتے ہیں۔

باقی رہا کلام، حسن بن عمارہ میں، اگرچہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے پھر بھی
علامہ یعنی مسئلہ فقہ کی احادیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ابن عیینہ سے کہا گیا، حسن
بن عمارہ حافظ ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔

له قليل وغيره احفظ منه

یعنی حسن بن عمارہ کو قلیل احادیث یاد ہیں اور ان کی نسبت دوسروں کو زیادہ حفظ
ہیں عیسیٰ بن یونس ربلی ناخوری کہتے ہیں۔ میں نے ابن سوید سے سنا، فرماتے ہیں
میں سفیان ثوری کے پاس بیٹھا تھا تو کسی نے حسن بن عمارہ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ سفیان
ثوری نے اسے اشارے سے منع کیا۔ ابن سوید فرماتے ہیں میں نے سفیان ثوری
سے کہا اے عبد اللہ! حسن بن عمارہ میرے نزدیک تجھ سے بہتر ہے۔ سفیان ثوری نے
کہا، کس طرح؟ ابن سوید فرماتے ہیں، میں اس کے پاس کئی مرتبہ بیٹھا ہوں جب بھی
تیرا ذکر ہوا اس نے تمہیں اچھے طریقے ہی سے یاد کیا۔ سفیان ثوری نے کہا آج کے
بعد میں بھی اسے اچھے طریقے سے ہی یاد کروں گا تا آنکہ میں اس سے جدا ہو جاؤں
(یعنی مرنے تک)

یہ تھا وہ نفیس کلام جو شیخ الحافظ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی
تضعیف کے بارے میں ارقام فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اب حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کا قول سنئے جو انہوں نے تہذیب التہذیب

میں ترجمہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تحت تحریر فرمایا۔ آپ کا قول نقل کرنے سے قبل حافظ ابن حجر کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے ”تذکرۃ الحفاظ للذہبی“ کے ذیل میں ارشاد فرمایا۔

والذی أقولہ: ان المحدثین عیال الآن فی الرجال وغیرہا من فنون الحدیث علی أربعة المزی، والذہبی والعراقی وابن حجر

تمام محدثین اسمائے رجال اور دیگر فنون حدیث میں اب چار آدمیوں پر کفالت کی ذمہ داری ہے۔ وہ یہ ہیں امام ذہبی، امام مزی، امام عراقی اور حافظ ابن حجر۔ معلوم ہوا حافظ ابن حجر کا مقام کس قدر بلند اور رفیع ہے۔ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

”محمد بن سعد عوفی نے کہا میں نے ابن معین کو کہتے سنا، ”کان ابو حنیفہ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ“ یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ تھے حدیث بیان کرتے جو انہیں یاد ہوتی، جو حدیث یاد نہ ہوتی، بیان نہیں کرتے تھے۔ ابن معین کا یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ثقہ فی الحدیث ہونے کے لئے کافی ہے۔

ثقافت امام ابو حنیفہ میں اقوال

اور صالح بن محمد اسدی، ابن معین سے فرماتے ہیں ”ثقتہ فی الحدیث“ یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث میں ثقہ ہیں۔

ابو وہب محمد بن فراحم فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا وہ فرماتے ہیں۔ ”أفقه الناس ابو حنیفہ ما رأیت فی الفقہ مثله“

”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ فہمیدہ تھے۔ میں نے ان جیسا فہمیدہ نہیں دیکھا“ اور فرمایا ”اگر اللہ تعالیٰ سفیان ثوری اور ابو حنیفہ کے ساتھ ہماری مدد

نہ کرتا تو ہم عام لوگوں جیسے ہوتے“

احمد بن علی بن سعید قاضی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے، انہوں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا وہ فرماتے ہیں۔

لَا نَكْذِبُ اللَّهَ مَا سَمِعْنَا أَحْسَنَ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَدْ أَخَذْنَا بِأَكْثَرِ أَقْوَالِهِ۔ ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ سمجھ کر قسم کھاتے ہیں اور جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے صائب الرائے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اور کس کو نہیں پایا۔ ہم نے ان کے اکثر اقوال بطور حجت تسلیم کئے ہیں۔

قال ابن معین وکان القطان یذهب الی قول الکوفیین ویختار

قوله من قولهم (تہذیب الکمال)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یحییٰ بن سعید قطان جب کوفیوں کے اقوال سے دلیل پکڑنا چاہتے تو قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اختیار فرماتے۔

ابن داؤد نصر بن علی سے فرماتے ہیں میں نے ابن داؤد یعنی الحریری سے سنا، وہ فرماتے ہیں لوگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق، کچھ حاسد ہیں اور کچھ جاہل۔ اور آخر میں لکھتے ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد نمبر 10، 449)

حدائق حنیفہ میں مولانا فقیر محمد فرماتے ہیں۔

”یحییٰ بن سعید القطان: آپ فن رجال کے امام ہیں امام احمد بن حنبل اور علی ابن المدینی آپ کے درس حدیث کے حلقہ میں عصر تا مغرب کھڑے ہو کر احادیث کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ آپ امام صاحب کے تمیز ہیں اور اس پر فخر کرتے تھے۔ یہ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔

اللہ کی قسم خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صائب الرائے کسی اور کو نہیں پایا۔ ان کے اکثر اقوال ہم نے اخذ کئے ہیں، واللہ ہم امام صاحب کی مجلس میں شریک رہے، میں نے جب بھی ان کے

چہرے کی طرف دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف اور خشیت سے پوری طرف متصف ہیں واللہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس امت میں قرآن وحدیث کے بہت بڑے امام ہیں۔ (حدائق حنیفہ، ص 99)

محدث ابن داؤد، مشہور زمانہ ہیں وہ فرماتے ہیں۔

ابن داؤد اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

جملہ اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرنا لازم ہے کیونکہ انہوں نے دوسروں کے لئے سنن وآثار کو محفوظ کر دیا۔ جب کوئی آثار وحدیث کا قصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور اگر کوئی ان کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو اس کے لئے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (موفق، جلد 1، ص 193)

امام شعرانی اور امام اعظم

امام شعرانی، ایک بہت بڑے محدث اور اپنے وقت کے امام، فرماتے ہیں۔
ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے ہم ایسے امام اعظم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر اور علم و ورع پر سب متفق ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر کسی طرح بھی اعتراض مناسب نہیں، کیونکہ وہ آئمہ متبوعین میں سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دیگر آئمہ کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہے۔ (موفق، ج 1، ص 200)

یہی امام شعرانی ”میزان کبریٰ“ میں فرماتے ہیں

سیدی علی الخواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے مقلدین نے اگر انصاف کیا تو اپنے آئمہ کی زبان سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سننے کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کسی قول کی تضعیف نہیں کریں گے۔ (المیزان الکبریٰ، ص 59)

خلف بن ایوب فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے علم، نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف آیا پھر ان کے اصحاب کی طرف، پھر تابعین کی طرف اور پھر یہ علم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے پاس پہنچا۔

(تاریخ بغداد، ج 13، ص 336)

امام ثوری فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ آثار اُخذ کرنا جائز سمجھتے تھے جو صحیح ہیں۔ اور حدیث ناخ و منسوخ کی معرفت میں مضبوط تھے ثقات کی احادیث تلاش کرتے تھے۔ اور وہ حدیث تلاش کرتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل پر دلالت کرتی۔

(عقود الجمان، ص 191)

امام صاحب کے شیوخ و اساتذہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخ (اساتذہ کرام) کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک 99 ہیں امام ذہبی نے 290 لکھے ہیں۔ صاحب فتاویٰ شامیہ، علامہ ابن العابدین نے تقریباً 4 ہزار کے قریب شمار کئے اور اسی طرح دیگر علماء نے بھی نقل فرمایا۔

مفتی عزیز الرحمن دیوبندی نے اپنی کتاب ”ابوحنیفہ“ رضی اللہ عنہ میں آپ کے 112 اسمائے گرامی نقل کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ہم نے نہایت تحقیق کے ساتھ یہ اسماء نقل کئے ہیں۔ ان تمام اقوال سے حضرت امام کے شیوخ کی تعداد 4 ہزار ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالتحقیق جتنے اسمائے گرامی تک کسی کی رسائی ہو سکی، انہوں نے نقل کر دیئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے اساتذہ

درج ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کی تفصیل ہے۔

وفات	نام شیوخ	وفات	نام شیوخ
106ھ	(21) حضرت سالم بن عبداللہ		(1) حضرت ابراہیم بن محمد
128ھ	(22) حضرت سعید بن مسروق الثوری	96ھ	(2) حضرت ابراہیم بن یزید
121ھ	(23) حضرت سلمہ بن کبیل		(3) حضرت اسماعیل بن حماد بن ابی سلمان
133ھ	(24) حضرت سلمان بن عبدالرحمن	146ھ	(4) حضرت اسماعیل بن ابی خالد
	(25) حضرت سلمہ بن عیبط		(5) حضرت اسماعیل بن عبدالملک
107ھ	(26) حضرت سلمان بن یبار	131ھ	(6) حضرت ایوب سختیانی
123ھ	(27) حضرت سماک بن حرب		(7) حضرت بیان بن بشر
	(28) حضرت شداد بن عبدالرحمن	125ھ	(8) حضرت جبلة بن حکم
164ھ	(29) حضرت شیبان بن عبدالرحمن		(9) حضرت الحارث بن عبدالرحمن
106ھ	(30) حضرت طاؤس بن کيسان		(10) حضرت الحسن بن الزرادر
	(31) حضرت طلحہ بن نافع الواسطی	136ھ	(11) حضرت الحسن بن عبید اللہ
	(32) حضرت طریف بن شہاب	110ھ	(12) حضرت الحسن البصری
141ھ	(33) حضرت عاصم بن سلمان	120ھ	(13) حماد بن ابی سلمان
138ھ	(34) حضرت عاصم بن کلیب	114ھ	(14) حضرت الحکم بن عتیبہ
109ھ	(35) حضرت عامر بن شراحیل الشعفی	130ھ	(15) حضرت حمید الاعرج
104ھ	(36) حضرت عامر بن ابی موسیٰ		(16) حضرت خالد بن علقمہ
	(37) حضرت عبداللہ بن الأقر	100ھ	(17) حضرت ذر بن عبداللہ قبل از
	(38) حضرت عبداللہ بن حبیبہ	136ھ	(18) حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن
173ھ	(39) حضرت عبید اللہ بن دینار	122ھ	(19) حضرت زبید بن الحارث
127ھ	(40) حضرت عبدالرحمن بن حزم	135ھ	(20) حضرت زیاد بن علاقہ

146 هـ	حضرت محمد بن الزبير حنظلي	118 هـ	(64)	حضرت محمد بن الزبير حنظلي	(41)	حضرت عبدالرحمن بن هرم
117 هـ	حضرت محمد بن السائب	103 هـ	(65)	حضرت محمد بن السائب	(42)	حضرت عبدالعزيز بن ربيع
206 هـ	حضرت محمد بن علي بن الحسين	128 هـ	(66)	حضرت محمد بن علي بن الحسين	(43)	حضرت عبدالكريم بن الحارث
126 هـ	حضرت محمد بن عيسى دمشقي	137 هـ	(67)	حضرت محمد بن عيسى دمشقي	(44)	حضرت عبدالملك بن عمير
125 هـ	حضرت محمد بن قيس صمداني	127 هـ	(68)	حضرت محمد بن قيس صمداني	(45)	حضرت عثمان بن عامر
130 هـ	حضرت محمد بن مسلم بن قدس	116 هـ	(69)	حضرت محمد بن مسلم بن قدس	(46)	حضرت عدي بن ثابت الانصاري
142 هـ	حضرت محمد بن مسلم بن عبيد الله	136 هـ	(70)	حضرت محمد بن مسلم بن عبيد الله	(47)	حضرت عطاء بن السائب
	حضرت محمد بن منصور	194 هـ	(71)	حضرت محمد بن منصور	(48)	حضرت عطاء بن اليسار الحلالي
	حضرت محمد بن المكندر	111 هـ	(72)	حضرت محمد بن المكندر	(49)	حضرت عطيه بن سعيد العوفي
	حضرت منحول بن راشد	107 هـ	(73)	حضرت منحول بن راشد	(50)	حضرت عكرمة بن عبدالله
	حضرت مسلم بن سالم		(74)	حضرت مسلم بن سالم	(51)	حضرت علقمة بن مرثد
	حضرت مسلم بن عمران	114 هـ	(75)	حضرت مسلم بن عمران	(52)	حضرت عطاء بن ابي رباح
	حضرت مسلم بن كيسان		(76)	حضرت مسلم بن كيسان	(53)	حضرت علي بن الاقر
	حضرت معن بن عبدالرحمن		(77)	حضرت معن بن عبدالرحمن	(54)	حضرت علي بن الحسن الزرادي
111 هـ	حضرت مقسم بن بجره	126 هـ	(78)	حضرت مقسم بن بجره	(55)	حضرت عمر بن دينار
118 هـ	حضرت كحول	129 هـ	(79)	حضرت كحول	(56)	حضرت عمرو بن عبدالله الحمداني
115 هـ	حضرت مكي بن ابراهيم	120 هـ	(80)	حضرت مكي بن ابراهيم	(57)	حضرت عون بن محمد قريبا
132 هـ	حضرت منصور بن المعتمر	120 هـ	(81)	حضرت منصور بن المعتمر	(58)	حضرت قاسم بن عبدالرحمن
129 هـ	حضرت منبال بن خليفه	106 هـ	(82)	حضرت منبال بن خليفه	(59)	حضرت قاسم بن محمد
	حضرت موسى بن ابي عائشه	175 هـ	(83)	حضرت موسى بن ابي عائشه	(60)	حضرت قاسم بن معن
234 هـ	حضرت ناصح بن عبدالله	107 هـ	(84)	حضرت ناصح بن عبدالله	(61)	حضرت قتاده بن دعامه
117 هـ	حضرت نافع	120 هـ	(85)	حضرت نافع	(62)	حضرت قيس بن مسلم
120 هـ	حضرت وقدان	116 هـ	(86)	حضرت وقدان	(63)	حضرت محارب بن دثار

126 هـ	(100) حضرت ابو الزبير	(87) حضرت ہشيم بن حبيب
	(101) حضرت ابوسفیان السدي	(88) حضرت یحییٰ بن ابی حنیہ کلبي
	(102) حضرت ابوسفیان	(89) حضرت یحییٰ بن سعید بن قیس
	(103) حضرت ابوالسوار	(90) حضرت یحییٰ بن عبداللہ حارث
160 هـ	(104) حضرت ابو مسال	(91) حضرت یحییٰ بن عبداللہ الکندی
100 هـ	قريباً (105) حضرت ابو عمر	(92) حضرت یزید بن مصیب
125 هـ	(106) حضرت ابن شهاب	(93) حضرت یزید بن عبدالرحمن
110 هـ	(107) حضرت ابو عوان	(94) حضرت یزید بن الطوسی
	(108) حضرت ابو فردہ	(95) حضرت یونس بن عبداللہ
133 هـ	(109) حضرت ابو کثیر	(96) حضرت ابواسحاق السبعمی
140 هـ	قريباً (110) حضرت ابوالمالک	(97) حضرت ابو بردہ
132 هـ	(111) حضرت ابو ہشيم	(98) حضرت ابوبکر بن ابی الجهم
	(112) حضرت ابو یافقور	(99) حضرت ابو حصین

امام اعظمؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان رواۃ کی فہرست

ان حضرات کے اسمائے گرامی جو حضرات امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے درمیان واسطہ ہیں

وقات	نام	وقات	(نام)
۱۰۵ھ	(20) حمید بن عبد الرحمن بن عوف	70ھ	(1) ابراہیم بن عبد اللہ بن قیس
	(21) حمید بن عبد الرحمن الحمیری		(2) ابراہیم بن نعیم
	(22) نسیہ بن حابس	92ھ	(3) ابراہیم بن یزید بن شریک حمی
128ھ	(23) حمی بن حانی		(4) احمد بن محمد بن سعد کوفی
169ھ	(24) خارجہ بن مصعب		(5) اسد بن عمرو بن عامر بکلی
101ھ	(25) ذکان ابو صالح زیات	75ھ	(6) اسود بن یزید بن قیس نخعی
100ھ	(26) رفی بن خراش		(7) تمام بن نجیح اسدی دمشقی
	(27) ربیع بن سیرہ	93ھ	(8) جابر بن زید
154ھ	(28) قنبر بن ابیہدیل		(9) جابر بن یزید بن الاسود
98ھ	(29) سالم بن ابی الجعد		(10) جعفر بن تمام
	(30) سائب بن مالک		(11) جنید
	(31) سعد بن عبیدہ	203ھ	(12) جابر بن زید
90ھ	(32) سعید بن جبیر	65ھ	(13) حارث بن عبد اللہ
92ھ	(33) سعید بن المسیب	119ھ	(14) حبیب بن ابی ثابت
139ھ	(34) سفیان بن عیینہ		(15) حبیب بن سالم
105ھ	(35) سلمان بن بريدہ		(16) حسن بن سفیان
	(36) سلمان بن عبد اللہ		(17) حسن بن عطیہ بن سعد
78ھ	(37) شریح بن حانی		(18) حکم بن سفیان
180ھ	(38) شعبۃ بن حجاج	75ھ	(19) حمران بن أبان

	82ھ	(61) عبید بن نسطاس	(39) شقیق بن مسلمہ اُسرّی
	102ھ	(62) عثمان بن حاضر	(40) ضحاک بن فراحم حلّالی
	174ھ	(63) عثمان بن محمد	(41) عاصم بن ضمرہ السلولی
		(64) عراق بن مالک غفاری	(42) عبایہ بن رفاعہ
94ھ	112ھ	(65) عمرو بن زبیر	(43) عبدالببار بن وائل
161ھ		(66) علقمہ بن قیس بن عبد اللہ النخعی	(44) عبد خیر بن زید ہمدانی
	105ھ	(67) علقمہ بن وقاص	(45) عبد اللہ بن بریدہ
	99ھ	خلافت ابن مروان میں فوت ہوئے	(46) عبد اللہ بن الحارث
75ھ	213ھ	(68) عمرو بن میمون	(47) عبد اللہ بن داؤد بن عامر ہمدانی
		(69) قاسم بن امیہ الخدّاء	(48) عبد اللہ بن سبائی
100ھ	81ھ	(70) قاسم بن حمیرہ ابو عمروہ صمدانی	(49) عبد اللہ بن شداد الحاد
	59ھ	(71) قزّہ ابن یحییٰ بصری	(50) عبد اللہ بن عامر
98ھ		(72) قیس بن ابی حازم بجلی	(51) عبد اللہ بن ابی فروہ
	73ھ	(73) کلیب بن شہاب	(52) عبد اللہ بن لھیعہ
121ھ	118ھ	(74) محمد بن ابراہیم بن حارث	(53) عبد الرحمن بن سابط
	65ھ	(75) محمد بن بشر بن بشر	(54) عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عتبہ
216ھ	79ھ	(76) محمد بن بکر	(55) عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود اللھری
110ھ	158ھ	(77) محمد بن سیرین انصاری	(56) عبد الرحمن بن عمرو بن ابی عمر فلاؤزاعی
148ھ	83ھ	(78) محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ	(57) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ
		(79) محمد بن عبد الرحمن تستری	(58) عبد الرحمن المزنی
	149ھ	(80) محمد بن المشتر بن أجدع	(59) عبد الملک بن عبد العزیز
123ھ	68ھ	(81) مجاہد بن جبر ابو الحجاج مخزومی	(60) عبد بن عمیر بن قتادہ

96ھ	(105) ابن ابی بکرۃ وهو عبدالرحمن بن ابی بکرہ	63ھ	(82) سروق بن أجدع
		53ھ	(83) مسعر بن کدام
	(106) ابن ابي ليلى بن عبد الرحمن بن عيسى	100ھ	(84) مسلم بن صبيح همداني
	(107) ابو الجلاس	103ھ	(85) مصعب بن سعد بن ابی وقاص
50ھ	(108) ابو جناب يحيى بن ابی حبه	105ھ	(86) مقاتل بن سلمان
	(109) ابو جناده	108ھ	(87) منذر بن مالك
100ھ	(110) ابو حازم سلمان الاشجعي قريبا		(88) منصور
	(111) ابو حاضره عثمان بن حاضره	103ھ	(89) موسى بن طلحه بن عبيد الله
68ھ	(112) ابو حمزه الانصاري		(90) موسى بن ابی الاكثر الانصاري
	(113) ابن الحوكلية		(91) مہاجر بن عكرمة بن عبد الرحمن
79ھ	(114) ابو حبه بن قيس	183ھ	(92) نوح بن قيس بن رباح أزدي
	(115) ابو الزعره عبد الله بن حاني	63/65ھ	(93) حمام بن حارث بن قيس
132ھ	(116) ابن ابی السبع	129ھ	(94) يحيى بن ابی كثير طائي
	(117) ابن سعيد بن جعفر	129ھ	(95) يحيى بن عمر بصرى
97ھ	(118) ابو سلمه بن عبد الرحمن بن عوف	120ھ	(96) يزيد بن أبيان رقاشي قريبا
83ھ	(119) ابو الشعثاء سليم بن اسود		(97) يزيد بن الحوكلية التميمي
101ھ	(120) ابو صالح ذكوان السمان الزيات		(98) يزيد بن عبد الله بن مغفل
101ھ	(121) ابو عبد الله الحدي عبد		(99) يعقوب بن يوسف
	بن عبد / عبد الرحمن بن عبد	106ھ	(100) يوسف بن ماحك بن بنهراد
100ھ	(122) ابو الضحى مسلم بن صبيح	126ھ	(101) يوسف ابو اسحاق سيمي عمرو بن عبد الله
	(123) ابو عبد الرحمن مزي	69ھ	(102) ابو الاسود
	(125) ابن عجلان		(103) ابن أقرم
		115ھ	(104) ابن بريد

126	ابو عطیہ مالک بن عاصر تقریباً	126	(133) ابو محمد اکاتب
103	(127) ابو عیسیٰ موسیٰ بن طلحہ	103	(134) ابو مسلم الاغرمی
128	(128) ابو قیل معاضری	128	(135) ابو مسلم خولانی
108	(129) ابو قرقہ موسیٰ بن طارق	108	(136) ابو نصرۃ العبدی منذر بن مالک
82	(130) ابو الققاع الحنفی	82	(137) ابو داؤد
98	(131) ابن لعیہ عبد اللہ بن ابی لیلیٰ	98	(138) عمرۃ بنت عبد الرحمن
	(132) ابو ماجد عائذ بن فضلہ		(139) ام ثور

ایک علمی خیانت

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق شیوخ ان سے روایت کیا ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی۔ مفتی عزیز الرحمن دیوبندی نے اپنی کتاب ”ابو حنیفہ“ میں علمی خیانت اور بددیانتی کا ثبوت پیش کیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے تمام اساتذہ گرامی کے جملہ اسماء علامہ محمد حسن سنبلی کی کتاب ”تسمیق النظام“ سے اخذ کئے ہیں۔ اور ترتیب میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایک عالم دین کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ کسی کی جدوجہد اور کاوش و عرق ریزی کو اپنی طرف منسوب کر لے یا قصد اس کی محنت پر پردہ ڈالتے ہوئے، اس کا نام صیغہ اخفاء میں رکھے۔ اور خود ستائی ان الفاظ میں کرے کہ میں نے پانچ سال کی مسلسل و پیہم جدوجہد کے بعد اس کتاب (یعنی ابو حنیفہ) کو ترتیب دیا ہے اور علمی خیانت و بددیانتی کا یہ عالم۔ حالانکہ اس کتاب کے بعد کے باب میں ”تسمیق النظام“ کا حوالہ موجود ہے۔

بہر حال بزرگوں کی جدوجہد کو اپنی طرف منسوب کر کے ”مفتی صاحب“ نے کوئی اچھا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ اگر ترتیب میں سرمو بھی فرق ہوتا تو شاید کوئی پڑھا لکھا آدمی یہ کاوش مفتی صاحب کے نام منسوب کر دیتا۔ مگر اس میں تو ترتیب و نقل بعینہ ”تسمیق النظام“ والی ہے۔ رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ ان لوگوں کو صحیح کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور بزرگوں کی جدوجہد میں بددیانتی اور سرقت زنی سے محفوظ

فرمائے۔ (آمین)

میں نے تراجم رواۃ مسند امام اعظم "تسبیح النظام" سے نقل کئے ہیں اور سن وفات میں اس کتاب میں اختلاف تھا، یا کتابت کی غلطی سے سن وفات صحیح مرقوم نہیں تھی مثلاً ترجمہ کی ابتداء میں ۸۰ اور وسط یا آخر میں ۱۸۰ سن وفات لکھا گیا ہے۔ میں نے کتب اسمائے رجال سے ممکنہ حد تک اس کی تصحیح کی ہے لیکن کچھ رواۃ کی تواریخ وفات، باوجود تلاش بسیار، معلوم نہیں ہو سکی۔

امام صاحب کی روایات زیادہ ثقہ ہیں

مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رواۃ کا نقل کرنا اس لئے بھی ضروری تھا تا کہ اہل حدیث حضرات کو معلوم ہو جائے کہ امام صاحب کی روایت ثنائیات اور ثلاثیات پر زیادتی نہیں ہیں اس کے برعکس مسلم و بخاری میں ثنائیات اور ثلاثیات بہت کم جبکہ رباعیات، خماسیات اور سادسیات بہت زیادہ۔ لہذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث باعتبار رواۃ کے زیادہ معتبر ہیں۔ اور جن حضرات نے امام حماد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ضعیف بیان کیا ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ امام صاحب پر تنقید کرنے کی بجائے وہ امام بخاری و مسلم پر تنقید کریں۔ کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں فقط دو یا تین واسطے ہیں اور بخاری و مسلم کے زیادہ۔

ناظرین کرام! یہ فہرست ملاحظہ فرمانے کے بعد ان محدثین حضرات کے دعویٰ کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی جو امام صاحب کو حافظ حدیث نہیں مانتے یا ضعیف قرار دیتے ہیں۔

تعب ہے اگر یہ حدیث روایت کریں (یعنی معترضین) تو صحیح۔ اور اسی راوی سے اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث روایت کریں تو ضعیف، یہ بات قرین انصاف نہیں، بلکہ اس نقطہ نظر کے پس منظر میں کوئی دوسرا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس جگہ ہم ناظرین کو ذرا تقابلی مطالعہ کرانا چاہتے ہیں۔

رواة صحيحین

- (1) حضرت منصور بن المعتمر
- (2) حضرت حکم بن عتبہ
- (3) حضرت زہری
- (4) حضرت نافع
- (5) حضرت طاؤس
- (6) حضرت شیبان بن عبد الرحمن
- (7) حضرت یحییٰ بن سعید
- (8) حضرت زیاد بن علائہ
- (9) حضرت عبد اللہ بن دینار
- (10) حضرت عمرو بن دینار
- (11) حضرت شعبی
- (12) حضرت ابراہیم التیمی
- (13) حضرت مجاہد بن جبر
- (14) حضرت عطاء بن ابی ریح
- (15) حضرت ابن یسار
- (16) حضرت محارب بن دثار
- (17) حضرت ابواسحاق اسمعی
- (18) حضرت محمد الباقر
- (19) حضرت ربیعہ بن عبد الرحمن
- (20) حضرت منحول بن راشد
- (21) حضرت ابراہیم بن محمد المنشر

- (22) حضرت الحسن البصری
 (23) حضرت سالم بن عبد اللہ
 (24) حضرت کھول الشامی
 (25) حضرت ایوب السخنیانی
 (26) حضرت مکی بن ابراہیم
 (27) حضرت یزید بن القفیر بن الصہیب
 (28) حضرت ذر بن عبد اللہ
 (29) حضرت عبد الرحمن بن ہرمز لا عرج
 (30) حضرت القاسم بن محمد بن ابی بکر
 (31) حضرت قتادہ بن دماعہ
 (32) حضرت مقسم مولیٰ ابن عباس
 (33) حضرت سلیمان بن یسار
 (34) حضرت محمد بن المنکدر
 (35) حضرت عبد المالك بن عمیر
 (36) حضرت علی بن لا قمر
 (37) حضرت ابو بردہ
 (38) حضرت موسیٰ بن عائشہ
 (39) حضرت عبد العزیز بن رفیع
 (40) حضرت قیس بن مسلم
 (41) حضرت ابو حصین
 (42) حضرت عثمان بن العاصم
 (43) حضرت سعید بن مسروق
 (44) حضرت الثوری

(45) حضرت مسلم کہیل

(46) حضرت ابو یعفر

(47) حضرت اسماعیل بن ابی خالد

صرف ”مسلم“ کے روات

ذیل میں ان روات کے نام ہیں جن کی روایت صرف امام مسلم نے کی ہے

(1) عطاء بن السائب

(2) ابو زبیر کی

(3) عاصم بن کلیب

(4) حماد بن ابی سلیمان

صرف ”بخاری“ کے روات

حضرت عکرمہ بن عبداللہ وغیرہ کی روایت کو صرف بخاری نے لیا ہے۔

روایت کی مندرجہ بالا فہرست جس میں بخاری و مسلم، صرف بخاری یا صرف مسلم کے روات شامل ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی روایتیں ان دونوں یا ان میں سے ہر ایک نے بیان کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب بلا واسطہ ان ہی روات سے روایت اپنی مسند میں ذکر فرماتے ہیں تو ضعیف قرار دی جاتی ہے۔

انصاف یہی ہے کہ جس طرح بخاری اور اس سے قبل مؤطا کا شمار، اصح الکتاب میں ہوتا ہے مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی ”اصح الکتاب بعد کتاب اللہ“ ہے ہاں! اگر کسی حدیث پر اعتراض ہو سکتا ہے تو اس کے لئے نشانہ مسلم و بخاری کو بننا چاہئے کیونکہ ان میں واسطوں کی کثرت ہے۔ نہ کہ مسند اعظم میں تنقید کرنی چاہئے جس میں حضرات صحابہ اور مندرجہ بالا روات کے درمیان صرف ایک یا دو واسطے ہیں۔

سند حدیث دراز ہوگی تو گمانِ خطا بھی زیادہ ہوگا

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تصریح یوں فرمائی ہے۔ شرح نخبۃ الفکر میں ہے ”اسناد کے رجال میں سے ایک راوی سے خطا جائز ہے۔ اور اگر وسائط بکثرت ہوں گے اور سند حدیث دراز ہوگی تو گمانِ خطا زیادہ ہوگا۔ اور اگر وسائط کم ہوں گے، گمانِ خطا بھی کم ہوگا۔“

تو غور فرمائیے! امام اعظم رضی اللہ عنہ کی احادیث میں حضرات صحابہ تک ایک یا دو واسطے ہیں۔ لہذا امام صاحب سے مروی احادیث صحیح ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔ امام صاحب کے تینوں مسند صحیح ہیں ہاں اگر نازل سند میں کوئی قسم ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام صاحب کی احادیث صحیح نہیں اور ان پر ضعیف ہونے کے فتوے لگانا شروع کر دیں۔

مولانا محمد عبد العلی مدّراس، مسند امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاتمہ الطبع میں ارشاد فرماتے ہیں۔ امام مالک اپنی ثنایات اور امام بخاری اپنی ثلاثیات پر فخر کرتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ان کی ثنایات و ثلاثیات، مرتبہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوسوں دور ہیں۔ کیونکہ علو اسناد، قرب عہد و فضل تقدم، قلت وسائط اور رجال کے لحاظ سے مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ و مقام ان سے بلند ہے۔ کیوں نہ ہو ان کے مشائخ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کئے ہیں اور انہوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر فخر کیا ہے۔ اور امام حجر کی شافعی نے اس کا اقرار کیا ہے کہ امام مالک و سفیان بن عیینہ و ابن مبارک و لیث بن سعد اور امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہیں۔ بلکہ بعض تو امام صاحب کے تلامذہ کے شاگرد ہیں۔ اور وہ امام بخاری و مسلم اور دیگر مقتدر ہستیوں کے شیوخ ہیں۔ اتنے ذی وقار، بلند مرتبہ اور عزت و شرف کے حامل امام پر جرح کرنا اشرف کو زیبا نہیں۔

آخر میں اس بحث کا اختتام علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر کرتا ہوں جو

انہوں نے ”المجد علی مؤطا محمد“ میں نقل فرمایا، علامہ موصوف فرماتے ہیں۔
 ”اور بعض متاخرین متعصبین سے بھی جرح صادر ہوئی ہے۔ مثل دارقطنی، ابن عدی وغیرہا، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے خلاف قرآنِ جلیہ شہادت دے رہے ہیں کہ انہوں نے جرح میں تعصب برتا ہے۔ اور یہ ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں مگر جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔“

ناظرین محترم! ضعف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بحث ذرا طوالت اختیار کر گئی مگر آپ پر ضعف کا فتویٰ لگانے والے بے نقاب ہو گئے۔ تمام بحث کا حاصل یہی ہے کہ جو غلط باتیں امام صاحب کے علم حدیث یا آپ کی ذات سے منسوب کی گئیں سب حسد اور تعصب پر مبنی ہیں۔ ورنہ آپ کا مقام کیا ہے؟ آپ نے یقیناً علمائے اجل اور محدثین کبار کی زبان سے سماعت مطالعہ فرمالیا۔ رب ذوالجلال ہم سب کو حسد و تعصب سے بچائے (آمین)

الغرض ثابت ہوا کہ حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ”من کان له امام فقراة الامام له قراة“ جسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت فرمایا، صحیح ہے بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ آپ کی روایت کردہ تمام احادیث سے صحیح ترین ہے۔ جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے علمائے ربانین اور اولیائے کاملین کی اکثریت کا اس پر عملی اجماع ہے۔ جو اس حدیث کے اُصح ہونے کی قوی دلیل ہے۔ چند افراد بزعیم خویش ”اہل حدیث“ کے نام سے انکار حدیث کی جس سعی میں مصروف ہیں۔ وہ اس حدیث کی صحت پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔

حدیث جابر بن عبد اللہ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے

حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا کئی طرق سے روایت کیا جانا اور اس کی تخریج کرنے والوں کے متعلق آپ نے سماعت فرمالیا۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ یہ حدیث چند دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے
 اول: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: تفصیل آپ پڑھ چکے۔

روایات از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

دوم: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ: آپ سے یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے
ملاحظہ ہو۔

(52) أخرج الدار قطنی فی سنہ عن محمد ابن الفضل بن

عطیة عن ایہ عن سالم بن عبد اللہ عن ایہ عبد اللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ

امام فقرأ الامام لہ قراءة (دار قطنی)

دار قطنی نے اپنی عادت کے مطابق محمد بن فضل کو معلول کہا کیونکہ وہ متروک ہے

(53) أخرج الدار قطنی عن خارجة بن مصعب عن ایوب عن

نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان

لہ امام فقرأ الامام لہ قراءة

دار قطنی نے اس حدیث کے بارے کہا کہ اس کے مرفوع ہونے میں وہم ہے اور

نبیہتی نے اپنے ”سنن“ میں کہا یہ حدیث قابل حجت نہیں بلکہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر

رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے۔ علامہ محمد حسن سنبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب ارشاد

فرماتے ہیں کہ ایک طریق میں وقف دوسرے طریق میں غیر مرفوع کو مستلزم نہیں اور

دار قطنی نے اپنے وہم میں کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنایا بلکہ یہ دار قطنی کا تعصب ہے۔

اس کے بعد دار قطنی نے موقوفاً حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

کی۔

(54) أخرج الدار قطنی عن احمد بن حنبل عن اسماعیل ابن

علیہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ موقوفا علیہ

یکفیک قراءة الامام

دار قطنی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح موقوف ہے

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تجھے (مقتدی) امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(55) حدثني يحيى عن مالك عن نافع ابن عبد الله بن عمر
كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم
خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ
(موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب آدمی نماز پڑھے تو کیا
امام کے پیچھے قرأت کرے۔ فرمایا امام کے پیچھے پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کے
لئے کافی ہے اور اکیلا (تہا) پڑھے تو ضرور قرأت کرے۔
علامہ زرقانی علی الموطا میں فرماتے ہیں ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا
ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ بن عمر کا مذہب یہ ہے نماز خواہ سری ہو یا جہری،
مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

(شرح الزرقانی علی الموطا، ج 1، ص 178)

(56) قال أخبرنا عبيد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر
بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه قال من صلى
خلف الامام كفته قرأته (موطا امام محمد)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس آدمی نے امام کے پیچھے نماز ادا کی
اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے یعنی مقتدی خود نہ پڑھے بلکہ امام کی قرأت ہی اس کی
قرأت ہے۔

ابو خاتم فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے سوال کیا، نافع سے روایت کرنے میں
عبداللہ، امام مالک اور ایوب میں سے کون اُثبت ہے۔ امام احمد نے فرمایا، عبداللہ
ان میں سے اُحفظ وأثبت ہیں اور نافع سے بکثرت روایت کرنے میں عبداللہ ثقہ
ہیں۔

(57) قال محمد أخبرنا عبد الرحمن بن عبد الله المسعودي
أخبرني أنس بن سيرين عن ابن عمر رضي الله عنه انه سئل

عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام.

(موطا امام محمد)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کیسی ہے؟ تو فرمایا تجھے امام کی قرأت ہی کفایت کرے گی۔

(58) فاخبرنا ابو الحسن بن بشران ببغداد انبانا اسماعیل بن

الصفائنا الحسن بن علی بن عفان ثنا ابن نمیر عن عبید اللہ بن

عمر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انه كان يقول من صلى وراء

الامام كفاه قراءة الامام. (سنن کبریٰ، للبیہقی)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی، امام کا پڑھنا ہی اس کے لئے کافی ہے۔

(59) حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال حدثنا شعبة عن

عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، قال

يكفيك قراءة الامام

یعنی تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(60) عبد الرزاق عن هشام بن حسان عن أنس بن سيرين قال

سالت ابن عمر أقرأ مع الامام فقال انك لضخيم البطن

(تكفيك) قراءة الامام (مصنف عبد الرزاق)

انس بن سیرین نے عبداللہ بن عمر سے سوال کیا، کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں آپ نے جواب دیا، تیرا بطن ضخیم ہے تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ احادیث جو موقوفہ ہیں، سے ثابت ہوا کہ آپ کا مذہب یہی ہے کہ نماز سری ہو یا جہری، کسی حالت میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

سوم: روایات از ابوسعید خدری

(61) أخرجه ابن عدی فی الکامل عن اسماعیل بن عمرو بن نجیح عن الحسن الصالح عن ابی ہارون العبیدی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأ الامام لہ قرأۃ (ابن عدی فی الکامل)

حضرت ابن سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا امام ہو پس امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔
اس پر ابن عدی کا اعتراض ہے کہ اسماعیل بن عمرو کی حدیث کا متابع نہیں اور اسماعیل ضعیف ہے۔ زیلعی نے اس کا رد فرماتے ہوئے کہا اس کی متابعت نصر بن عبداللہ سے ثابت ہے۔

(62) أخرج الطبرانی فی الأوسط عن محمد بن ابراہیم الاصبھانی قال حدثنی ابی عن جدی عن النضر بن عبد اللہ عن الحسن ابن الصالح عن ابی ہارون العبیدی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من کان لہ امام فقرأ الامام لہ قرأۃ (مسنداً ومتناً)
یعنی اس حدیث کو نصر بن عبداللہ نے ابوسعید خدری سے اسی طرح روایت کیا جس طرح اسماعیل بن عمرو نے۔

”یعنی جس کا امام ہو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔“
متابعت کو ”مثلاً“ سے اس وقت تعبیر کرتے ہیں جب یہ پہلی حدیث کے اصل کے مطابق ہو (لفظ و معنی میں) حدیث نصر بن عبداللہ ”مثلاً“ ہے محدثین کے نزدیک جب متابع موافق اصل ہو تو یہ حدیث کی تقویت و تائید کا باعث بنتی ہے۔

چہارم: روایات از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(63) أخرجه ابن حبان في الضعفاء عن ابن سالم عن أنس بن

مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له

امام فقرأه الامام له قراءة (ابن حبان في الضعفاء)

ابن حبان نے، ابن سالم کے متعلق کہا کہ یہ ثقات کی مخالفت کرتا ہے اور مجھے اس سے روایت کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اور اس سے مجاہل و ضعیف نے روایت کیا۔ علامہ محمد حسن سبحانی فرماتے ہیں۔

”القریب“ میں اس کا ثقہ ہونا ثابت ہے۔ دوم، اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو بطریق متعددہ مروی ہونے سے نقصان ضعف پورا ہو جاتا ہے۔ اور حدیث درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

(64) أخرجه الديلمی فی کتاب فردوس الأخبار عن أنس بن

مالك وجابر بن عبد الله رضي الله عنهما مرفوعاً من كان له

امام فقرأه الامام له قراءة (ج 4، ص 159)

یعنی امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

پنجم: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(65) أخرجه الدارقطني في سننه عن محمد بن عباد الرازي

عن اسماعيل ابراهيم التيمي عن سهيل بن ابي صالح عن ابيه

عن ابي هريرة رضي الله عنه عن النسي صلى الله عليه وسلم انه

قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة

ترجمہ متعددہ مرتبہ گزر چکا۔

ششم: روایت از عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(66) أخرج حديثه الدارقطني من طريق عاصم بن عبد العزيز

الممدنی عن عون بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس رضی اللہ
عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال تکفیک قرأة
الامام خافت أو جهر (دارقطنی)

عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام کا پڑھنا ہی
تیرے لئے کافی ہے نماز خواہ سری ہو یا جہری (سری جیسے ظہر وعصر اور جہری، مغرب،
عشاء، اور فجر)

دارقطنی کا وہم اور اُس کا جواب

دارقطنی کہتے ہیں ابو موسیٰ نے کہا کہ میں نے امام احمد سے ابن عباس کی اس
حدیث کے متعلق سوال کیا۔ امام احمد نے فرمایا، یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی دوسری
جگہ لکھتے ہیں۔

”عاصم بن عبد العزیز لیس بقوی“ اور اس حدیث کے مرفوع ہونے میں مجھ شک
ہے۔ علامہ سنہلی جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

تقریب میں ہے کہ مرتبے کے اعتبار سے پانچویں میں اور طبقے کے لحاظ سے
آٹھویں میں ہے۔ پس اس کی حدیث مقبول ہے، مردود اور متردک الحدیث نہیں مثل
حماد بن مسلم اور ابن ابی سلمان کے۔

اس حدیث کے آخر میں الشیخ الحافظ علامہ محمد حسن سنہلی حنفی کی ایمان افروز
تصریح، جو انہوں نے تسبیح النظام میں فرمائی، پیش خدمت ہے۔ فرماتے ہیں۔

بالجملہ اس حدیث مبارک کے اتنے طرق ہیں کہ ان کی وجہ سے قریب ہے یہ
حدیث حد تو اترا یا شہرت کو پہنچ جائے اگرچہ محدثین کا اس حدیث مبارک کے بعض
طرق میں مقال ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث شیخین کو متواتر سے شمار کیا
ہے اگرچہ وہ جمہور کے خلاف ہو اور اسی طرح جو حدیث شیخین کی شرط پر ہو، صحیح ہے۔

لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ عنہ کی یہ حدیث علی شرط شیخین صحیح ہے اور اس کا بقول حافظ
ابن حجر حد تو اترا تک پہنچنا صحیح ہے اللہ تعالیٰ اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ”من كان له امام فقرأه الامام له قراءة“ نقل کرنے اور ”مالہ وما علیہ“ کی مفصل بحث کے بعد اب دیگر احادیث مرفوعہ اور آثار موقوفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، تاکہ منکرین پر واضح ہو جائے کہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حق اور واجب الاتباع ہے۔ پہلے احادیث اور پھر آثار سماعت فرمائیں۔ میں نے آثار مرفوعہ موقوفہ اس لئے کہا ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت وہ ہے جس نے بلا سماع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے اقوال میں وہی بیان فرمایا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ورنہ لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے (نعوذ باللہ) سنت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

(67) یونس قد حدثنا قال أنا ابن وهب ان مالكا حدثه عن ابن شهاب عن ابی اکیمة الیشی عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوة جهر فيها بالقرأة فقال هل قرأ منكم أنفا فقال رجل نعم يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انی اقول مالی أنزع القرآن قال فانتهی الناس عن القرأة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فیما جهر فیہ رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرأة من الصلوات حين سمعوا ذالک منه

(طحاوی شریف ورواة الاربعة ومالك والشافعی وصححة ابن

حبان (معنف عبدالرزاق، ج 2، ص 135)

”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلند قرأت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے ایک صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

وسلم) آپ نے فرمایا، اسی لئے تو میں کہوں کہ قرآن میں مجھ سے کون منازعت کر رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (امامت میں) قرأت سے باز آ گئے، جب انہوں نے یہ ارشاد سن لیا۔

الف لام (عن القراءة) میں جنس کا ہے یعنی ”منع عن الخنس“ ہے جو مستلزم ”منع عن کل“ فرد ہے ابو الممالک فرماتے ہیں ”جب میں باواز بلند پڑھتا ہوں پس اگر تم نے بھی میرے ساتھ قرأت کی تو گویا میری قرأت میں خلل ڈالنے والے ہوئے، پس تم چپ رہو“۔

منازعت کا مفہوم

لفظ ”انازع“ کا معنی کرتے ہوئے مولانا وصی احمد طحاوی کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

”انی اقول“ یعنی میں اپنے دل میں کہتا ہوں (مالی) کون سی چیز مجھے لاحق ہے (انازع) یعنی ”اجاذب القران“ قرآن پاک پڑھتے ہوئے مجھے کشش میں ڈالتی ہے۔

مطلب یہ کہ تمہارا پڑھنا میری قرأت میں خلل اور غلطی کا باعث بنتا ہے اور یہ قابل ملامت چیز ہے لہذا تم خاموش رہا کرو اور سنا کرو۔

علامہ زرقانی نے شرح موطا میں اس حدیث کے ضمن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا آپ کے ساتھ منازعت فی القرآن کا یہ معنی کیا ہے۔

أن لا يفردوه بالقراءة ويقروا معه

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے میں تنہا نہ سمجھیں بلکہ وہ بھی گویا ساتھ ہی پڑھ رہے ہیں یعنی امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے۔ یہ قول ابو الولید باجی کا ہے۔ علامہ سنہلی فرماتے ہیں یہ حدیث اگرچہ بظاہر مذہب امام مالک کی مؤید ہے مگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ ہمارے مذہب کی تائید کرتی ہے۔

اس لئے کہ فٹائے منع و استکراف منازعت و مجاذبت ہے اور یہ نماز سری میں بھی مقصود ہے جب ہ امام کے قریب کھڑا ہو کیونکہ آہستہ آواز، قریب سے بھی سنی جاسکتی ہے۔ اور اس حدیث کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کی سند جید ہے۔

امام بیہقی کا اعتراض اور اس کا جواب

امام بیہقی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس حدیث کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہ ابن اکیمہ لیثی کی روایت ہے اور وہ مجہول آدمی ہے۔ علامہ مارودینی المشہور بابن ترکمانی، متوفی 845ھ، الجوزہ النقی میں اس کا جواب اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

”میں کہتا ہوں، ابن اکیمہ کی حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں تخریج فرمایا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ اور فرمایا اس کا نام عمارہ ہے اور بعض کے نزدیک عمرو ہے اور ابوداؤد نے بھی ابن اکیمہ کی حدیث کو تخریج فرمایا اور اس کے متعلق کچھ نہیں کہا اور یہ دلیل ہے کہ ابوداؤد کے نزدیک بھی یہ حدیث حسن ہے۔ اور علامہ عبد الغنی نے ”الکمال“ میں فرمایا کہ ابن اکیمہ سے مالک اور محمد بن عمرو نے بھی روایت کیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ابو حاتم نے کہا، ابن اکیمہ صالح الحدیث ہیں۔ اور ان کی حدیث مقبول ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا، یحییٰ ابن معین کہتے ہیں۔

”مخاطب کے لئے یہی کافی ہے کہ امام زہری نے کہا، میں نے ابن اکیمہ کو سنا وہ سعید بن المسیب کو حدیث بیان فرماتے تھے۔

عباس بن دودی، یحییٰ بن قطان سے بیان کرتے ہیں کہ ابن اکیمہ ثقہ ہیں۔ اور تیرے لئے یہی کافی ہے کہ ابن شہاب نے اس سے روایت کی۔ ابن اکیمہ کی جلالت اور ثقہ ہونے پر یہی دلیل کافی ہے۔

(صحیح ابن حبان، ج 4، ص 162 — تہذیب التہذیب، ج 8، ص 410)

لہذا اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کچھ شک نہیں جیسا کہ پہلی کا وہم ہے اور امام بخاری نے ”التاریخ الکبیر“ باب الکتی میں فرمایا، یہ امام زہری کا قول ہے اور لفظ ”فانتھی الناس“ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں اور علمائے نقد نے اس کی حدیث کے مرفوع ہونے پر مہر لگا دی ہے کہ ابن اکیمہ صالح الحدیث، ثقہ ہے اور اس کی حدیث مقبول ہے اس تصریح کے بعد اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کسی کو تاہل نہیں ہونا چاہئے۔

ابن البر کا قول

زرقاتی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں۔

وعموم الحديث يقتضى أن لاتجوز القراءة مع الامام اذا
جهر بام القرآن ولا فى غيرها، قاله ابن البر.

”حدیث کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ نماز سری ہو یا جہری، سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔ یہ قول ابن عبدالبر کا ہے۔ اس پر انہوں نے تمہید میں مفصل کلام فرمایا۔

حضرت ابوالدرداء سے روایت

(68) أخرجه النسائي فى سننه عن هارون عن زيد عن معاوية
عن ابى الزاهرية عن كثير بن مرة الحضرى عن ابى الدرداء
سمعه يقول سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم افى كل
صلوة. قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه والتفت
الى و كنت أقرب القوم منه فقال ما رأى الامام اذا أم القوم الا
قد كفاهم وقال النسائي هذا من رسول الله صلى الله عليه
وسلم خطأ انما هو قول ابى الدرداء.

کثیر بن مرۃ حضری فرماتے ہیں میں نے حضرت درداء سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کیا ہر نماز میں قرآن ضروری ہے فرمایا، ہاں۔ انصار میں

سے ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ہر نماز میں واجب ہوئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور میں لوگوں میں آپ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ پس حضرت ابو درداء نے فرمایا جب امام قرأت کر رہا ہو تو اس کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔

امام نسائی کا وہم

نسائی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں بلکہ ابو درداء کا قول ہے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا۔ (مسند احمد، ج 5، ص 47)

وہم کا جواب

ابن حنبل نے فتح القدیر میں اس کا جواب اس طرح تحریر فرمایا۔
”اگر یہ کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ درداء کا قول ہے تو حضرت درداء کو نہیں چاہئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے۔ (افسی کل صلوٰۃ قرآۃ) بلکہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امام کی قرأت، مقتدی کی قرأت ہے۔

امام طحاوی نے فرمایا، ابو درداء رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (اس کی مثل) سنا ہے کہ مقتدی کے لئے پڑھنا جائز نہیں اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو یہ حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ کا قول سماعی ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں۔ معلوم ہوا حضرت ابو درداء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اس کا علم تھا تبھی تو آپ نے فرمایا، مقتدی کو امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت

(69) حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال

مالك عن وهب كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى

الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بأم القرآن

فلم يصل الآ وراء الامام (طحاوی شریف، ج 1، ص 149)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی بس اس کی نماز نہیں ہوئی، ہاں اگر امام کے پیچھے ہو، کیونکہ امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا جائز نہیں۔

امام بیہقی ”سنن کبریٰ“ میں فرماتے ہیں یحییٰ بن سلام اور اس کے علاوہ دوسرے ضعیفاء نے امام مالک سے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ ان رواۃ میں سے ہیں جن کی روایت علی طریق احتجاج جائز نہیں۔ امام ذہبی، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں، یحییٰ بن سلام بصری، دارقطنی نے اس کو ضعیف کہا اور ابن عدی کا قول ہے باوجود ضعف کے اس کی حدیث کو لکھا جائے۔ زیادہ سے زیادہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ضعیف کہہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن ترکمانی، الجوہر النقی میں فرماتے ہیں خود امام بیہقی نے اس حدیث کو بطریق اسماعیل بن موسیٰ سعید، امام مالک رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ، اپنی کتاب ”خلافيات“ میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور اسماعیل ”صدوق“ ہے جبکہ نسائی نے کہا ”لابأس به“ (سنن کبریٰ، ج 2، ص 160 — میزان الاعتدال، ج 4، ص 380)

معلوم ہوا یہ حدیث مبارک مرفوع ہے جس کا بیہقی انکار کر رہے ہیں اور عجیب بات کہ خود خلافيات میں بطریق اسماعیل بن موسیٰ سدی، امام مالک سے مرفوعاً روایت کر رہے ہیں۔ اگر آپ اسے بطریق یحییٰ بن سلام عن مالک، مرفوع تسلیم نہیں کرتے ہو تو بطریق اسماعیل بن موسیٰ سدی عن مالک مرفوع مان لو، مدعا تو یہی ہے کہ اگر امام پیچھے نماز پڑھے تو مقتدی کو سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

اور امام بیہقی فرماتے ہیں اس بارے میں محفوظ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے وہی حدیث ہے جسے امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا وہ حدیث یہ ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے ایک اور روایت

(70) حدثنا مالک عن ابی نعیم وھب بن کيسان انه سمع

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ یقول من صلی رکعة لم یقرأ

فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام

(مؤطا امام مالک، ج 1، ص 175)

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں جس نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں۔ ہاں اگر امام کے پیچھے ہو تو۔ یعنی امام کے پیچھے نہ پڑھے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ جب صحیح ہے تو لا محالہ مرفوع بھی ہے۔ علامہ عبد الباقی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں۔

قال أفهَذَا صحابی تاول قوله صلى الله عليه وسلم لاصلوة

لمن لم یقرأ الفاتحة الكتاب علی ما اذا كان وحده

(زرقاتی علی المؤطا، ج 1، ص 175)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس صحابی (حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب“ کی تاویل یہ فرمائی کہ جب آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ حدیث قابل تاویل ہے لہذا امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کو حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے لئے مؤول ثابت کیا ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اور امام زرقاتی آخر میں فرماتے ہیں۔ ابو عبد المالك کہتے ہیں یہ حدیث موقوف ہے اور بعض نے اس کو مرفوع بھی روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے

اس حدیث کو ”من طریق معن عن مالک“ موقوفاً روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے

اس حدیث کا مرفوع ہونا، امام زرقاتی کے قول سے بھی ثابت ہے لہذا یہ حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً و موقوفاً دونوں طریق سے مروی ہے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(71) حدثنا ابو خالد الأحمر عن ابن عجلان عن زيد بن أسلم

عن ابي هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما

جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر كبروا واذا قرأ فانصتوا.

مصنف ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ، ج 1 ص 377 — أخرجه مالك وابوداؤد

والنسائي وابن ماجه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، امام جب تکبیر کہے تم بھی کہو اور جب نماز میں قرآن کی تلاوت کرے تو خاموش رہو۔

بیہقی کی روایت

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب امام پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو خاموش رہنا

چاہئے۔

بیہقی نے سنن کبریٰ میں اس حدیث کو اسماعیل ابن ابان سے روایت کیا ہے۔

(72) حدثنا اسماعيل بن ابان عن محمد بن عجلان عن زيد

بن أسلم ومصعب بن شرحبيل عن ابي صالح عن ابي هريرة

عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله.

اور اسی طرح خارجہ بن مصعب نے بھی زید بن اسلم اور یحییٰ بن العلاء نے بھی

زید بن اسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔ معلوم ہوا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے

متابع ہیں لہذا یہ حدیث اپنے متابع ہونے کے لحاظ سے بھی قوی ہے۔ پھر اس حدیث کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی مرفوعاً روایت کیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔
 ”اذا قرأ فانصتوا“

اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ معلوم ہوا یہ الفاظ حدیث مرفوع سے ثابت ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

ابن عجلان ثقہ ہیں

حدیث ابن عجلان میں (واذا قرأ فانصتوا) لیس بشبی یعنی کچھ نہیں اور ابو حاکم سے ہے کہ یہ کلمہ اس حدیث میں محفوظ نہیں۔ بلکہ یہ ابن عجلان کی تخلیط میں سے ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صالح بن محمد اپنے باپ نے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ عبد اللہ بن احمد اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عیینہ سے سنا، فرماتے تھے حدیث محمد بن عجلان وکان ثقہ۔

اسحاق بن منصور روایت کرتے ہیں ابن معین سے کہ انہوں نے کہا ”ثقہ“
 ___ عباس بن محمد دوری، ابن معین سے ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا ”ثقہ ہیں اور اس میں کسی کو شک بھی نہیں۔

یعقوب بن شیبہ نے کہا ”صدوق وسط“ ابو زرہ کہتے ہیں ابن عجلان ثقات میں سے ہے۔

ابو حاتم اور نسائی کہتے ہیں۔ ثقہ ہے، واقدی کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن محمد بن عجلان سے سنا، وہ کہتا ہے ”کان ثقہ کثیر الحدیث“ ابن حبان نے جب ثقات میں سے اس کا ذکر کیا تو کہا اختلاط سے قبل جو روایت اپنے باپ سے کی ہے وہ صحیح ہے اور محمد بن عجلان کی وفات 148 میں ہوئی (تہذیب التہذیب، ج 9، ص 341)

معلوم ہوا محمد بن عجلان کی ثقاہت میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اختلاط بھی صرف ابن حبان اور یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا بلکہ ابن حبان نے کہا جو اس نے تحریر کیا ہوا ہے وہ فی نفسہ ایک صحیفہ ہے لہذا اختلاط کا وہم ختم ہوا۔ جب کہ بیہقی نے فرمایا یہ

کلمہ ”اذا قرأ فانصتوا“ تخلیط ابن عجلان سے ہے تو آئیے وہ حدیث سنئے جو آپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔

ابن عجلان کی اپنے والد سے روایت

(72) حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا سعد الصاغانى محمد

بن ميسر حدثنا محمد بن عجلان عن ابيه عن ابي هريرة

رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما

الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا الى آخر

الحديث (مسند احمد، ج 2، ص 376)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتداء کرو اگر امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور اگر امام تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔

ابن عجلان تخلیط کا شکار نہیں ہوئے

محترم قارئین! فیصلہ ان کے ذمہ ہے ابن حبان نے ثقات میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سعد نے ابن عجلان عن ابيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سے جو روایت کی ہے وہ محمد بن عجلان کی تخلیط سے قبل قدیم روایت ہے۔ لہذا آپ کی ”عن ابيه“ سے روایت ثابت ہو گئی۔ اب اس حدیث کے صحیح ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ اور مسند احمد کی حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ”التاریخ الکبیر“ میں اس حدیث کے ماتحت نقل فرمایا کہ یہ الفاظ (فاذا قرأ فانصتوا) زائد ہیں۔ حدیث کے نہیں — اب ثابت ہوا کہ یہ الفاظ حدیث کے ہی ہیں، زائد نہیں۔

اولاً تو اس حدیث کو ابام بخاری کے استاد نے تخریج کیا جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

دوم، جو طعن محمد بن عجلان پر اختلاط کا تھا وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ”عن ابيه“ کے ساتھ روایت کر کے ثابت کر دیا کہ یہ تخلیط ابن عجلان سے نہیں بلکہ

اصل حدیث کے الفاظ ہیں۔ دوسری جگہ مسند احمد، ص 420، جلد دوم میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

(73) حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا عبد الله بن محمد قال
عبد الله بن احمد وسمعت انا عن عبد الله بن محمد بن ابي
ثيبه قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن زيد بن
اسلم عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا فاذا
قرأ فانصتوا.

یہ وہی سند ہے جس سے ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا۔
امام بیہقی فرماتے ہیں ابو داؤد نے اس حدیث کو من طریق ابی خالد عن ابن
عجلان "تخریج کیا اور کہا (واذا قرأ فانصتوا) کے الفاظ زائد ہیں اور محفوظ نہیں۔
ہمارے نزدیک ابو خالد کا وہم ہے۔ علامہ ابن ترکمانی "الجوہر النقی" میں اس اعتراض
کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

ابو خالد، ثقہ ہے اس سے ایک جماعت تے تخریج کیا، اسحاق بن ابراہیم کہتے
ہیں میں نے وکیع سے اس کے متعلق پوچھا تو وکیع نے جواب دیا، ابو خالد ان شخصیات
میں سے ہیں جن کے متعلق پوچھا جانا چاہئے۔

ابو ہشام رفاعی کہتے ہیں ابو خالد الاحمر نے ہمیں حدیث بیان کی، کہتے ہیں
ابو خالد "الثقة الامین" ہیں۔ اور ابو داؤد کا آپ کی طرف وہم کی نسبت کرنا سوائے
ابن عجلان کے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابو داؤد کے نزدیک ابن عجلان کا حال
ابو خالد الاحمر سے اچھا ہے۔ اور بات باعث تعجب یہ ہے کہ ابن عجلان میں کلام ہے
اور ابو خالد بلا شک ثقہ ہیں۔ نسائی نے اپنے سنن میں اس حدیث کو اس زیادت کے
ساتھ "من طریق محمد بن سعد الانصاری عن ابن عجلان" تخریج فرمایا۔ نسائی کہتے ہیں
مخرمی کا قول ہے محمد بن سعد، ثقہ ہیں اور ابن سعد نے ابو خالد کی متابعت کی اور

اسماعیل بن ابان نے بھی — جیسا کہ امام بیہقی نے تخریج فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ وہم ابو خالد کی طرف سے نہیں جیسا کہ ابوداؤد کا گمان ہے اور امام منذری نے اپنی مختصر میں ابوداؤد کی بات ذکر کرنے کے بعد، اس کا رد فرمایا۔

ابن حزم نے حدیث ابن عجلان کو صحیح کہا ہے اور مسلم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ابو عمرو نے ”تمہید“ میں اپنی سند کے ساتھ ابن ضبل سے اس حدیث کا ذکر کیا اور انہوں نے کہا یہ دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابو ہریرہ اور حدیث ابوموسیٰ الاشعری صحیح ہیں۔

ترکمانی کا کلام یہاں پر ختم ہوا۔

مخالفین کے دو اعتراض

علامہ محمد حسن سنہلی حنفی ”تسبیح النظام“ میں اس کا جواب یوں نقل فرماتے ہیں مخالفین کا اعتراض دو وجہ سے ہے۔

اول: ابوداؤد نے کہا یہ کلمہ (واذا قرأ القرآن فانصتوا) زیادہ ہے اور یہ محفوظ نہیں اور ابو خالد کی طرف سے وہم کا شکار ہونا بھی اسے مشکوک بنا دیتا ہے۔

دوم: امام بیہقی نے حدیث ابو ہریرہ اور حدیث ابوموسیٰ اشعری روایت کرنے کے بعد فرمایا۔

تحقیق حفاظ کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ الفاظ حدیث میں خطا ہیں ابوداؤد، ابو حاتم، ابن معین اور حاکم و دارقطنی وغیرہم نے کہا، یہ الفاظ محفوظ نہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان الفاظ کا ثبوت نہیں۔ اس لئے محفوظ نہیں اور اسی طرح عینی نے کہا۔

اعتراضات کا جواب

علامہ محمد حسن فرماتے ہیں اس اعتراض کا کئی وجوہ سے جواب دیا گیا ہے
وجہ اول: جسے ابن ہمام صاحب شارح ہدایہ نے ذکر کیا۔ اور کہا کہ اس حدیث

کے طریق روایت کے صحیح ہونے اور رواۃ کے ثقہ ہونے کی بنا پر اس طرف التفات نہیں کرنی چاہئے۔ اور یہ حدیث شاذ ہے اور مقبول جیسا کہ الشیخ عبدالحق نے مقدمہ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔

وجہ دوم: امام منذری نے "المختصر" میں ابوداؤد کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا، "جو ابوداؤد نے (واذا قرأ فانصتوا) کے الفاظ کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اس میں اعتراض ہے۔ کیونکہ ابو خالد سلمان بن حیان ان ثقہ لوگوں میں سے ہیں جن سے بخاری و مسلم نے حجت پکڑی باوجود اس مرتبہ کے وہ اس زیادت میں منقرض نہیں بلکہ اس روایت میں ابوسعید محمد بن سعد انصاری اُسلمی مدنی نزہل بغداد کی متابعت بھی ہے۔ انہوں نے بھی اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔ یعنی " (اذا قرأ انصتوا) " یہ الفاظ ان کی روایت میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ امام احمد کی روایت کردہ حدیث میں سعد الصاعانی محمد بن میسرہ بھی شریک ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کی روایت خارجہ بن مصعب اور یحییٰ بن العلاء نے بھی زید بن اسلم سے کی ہے۔ جب یہ حدیث مبارک متعدد طرق سے مروی ہے تو پھر اس میں اعتراض کیسا اور صرف ابوداؤد کے کہنے سے یہ الفاظ مبارک اصل حدیث سے کیسے خارج ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اس کی متابعت لفظی و معنوی بھی موجود ہے۔

وجہ سوم: ابن خزیمہ نے "صحیح" میں اس حدیث میں اس زیادتی کو درست کہا ہے۔

وجہ چہارم: مسلم نے کہا میرے نزدیک یہ حدیث ابوہریرہ صحیح ہے۔ اور ان کے الفاظ یہ ہیں

قال ابو اسحاق قال ابو بکر بن اخت ابی النضر فی هذا الحديث فقال مسلم تريد احفظ من سليمان. فقال له ابو بکر فحدث ابو هريرة صحيح یعنی "واذا قرأ فانصتوا" فقال هو عندي صحيح (مسلم مع نووی، ج ۱، ص ۱۷۴)

ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان صاحب مسلم کہتے ہیں ابو بکر بن اخت ابی النضر نے اس حدیث کے متعلق کہا تو امام مسلم نے فرمایا تیرا ارادہ ہے کہ میں سلمان سے زیادہ حافظ ہوں؟ ابو بکر نے امام مسلم کو کہا حدیث ابو ہریرہ کیسی ہے، فرمایا وہ صحیح ہے یعنی ”واذا قرا فانصتوا“ امام مسلم نے کہا میرے نزدیک یہ صحیح ہے۔

تو امام مسلم کے صحیح کہہ دینے کے بعد ابو داؤد کے قول کی کچھ وقعت باقی نہیں رہتی اور مسلم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں غیر محفوظ نہیں، جیسا کہ ابو داؤد کا وہم ہے لہذا حدیث ابو ہریرہ صحیح ہے اور امام کے پیچھے نہ پڑھنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔

علامہ محمد حسن سنبللی حنفی فرماتے ہیں یہ مسلم، آئمہ حدیث اور اہل نقل کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم دے دیا اور اس کے ساتھ امام بیہقی اور ان کے ہم مثل معترضین کا بھی رد ہو گیا۔

ذبیہ بن جحیم: ابو خالد اور ابن عجلان کی آئمہ فن اور ارباب رجال میں سے بعض علماء نے توشیح فرمائی اور صاحب تقریب نے ابو خالد الاحرمر تبہ میں پانچویں اور آٹھویں طبقہ سے شمار کیا ہے۔ اس سے قبل ارباب رجال سے محمد بن عجلان کے متعلق آپ نے سماعت فرمایا، اب ابو خالد کے متعلق بھی علمائے نقد کی تصریح ملاحظہ ہو۔

حافظ ابن حجر ”التهذيب“ میں فرماتے ہیں

سلمان بن حیان ازدی ابو خالد الاحرمر کوفی جعفری (متوفی 190ھ)

ابن ابی مریم سے کہ یحییٰ بن معین نے کہا ”ثقة ہیں“ اور اسطرح ابن المدینی نے کہا۔ عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ (لیس بہ بأس) اور اسی طرح نسائی نے کہا۔ عباس بن محمد دوری، ابن معین سے ناقل ہیں کہ ”صدوق“ یعنی وہ سچے ہیں۔ ابو هشام رفاعی کہتے ہیں ”ثقة امین“ ابو حاتم کہتے ہیں ”صدوق“ ابن عدی کہتے ہیں ”لہ احادیث صالحہ“ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں میں نے ابن سعد کو ان کے متعلق کہتے سنا۔ ”کان ثقة کثیر الحدیث“ اور ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام

عجلی کہتے ہیں ”مفتی صاحب سے“ امام ذہبی فرماتے ہیں ”ابو خالد لا حرمہ صحاح ستہ کے رجال سے ہیں۔“

(تہذیب التہذیب، ج 4، ص 181 — میزان الاعتدال، ج 2، ص 200)

ارباب رجال اور آئمہ فن کی تصریح سے ثابت ہوا کہ ابو خالد لا حرمہ اور محمد بن عجلان ثقہ ہیں لہذا ان کی روایت کردہ حدیث صحیح ہے۔

فقط ابوداؤد کے قول ”لفطہ لیست بمحفوظة“ اور امام بیہقی کا ابو خالد کے وہم پر اس حدیث کے الفاظ ”واذا قرأ أنصتوا“ کو مرفوع نہ سمجھنا بذات خود ایک وہم ہے۔ امانت و دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان الفاظ کو اصل حدیث تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اس حدیث کی شاہد حدیث ابو موسیٰ الاشعری بھی ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں آئیے حدیث ابو موسیٰ الاشعری سماعت فرمائیں۔

حدیث ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

(74) حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا علي بن عبد الله قال حدثنا

جرير عن سلمان التيمي عن قتادة عن ابي غلاب عن حطان

بن عبد الله الرقاشي عن ابي موسى الاشعري قال علمنا رسول

الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قمتم الى الصلوة فليؤمكم

احدكم واذا قرأ الامام فأنصتوا.

(مسند امام احمد، ج 4، ص 265)

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔ ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اور فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تم خاموشی سے سو کیوں کہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا، ابو علی روز باری نے کہا ابو بکر بن داس نے کہا کہ ابوداؤد جستانی کا ”وانصتوا“ کے بارے کہنا، یہ محفوظ نہیں، کچھ

حیثیت نہیں رکھتا مزید فرماتے ہیں۔ ابو عبد اللہ الحافظ نے فرمایا میں نے ابو علی روزباری سے سنا، فرماتے ہیں کہ جریر نے سلمان تمیمی سے اس حدیث کی تخریج کر کے تمام اصحاب قتادہ کی مخالفت کی ہے۔

شیخ الحافظ علامہ ماردینی المعروف بابن ترکمانی ”الجوہر النقی“ میں اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

”میں کہتا ہوں“ سنن ابوداؤد کے غیر نسخہ میں، میں نے دیکھا ہے ”فانصتوا لیس بمحفوظ“ ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اور سلمان تمیمی جلیل القدر ہیں شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں۔ میں نے بہت زیادہ سچا اس سے اور کوئی نہیں دیکھا (علل الخلال) میں ہے۔ میں نے احمد بن حنبل سے کہا لوگ کہتے ہیں سلمان تمیمی نے خطا کی ہے احمد بن حنبل نے فرمایا، کون کہتا ہے اور جس نے کہا اس نے سلمان تمیمی پر الزام لگایا ہے۔

ثقة کی زیادتی مقبول ہے

علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ سلمان تمیمی نے اصحاب قتادہ کی مخالفت کی ہے بلکہ ان پر یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں اور زیادہ کرنا ثقہ کا مقبول ہے اور بعض نسخہ مسلم میں اس حدیث کے بعد جو بیان کیا گیا یعنی امام مسلم نے فرمایا یہ الفاظ (اذا قرا فانصتوا) میرے نزدیک صحیح ہیں۔ امام مسلم کا اس حدیث مبارک کو جسے ابو موسیٰ اشعری نے روایت کیا، صحیح قرار دینا سلمان تمیمی کی روایت کے لئے جید شہادت ہے۔

اور خود امام بیہقی نے اپنی روایت کے ساتھ سعید بن ابی عروبہ اور عمر بن عامر کی روایت کو قتادہ سے اسی طرح تخریج فرما کر روایت سلمان تمیمی کی متابعت ثابت کی ہے۔

وہ حدیث اس طرح ہے۔

روایت سلمان تیمی اور اس کی متابعت

(75) عن سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن ابی عروبہ

عن قتادة عن يونس بن جبیر یعنی أبا غلاب عن حطان ابن

عبدالله الرقاشی قال صلى بنا ابو موسى فقال ابو موسى ان

رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمنا اذا صلى بنا فقال

انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا اذا قرأ فأنصتوا.

(سنن کبریٰ للبیہقی، ج 2، ص 156)

حطان بن عبد اللہ الرقاشی کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے

ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ نماز

پڑھتے تو ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرماتے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا امام اسی لئے بنایا گیا ہے کہ تم اس کی اقتداء کرو، جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور

جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو۔

معلوم ہوا فقط سلمان تیمی سے ہی یہ مروی نہیں بلکہ عمر بن عامر اور سعید بن ابی

عروبہ سے بھی اسی طرح مروی ہے یعنی جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔

ابو علی روزباری کا قول باطل ہوا کہ اصحاب قتادہ اس کے مخالف ہیں۔ یہ عمر بن

عامر اور سعید بن ابی عروبہ — سلمان تیمی، اصحاب قتادہ میں سے ہیں۔ اور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (واذا قرأ أنصتوا) کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور سالم بن

نوح کے متعلق دارقطنی نے ”لیس بقوی“ کہا۔ حالانکہ اس کی احادیث کو مسلم، ابن

خزیمہ، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے تخریج کیا ہے

— امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور ابوزرہ کہتے ہیں ”صدوق ثقہ“

لہذا یہ حدیث صحیح اور قابل حجت ہے۔

سلمان تیمی اور سالم بن نوح اصحاب نقد کی نظر میں

آئیے ذرا ملاحظہ ہو ان دو حضرات سلمان تیمی اور سالم بن نوح کی حیثیت کو علمائے اسمائے رجال کی نظر میں کیا اہمیت حاصل ہے۔

(i) سلیمان بن طرخان تیمی ابوالکحتر بصری، متوفی 143

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

ربیع بن یحییٰ، سعید القطان سے کہتے ہیں میں نے سلیمان تیمی سے اُصدق کوئی نہیں دیکھا عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے فرمایا۔ ”ثقة“

ابن معین اور نسائی کہتے ہیں ثقة۔ امام غزلی کہتے ہیں آپ تابعی ہیں اور ثقة اہل بصرہ کے خیار لوگوں میں سے ہیں۔

ابن سعد کہتے ہیں ”کان ثقة کثیر الحدیث“

امام ثوری کہتے ہیں بصرہ کے حفاظ تین ہیں اور ان میں سے ایک سلیمان ہیں ابن حبان نے ”ثقات“ میں سے کہا۔ سلیمان تیمی اہل بصرہ کے عبادت گزار اور صالحین میں سے ہیں۔ ثقة و اتقان و حفظا و سنة.

(تہذیب التہذیب، ج 4، ص 203)

☆ سالم بن نوح بن ابی عطاء البصری الجزری ابوسعید العطار، متوفی 200ھ عبداللہ بن احمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابوزرعہ کہتے ہیں لا باس بہ صدوق ثقة

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی احادیث لکھی جائیں اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور امام ساجی کہتے ہیں ”صدوق ثقة“ اور اہل بصرہ ابن معین سے زیادہ اس کو جانتے ہیں۔ ابن شاہین نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن شاہین نے بحوالہ ابن معین کہا کہ اس کی احادیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن نافع کہتے ہیں و هو بصری ثقة. (تہذیب التہذیب، ج 3، ص 443)

آئمہ فن اور ارباب رجال سے ان حضرات کے بارے میں آراء آپ نے

سماعت فرمائیں کہ یہ دونوں ثقہ ہیں۔ اور اکثر آئمہ فن کا ان پر اتفاق ہے۔ جب اکثر نے ان کی توثیق فرمادی تو ان کی احادیث صحیح ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ فقط دار قطنی کی جرح کرنے سے اس کی ثقاہت مجروح نہیں ہوتی۔ کیونکہ جرح مبہم تعدیل و توثیق کے منافی نہیں۔

لہذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ امام کو منتخب ہی اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس امام کا قرأت کرنا، مقتدی کے لئے کافی ہے اس اعتبار سے مقتدی حکماً قاری ہے اور امام حقیقہ

حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

(76) أخبرنا أبو سعد المليني أنبا أبو أحمد عبد الله بن عدي الحافظ ثنا عبد الله ابن الحسين الصفارو ابن صاعد قال ثنا يوسف بن موسى ثنا سلمة بن الفضل ثنا الحجاج بن أرطاة عن قتادة عن زرارة بن أوفى عن عمران بن حصين قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى بالناس رجل يقرأ خلفه فلما فرغ قال من ذا الذي يخالفني سورتي فنهى عن القراءة خلف الامام (سنن الكبرى للبيهقي، ج 2، ص 163، دار قطنی)

عمران بن حصین فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کون مجھے تلاوت سورت (جو آپ پڑھ رہے تھے) میں خلیجان میں ڈال رہا تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کر دیا۔

یہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے اور اس میں یہ الفاظ الفاظ (فنهى عن القراءة خلف الامام) فقط حجاج بن أرطاة کی روایت میں ہیں

اور کسی نے ان الفاظ کے ساتھ عمران بن حصین سے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔
اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی نے صرف یہی کہا کہ اس روایت کے ساتھ
حجاج بن ارقطہ منفرد ہیں گویا اس حدیث کو شاذ قرار دے رہے ہیں اور حدیث شاذ
ہمارے نزدیک قابل حجت ہے۔

اور دارقطنی نے کہا اس روایت کے ساتھ حجاج بن ارقطہ منفرد ہیں اور وہ قابل
حجت نہیں۔ حدیث عمران بن حصین کو بلا ذکر (فہی عن القراءۃ خلف الامام) اکثر
محدثین نے نقل فرمایا ہے۔

(77) حدثنا اسحاق بن ابراهيم الدبري أنا عبد الرزاق أنا
معمر عن قتادة عن زوارة بن أوفى عن عمران بن حصين ان
النبي صلى الله عليه وسلم صلى باصحابه الظهر فلما قضى
صلوته قال ايكم قرأ (سبح اسم ربك الاعلى) فقال بعض
القوم أنابا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قد عرفت ان
بعضكم خالجنها _ وفي رواية قد علمت ان رجلا
خالجنها. (طبرانی فی الکبیر، ج 18، ص 260 _ عبد الرزاق فی معنف، حدیث
نمبر 2799 مسند احمد، ج 4 ص 498 _ مسلم شریف، حدیث نمبر 398
_ ابوداؤد، حدیث نمبر 813، 814 _ نسائی، ج 2، ص 140 _ ابوعوانہ، ج 2،
ص 145 _ مسند حمیدی، حدیث نمبر 835)

عمران بن حصین فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے
ساتھ نماز ظہر ادا کی جب نماز پوری فرما چکے تو فرمایا تم میں سے کسی نے (سبح اسم ربک
الاعلیٰ) کی تلاوت کی۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے
قرأت کی ہے۔ فرمایا، مجھے معلوم ہو گیا کہ تم میں سے کسی نے میری قرأت میں خلل
ڈالا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے میں نے جان لیا کہ کسی شخص نے میری
قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

دونوں حدیثیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ پہلی حدیث دارقطنی اور بیہقی نے روایت کی اور حجاج بن ارطاة پر جرح کی، اور دوسری حدیث تمام کے نزدیک قابل حجت ہے اور بیہقی اور دارقطنی کے نزدیک لفظ ”نہی“ میں کلام ہے (یعنی فہنی ہم عن القراءة) اور ان کے نزدیک یہ الفاظ محفوظ نہیں کیونکہ حدیث کا مدار فقط حجاج بن ارطاة ہیں اور یہ ابن ارطاة ان کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ اس لئے پہلے حجاج ابن ارطاة پر ناقدانہ تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔

حجاج بن ارطاة اصحاب نقد کی نظر میں

حجاج بن ارطاة ثور بن ہبیرہ بن شراحیل النخعی ابو ارطاة الکوفی القاضی

(التوفی 140)

ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے ابن ابی نجیح سے سنا، وہ کہتے ہیں تم میں سے اس کی مثل کوئی نہیں یعنی حجاج ابن ارطاة کی۔

امام ثوری کہتے ہیں تم پر لازمی ہے کہ حجاج بن ارطاة کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ ایسا کوئی نہیں رہا جو پہچانا جائے کہ یہ اس کے سر سے نکلتا ہے مگر حجاج بن ارطاة۔
امام عجل فرماتے ہیں حجاج بن ارطاة فقیہ تھے۔

ابو غالب امام احمد کے حوالے سے فرماتے ہیں: کان من الحفاظ

ابن خثیمہ کہتے ہیں ”عن ابن معین صدق“

ابوزرعہ کہتے ہیں ”صدوق یس“ اور اس طرح ابو حاتم نے کہا۔

ابن عیینہ کہتے ہیں ہم منصور بن المعتمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایک حدیث کا ذکر کیا۔ منصور نے پوچھا یہ حدیث تجھ سے کس نے بیان کی۔ انہوں نے کہا حجاج بن ارطاة نے۔ منصور بن المعتمر نے کہا حجاج بن ارطاة سے حدیث لکھی جائے۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ارطاة پر زیادہ سے زیادہ یہی الزام ہے کہ وہ اپنے

شیخ کا نام ذکر نہیں کرتے۔ (تہذیب التہذیب ج 2 ص 197)

امام ذہبی فرماتے ہیں ”حجاج بن ارطاة فقیہ“

اور آپ سے سفیان، شعبہ، ابن نمیر، عبدالرزاق اور ایک بڑی تعداد نے روایت کی
امام عجل فرماتے ہیں ”کان فقیہا مفتیا“

امام احمد فرماتے ہیں کان من الحفاظ۔

ابن معین کہتے ہیں ”لیس بالقوی وهو صدوق یدلس“ یعنی ابن ارطاة
قوی نہیں، صادق ہے اور تدلیس کرتا ہے۔

امام ابوحاتم فرماتے ہیں جب وہ کہے ”حدثنا“ تو وہ صالح ہے اس کے صدق اور
حفظ میں شک نہ کیا جائے۔

امام احمد فرماتے ہیں ”الحجاج حافظ“

حماد بن زید کہتے ہیں حجاج بن ارطاة جب ہمارے پاس آئے ان کی عمر
31 سال تھی میں نے دیکھا ایک ازدحام ان کے ارد گرد تھا ایسا ازدحام حماد بن ابی
سیمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ ان کے پاس میں نے مطر الوراق، داؤد بن ہند اور
یونس کو دیکھا کہ گھنٹوں کے بل مختلف احادیث کے متعلق آپ کی رائے پوچھ رہے
تھے۔

عثمان دارمی، یحییٰ سے فرماتے ہیں حجاج بن ارطاة کی روایت قتادة بن دعامة سے
صالح ہے۔ امام شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں حجاج بن ارطاة اور ابن اسحاق سے
حدیث لکھو۔ کیونکہ وہ دونوں حافظ ہیں۔ ابن حبان نے کہا۔

ابن مبارک، یحییٰ بن قطان، ابن مہدی، ابن معین اور امام احمد نے حجاج بن ارطاة
کو چھوڑ دیا تھا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں یہ اقوال بے نکی باتیں ہیں جن کی کوئی حقیقت
نہیں۔

نسائی نے مدلسین کا ذکر کیا (وہ یہ ہیں) الحجاج بن ارطاة، حسن، قتادة، حمید، یونس
بن عبید، سلیمان التیمی، یحییٰ بن کثیر، ابواسحاق، حکم، اسماعیل بن ابی خالد، مغیرہ، ابوالزبیر
ابن ابی نجیح، ابن جریج، سعید بن ابی عروبہ، ہشیم، ابن عیینہ۔

امام ذہبی فرماتے ہیں اعمش، ولید بن مسلم اور بقیہ وغیرہم تمام حضرات مدلیس میں سے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج 1 ص 480)

خلاصہ کلام: تمام کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج ابن ارطاة پر سوائے مدلیس کے کوئی اور الزام نہیں۔ امام ذہبی نے عثمان داری عن یحییٰ کے حوالے سے فرمایا حجاج بن ارطاة کی قنادہ بن دماعہ سے روایت صالح ہے اور مذکورہ روایت جس کے راوی دارقطنی ہیں اس میں حجاج ابن ارطاة نے قنادہ سے روایت کی 'لہذا علت ختم ہوئی۔

سوم: قنادہ بن دماعہ کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں۔ "قنادہ بن دماعہ سدوسی (حافظ ثقہ ثبت) لیکن وہ مدلس ہے اور قدریہ کی طرف آپ کو موسوم کیا گیا۔ یہ ابن معین کا قول ہے" امام ذہبی فرماتے ہیں باوجود اس کے اصحاب صحاح نے آپ کو قابل حجت تسلیم کیا ہے بالخصوص جب وہ حدیث سے روایت کرتا ہے۔

(میزان الاعتدال ج 3 ص 385)

معلوم ہوا اصحاب صحاح نے باوجود قنادہ کے مدلس ہونے کے ان سے روایت کی ہے اور اگر حجاج بن ارطاة مدلس ہیں تو ان کی روایت کو کیوں قبول نہیں کیا جاسکتا؟ حالانکہ حجاج بن ارطاة قنادہ کی نسبت روایت میں صالح ہیں پھر جب سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج جیسے آئمہ جرح وتعدیل اور امراء المؤمنین فی الفقہ حجاج بن ارطاة کی توثیق کر رہے ہیں اور شعبہ جیسے سخت نقاد ان سے روایت کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث قابل تسلیم نہ ہو۔

مدلس کی روایت کا حکم

امام نووی مقدمہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں مدلس کے حق میں صحیح قول یہی ہے جسے جمہور آئمہ جرح وتعدیل نے نقل کیا۔ کہ جب کسی لفظ محتمل سے روایت کرے کہ جس سے سماع ظاہر نہ ہو وہ مرسل ہے اور جو اس کو ظاہر کر دے مثلاً سمعت حدیثاً آخرتاً یا ان کے مشابہ اور الفاظ کے ساتھ وہ حدیث صحیح ہے اور مقبول ہے قابل حجت صحیحین اور ان کے علاوہ دیگر کتب اصول میں اس قسم کی مدلیس بہت زیادہ پائی

جاتی ہے جس کا احصاء ناممکن ہے۔ مثلاً قتادہ، اعمش، سفیان بن وھشیم اور ان کے علاوہ۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ تدلیس کذب نہیں، اور جب کذب نہ ہو تو جمہور کے قول کے مطابق وہ محرم نہیں۔ اور راوی عادل، ضابطہ اور اس کا سماع ظاہر ہو تو اس کے صحیح ہونے پر حکم واجب ہے۔

امام نووی کی تصریح کے بعد معلوم ہو جانا چاہئے کہ حجاج بن ارطاة مدلس ہیں لیکن قتادہ سے نہیں کیونکہ اس سے حجاج بن ارطاة کا روایت کرنا صالح اور صحیح ہے اس سے ثابت ہوا کہ حجاج بن ارطاة کا قتادہ سے سماع بین و ظاہر ہے۔ ورنہ قتادہ سے بھی آپ کی روایت تدلیس کے زمرہ میں آئے گی اور سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری و شعبہ بن حجاج کی توثیق و تعدیل نے حجاج بن ارطاة کی قتادہ سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور صالح کہا ہے اور حدیث صحیح صحیح ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ آئمہ فن اور ارباب رجال کی تصریح نے ثابت کیا کہ جس حدیث کو دارقطنی اور پھر بیہقی نے حجاج بن ارطاة سے روایت کیا، صحیح ہے۔ دارقطنی کا وہم غلط ہے۔ کہ حجاج بن ارطاة قابل حجت نہیں۔ باقی رہا ابن ارطاة کا اس روایت میں منفرد ہونا تو ظاہر ہے ہمارے نزدیک حدیث شاذ، مقبول ہے۔

اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ محدثین کے نزدیک مدلس کی معصن سے روایت مقبول نہیں تو ہمارے نزدیک دوسری حدیث جسے مسلم، طبرانی اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے جسے روایت کیا جس میں آپ نے فرمایا (خالجینہا) نبی کے اعتبار سے حدیث اول سے بھی زیادہ قوی ہے۔

صاحب تنسیق النظام کی تحقیق

شیخ الحافظ محمد حسن "تنسیق النظام" میں فرماتے ہیں۔

اولاً تو ہم کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاة قابل حجت ہیں کیونکہ وہ ثقہ اور صدوق ہیں اور اصحاب رجال نے ان کی توثیق و تعدیل فرمائی۔ تقریب میں ان کو مرتبہ سے لحاظ

سے پانچویں اور طبقہ کے لحاظ سے ساتویں میں شمار کیا اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔
 ثانیاً اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ لفظ ”نہی“ غیر محفوظ ہے بلکہ واجب الحذف ہے تو
 ہمیں اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ نہی کا معنی صرف لفظ نہی سے ہی حاصل
 نہیں بلکہ مخالفت سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ طعن و تعریض کی قسم سے
 ہے جو بطریق اشارہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے اور یہ صراحت سے زیادہ مبلغ ہے
 اور اس کی طرف اشارہ ظاہر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفت میں ڈالنا
 کسی کے نزدیک بھی محمود نہیں بلکہ مذموم و شنع ہے اور قبیح اور یہی نہیں اور منع کے معانی
 ہیں۔ لہذا مخالفت سے منع کرنا اور روکنا نہی کو بدرجہ مبلغ ثابت کر رہا ہے۔ لہذا یہ
 دونوں حدیثیں اس بات پر قوی دلیل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو
 امام کے چپے پڑھنے سے منع کیا ہے خواہ وہ سری نماز ہو یا جہری۔ کیونکہ امام کا پڑھنا
 ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

ابوزکریا نووی نے اس حدیث کے ماتحت فرمایا۔

خالجہا ای نازعہا ومعنی هذا الکلام الانکار علیہ
 ولانکار فی جہرہ او رفع صوتہ بحیث أسمع غیرہ لاعتن
 اصل قرآنہ (مسلم شریف بمعنوی ج 1 ص 173)

یعنی مخالفت بمعنی منازعت ہے اور اس کلام کا معنی اس کا انکار کرنا ہے۔

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ مخالفت کا معنی منع اور نہی
 کے معنی میں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے پڑھنے پر انکار
 فرمایا۔ کیا اس جگہ آپ کا انکار فرمانا منع کرنا نہیں۔ معلوم ہوا دوسری حدیث جو عمران
 بن حصین سے مروی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں (خالجہا) یہ بھی نہیں اور منع پر
 دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ محمد حسن سنہلی نے بالتحقیق بیان فرمایا۔ لہذا اب کسی کو
 اس بات میں شک نہیں ہونا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے چپے
 پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام نووی نے انکار کی جو وجہ بیان کی اس سے قطع نظر اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے نزدیک مخالفت بمعنی انکار قرأت ہے۔ باقی رہا یہ قول کہ یہ انکار اس کے جبر یا رفع صوت پر ہے (جیسا کہ امام نووی علیہ الرحمۃ نے وجہ بیان کی) اصل قرأت میں نہیں۔ یہ قول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ استفہام سے مراد ایک جاہل کے نزدیک بھی پڑھنے والا مراد نہیں بلکہ اصل قرأت ہے ورنہ اس میں بے شمار مفاسد لازم آئیں گے۔ وہ مفاسد تیسرے باب میں مولانا عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے آپ عنقریب سماعت فرمائیں گے۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اصل قرأت سے ہی تھا اس لئے آپ نے اس کے پڑھنے سے منع فرمادیا۔

یہ تھیں وہ احادیث مرفوعہ جن کے متعلق آپ نے تفصیل ملاحظہ فرمائی اور اب اس باب میں آثار موقوفہ مرفوعہ پیش خدمت ہیں۔ قبل ازیں کہ آثار بیان کئے جائیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس باب میں جملہ آثار جو طرق متعددہ سے مروی ہیں میری کوشش ہوگی کہ ان تمام طرق کو ضبط تحریر میں لا کر امام کے پیچھے نہ پڑھنے کا حکم بالتحقیق ثابت کیا جائے تاکہ یہ جملہ آثار مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے موید اور اہل سنت و جماعت کے لئے دلیل قاطعہ ثابت ہوں اور جن اصحاب محدثین نے آثار کو تخریج فرمایا ان کی ترتیب بھی ملحوظ خاطر رہے تاکہ ایک محدث کی تخریج کردہ آثار ایک ہی جگہ بالاستیعاب تحریر ہوں تاکہ ان تک رسائی ممکن ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

باب سوم

آثار صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم

از موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت نہیں خواہ وہ بلند آواز میں پڑھی جانے والی نماز ہو یا آہستہ آواز سے۔ آثار عامہ اس کے حق میں آئے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اثر اول

(78) قال أخبرنا عبيد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه قال قال من صلى خلف الامام كفته قرأته
عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

اثر دوم

(79) قال محمد أخبرنا سفيان بن عيينه عن منصور بن المعتمر عن ابي وائل قال سئل عبد الله بن مسعود عن القراءة خلف الامام قال أنصت فان في الصلوة شغلا سكتك

ذاک الامام.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا 'خاموش رہو بے شک نماز تو مشغول ہونا ہے (بے شک یہ قرأت نماز میں خلل ہے) اور امام کا پڑھنا ہی تیرے لئے کافی ہے۔

لفظ شغل کا مفہوم

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ "شغل" کے متعلق لکھتے ہیں۔ شَغْلٌ، شُغْلٌ اور شَغْلٌ سب کا ایک ہی معنی ہے۔

أى اشتغالا للبال فى تلك الحال مع الملك المتعال يمنعها القيل والقال

یعنی اس حال میں جب امام قرأت کر رہا ہو دل رب ذوالجلال کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور یہ حالت قیل وقال یعنی کلام سے روکتی ہے۔

اثر سوم

(80) قال محمد أخبرنا محمد بن أبان بن صالح القرشى عن حماد عن ابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس ان عبد الله بن مسعود رضى الله عنه كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه فى الاوليين ولا فى الاخرين واذا صلى وحده قرأ فى الاولين فاتحة الكتاب وسورة ولم يقرأ فى الاخرين شيئا.

ابراہیم نخعی 'علقمہ بن قیس سے نقل فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ خواہ نماز جہری ہو یا سری نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو میں۔

اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی سی

سورت ملاتے اور آخری دو رکعتوں میں کچھ نہ پڑھتے۔

اثر چہارم

(81) قال محمد أخبرنا سفيان الثوري حدثنا منصور عن ابي

وانيل عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال أنصت للمقراة

فان فى الصلوة شغلا وسكيفيك الامام

عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کی قرأت سننے کے لئے خاموش رہو بے شک نماز میں شغل ہے (یعنی دل رب تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے) اور تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

اثر پنجم

(82) قال محمد أخبرنا ابن سعد بن قيس حدثنا عمرو بن

محمد بن زيد عن موسى بن سعد بن زيد بن ثابت يحدّثه عن

جده انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له.

موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت عمرو بن محمد بن زید کو اپنے دادا سے حدیث بیان کرتے ہیں (یعنی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے) جو کہ ایک جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہیں) فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی کوئی نماز نہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ”تعلیق المجد علی مؤطا محمد“ حاشیہ نمبر 6 میں لکھتے

ہیں۔

قوله قرأ كانه مجهول على القراءة المخلة بالاستماع والنفي

محمول على نفى الكمال) حضرت زید بن ثابت کا یہ کہنا کہ امام کے پیچھے

قرأت سے نماز نہیں ہوتی، گویا یہ اس قرأت پر محمول ہے جو سننے میں نخل ہو اور یہ نفی

کمال کی نفی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کی قوتِ فیصلہ

معلوم ہوتا ہے عبدالحی لکھنوی میں قوتِ فیصلہ کا فقدان ہے اور اُن میں خود اعتمادی نہیں، مبہم الفاظ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید کرتے ہیں۔ مثال آپ کے سامنے ہے خود تحریر فرما رہے ہیں کہ یہ نفی، کمال کی نفی ہے یعنی مکمل طور پر۔ جبکہ حدیث عبادہ بن صامت کے ماتحت لکھتے ہیں۔

وقد زعم من لم یوجب قرأة الفاتحة فی الصلوة لانه النقصان
والصلوة الناقصة جائزة وهذا تحکم فاسد والنظر یوجب ان
لا یجوز الصلوة لانها صلوة لم تتم.

(موطا امام محمد، ص 98، حاشیہ نمبر 11)

”جن لوگوں نے قرأتِ فاتحہ کو نماز میں واجب قرار نہیں دیا ان کے گمان میں یہ نقصان ہے اور ناقص نماز جائز ہے مگر (لکھنوی صاحب کا اعتراض) یہ فاسد ہٹ دھرمی ہے اور ظاہری طور پر واجب یہی ہے کہ نماز جائز نہ ہو کیونکہ اس طرح نماز مکمل نہیں ہوتی (اور ناقص نماز واجب الاعادہ ہے)

غور فرمائیے! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول (لا صلوة له) میں نفی کمال کے تحت نماز کے جواز پر فتویٰ دے دیا اور اس جگہ نفی کمال کی بجائے نفی ذات کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں لفظ خداج اور غیر تمام کی دلالت، نفی صفت کمال پر ہے۔ اس کے باوجود وہ نماز واجب الاعادہ جبکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول میں جائز ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کی کشمکش

اس سے آپ اندازہ فرمائیں حضرت عبدالحی لکھنوی کس طرح کشمکش میں مبتلا ہوئے اور یقینی فیصلہ نہ کر سکے۔

اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر 5 پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

عبارت نمبر 1:

”بعض روایات میں جو ”فانتھی الناس عن القراءة خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم“ کے الفاظ آئے اور ان سے بعض لوگوں نے اس کے ظاہر سے دلیل پکڑی۔ یہ ان لوگوں پر ظاہر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں اس کی قید وارد ہوئی یعنی اس نماز میں قرأت فاتحہ جائز نہیں جو جہری ہیں اور بعض روایات بعض دوسری روایات کی مفسر ہیں۔

والحق ان ظاهر هذا الحديث مؤيد لما اختاره المالک اور حق بات یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مذہب امام مالک کا مؤید ہے علامہ صاحب ادھر تو امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب پر فتویٰ صادر فرما گئے ہیں۔

جبکہ صفحہ 101 حاشیہ نمبر 1 پر لکھتے ہیں ”امام ابن حمام شارح ہدایہ کا قول کہ ”اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے“ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

عبارت نمبر 2

”وفیه نظر وهو انه لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النہی عن القراءة خلف الامام وکل ما ذکر وہ مرفوعاً فیہ اما لا اصل له اقام لا یصح“

ابن حمام کے قول میں اعتراض ہے اس لئے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے حق میں کسی مرفوع صحیح حدیث میں نہی وارد نہیں ہوئی۔ جو بھی اس باب میں حدیث مرفوع انہوں نے ذکر کی ہیں یا تو اس کی اصل نہیں یا وہ حدیث صحیح نہیں۔“

موازنہ کیجئے

علامہ عبدالحی لکھنوی کی دونوں عبارتوں کا موازنہ کرتے ہوئے فیصلہ کیجئے کس قدر تفاوت اور فرق ہے ہر ذی عقل ان کو دو کشتیوں کا سوار قرار دیئے بغیر نہیں رہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ موصوف دو کشتیوں سے بھی تجاوز کر گئے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ لا الہی ہو لاء ولا الہی ہولاء

اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ علامہ موصوف مبہم الفاظ میں مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہیں۔ اور کبھی امام شافعی کے قصیدہ خواں بن جاتے ہیں۔ اور تیسری طرف امام مالک کو بھی خراج تحسین پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے بارے میں ”خود اعتمادی کا فقدان ہونا“ کہنا اسی وجہ سے ہے۔ بہر حال رب ذوالجلال انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

(مؤطا امام محمد، ص 97 تا 102، مطبوعہ یوسفی فرنگی لکھنوی)

حضرت ابراہیم نخعی کا قول

(83) قال محمد أخبرنا اسراييل بن يونس حدثنا منصور عن

ابراهيم النخعي قال أول من قرأ خلف الأمام رجل أتهم.

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جس نے سب سے پہلے امام کے پیچھے پڑھا اسے بدعت یا سمع وریاء کی طرف منسوب کیا گیا۔ (از شرح معانی الآثار للطحاوی)

حضرت ابن عباس کا قول

(84) حدثنا ابوبكره قال حدثنا ابو احمد محمد بن عبد الله بن

الزبير قال ثنا يونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی

الاحوص عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال كانوا يقرؤون

خلف النبي صلى الله عليه وسلم فقال خلطتم على القرآن.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے قرأت کر کے مجھے اختلاط میں ڈال دیا ہے۔

یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے جسے صاحب مسند بزار نے سند جید تخریج کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا ایک اور قول

(85) قال البزار ثنا محمد بن بشار وعمرو بن علی قال ثنا

ابو احمد أنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیہ عن ابی الاحوص

عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال کانوا یقرؤون خلف النبی صلی

اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرآن وهذا سند جید

(جوہر نقی ج 2، ص 192 - مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 377)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ

پر قرآن پاک خلط ملط کر دیا۔

اس حدیث کو علامہ ماردینی نے الجوہر النقی میں نقل فرمایا اور کہا اس حدیث کی

سند جید ہے۔

(86) حدثنا مبشر بن الحسن قال حدثنا ابو عاصم ابو جابر أنا

أشک عن شعبة عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل عن

عبداللہ قال أنصت للقرأة فان فی الصلوة شغلاً وسکفیک

ذالک الامام۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امام کی قرأت سننے کے لئے

خاموش رہو۔ بے شک نماز میں مشغولیت (کی حالت) ہے اور امام کا پڑھنا ہی

(مقتدی کے لئے) کافی ہے

علامہ طحاوی نے اس حدیث مبارکہ کو متعدد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اگر

مطلوب ہو تو مذکور کتاب دیکھیں۔

(87) حدثنا یونس قال ثنا ابن وهب قال أخبرنی حیوة بن

شریح عن بکر بن عمرو عن عبداللہ بن مقسم انه سأل عبداللہ

بن عمرو و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ فقالوا لا تقروا
خلف الامام فی شیء من الصلوات.

حضرت عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں۔ میں نے عبد اللہ بن عمر اور زید بن ثابت
اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا (کیا امام کے پیچھے پڑھنا چاہئے) تو
انہوں نے کہا امام کے پیچھے نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی کچھ نہ پڑھو یہ حدیث
اس بات کی دلیل ہے کہ نماز خواہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے مقتدی کو نہیں پڑھنا
چاہئے کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(88) أخرج الشيخ الامام عبد الله بن يعقوب الحارثي في
كتاب كشف الاسرار عن عبد الله بن زيد بن أسلم عن ابيه
قال كان عشرة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
ينبهون عن القراءة خلف الامام أشد النهي، ابوبكر الصديق،
عمر الفاروق، عثمان بن عفان، علي ابن ابي طالب،
عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابي وقاص، عبد الله بن
مسعود، زيد بن ثابت، عبد الله بن عمر وعبد الله ابن عباس
رضي الله عنهم (عمدة القاري في شرح صحيح بخاری ج 6 ص 10)

دس صحابہ کرام سختی سے قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے

شیخ امام عبد اللہ بن یعقوب حارثی اپنی کتاب کشف الاسرار میں عبد اللہ بن زید
بن اسلم عن ابيه سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں
سے دس صحابہ کرام سختی سے قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر
صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی ابن ابی طالب، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی
وقاص، عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر
اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

معلوم ہوا خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ بھی قرأت خلف الامام کے خلاف تھے اور

نحتی سے منع فرماتے تھے۔ علیکم بستی وسنة خلفاء الراشدین المہدیین“ کے مطابق اس حدیث پر عمل کرنا چاہئے جس پر خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ کیونکہ فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی سنت پر عمل ضروری ہے لہذا امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے اس کی مثل حدیث انشاء اللہ عنقریب مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول

(89) حدثنا یونس بن عبدالاعلی قال أنا عبد اللہ بن وہب قال أخبرنی مخرمۃ بن بکیر عن ابیہ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا تقرأ خلف الامام فی شی من الصلوات.

عطاء بن یسار فرماتے ہیں میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت سے منع فرما رہے ہیں۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال

(90) حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا ابو صالح الحرافی قال ثنا حماد بن مسلمۃ عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس أقرأ والامام بین یدی فقال لا.

ابو حمزہ کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آیا میں امام کے پیچھے پڑھوں (یعنی قرأت کروں یا نہیں) تو حضرت نے ارشاد فرمایا، نہیں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے

(91) حدثنا یونس قال ثنا ابن وہب ان مالکا حدثہ عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ خلف الامام یقول اذا

صلی احدکم خلف الامام فحسبه قراءة الامام وکان عبد اللہ بن عمر لا یقرأ خلف الامام۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب بھی سوال کیا جاتا کہ انسان امام کے پیچھے قرأت کرے یا نہ کرے تو آپ فرماتے 'تم میں سے کوئی شخص بھی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

امام کی قرأت ہی کافی ہے

(92) حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال يكفيك قراءة الامام۔

عبد اللہ بن دینار رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک یہ مقدس جماعت جن کا امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر اجماع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسنداً مروی روایات اور احادیث مرفوعہ جو اس سے قبل مذکور ہیں اور امام کے پیچھے نہ پڑھنے والی روایات اولیٰ (زیادہ مرتبہ والی ہیں) ہیں ان روایات سے جو ان کے خلاف ہیں۔

اس پختہ بیان سے ہمارے نقطہ نظر کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج 1، ص 151، 150)

مصنف عبد الرزاق کی روایات

اور اب روایت ملاحظہ ہو از مصنف عبد الرزاق حافظ کبیر ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان

(93) عبدالرزاق عن الحسن بن عمارۃ عن عبدالرحمن
الاصبہانی عن عبداللہ بن ابی لیلیٰ قال عبداللہ بن ابی لیلیٰ
سمعت علیا یقول من قرأ خلف الامام فقد أخطأ الفطرة
وفی رواية لیس علی الفطرة.

عبداللہ بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے
تھے جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی (یا وہ فطرت پر نہیں
ہے)

شیخ حبیب الرحمن اعظمی جنہوں نے ”مصنف“ کی احادیث تخریج کی ہیں اور
اس پر تعلق رکھتی وہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت کے قائلین کو تعصب نے ابھارا اور
عبدالرحمن اصحابی کی تضعیف کی بلکہ تکذیب کر ڈالی۔ حالانکہ یہ حدیث عبدالرحمن
اصحابی اور ان کے علاوہ سے ”عن عبداللہ ابن ابی لیلیٰ“ طرق متعددہ سے مروی
ہے اور عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ مجہول نہیں ان سے کئی حضرات نے روایت کی ہے۔

حضرت زید بن ثابت نے فرمایا

(94)+(95) عبدالرزاق عن داؤد بن قیس قال أخبرنی عمر بن
محمد بن زید بن عمر الخطاب قال حدثنی موسیٰ بن سعید
(ویقال له موسیٰ بن سعید ایضاً) عن زید بن ثابت من قرأ مع
الامام فلا صلوة له.

زید بن ثابت فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے پڑھا اس کی نماز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا جواب

(96) عبدالرزاق عن منصور عن ابی وائل قال جاء رجل الی
عبداللہ فقال یا ابا عبدالرحمن أقرأ خلف الامام قال أنصت

للقرآن فان فى الصلوة شغلاً وسيكفيك ذلك الامام.

ابو وائل کہتے ہیں ایک آدمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی اے ابو عبدالرحمن! کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔ آپ نے فرمایا قرآن پاک سننے کے لئے خاموش رہو بے شک نماز میں مشغولیت ہے اور یہ امام ہی تیرے لئے کافی ہے یعنی اس کا پڑھنا تجھے کافی ہے۔

آنحضرت ﷺ قرأت خلف الامام سے منع فرماتے ہیں

(97) عبدالرزاق عن عبدالرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القراءة خلف الامام قال وأخبرنی أشیاخنا ان علیاً قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له قال وأخبرنی موسى بن عقبہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان كانوا ينهاون عن القراءة خلف الامام.

عبدالرحمن بن زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام کے پیچھے قرأت سے منع فرماتے تھے اور فرمایا۔ مجھے میرے بعض شیوخ نے خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں۔ (فرمایا) مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم یہ سب امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

یہ حدیث اس حدیث کی مؤید ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں امام کے پیچھے پڑھنے سے ممانعت آئی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول

(98) عبدالرزاق عن اسرائیل عن ابی اسحاق قال کان

اصحاب عبد اللہ لا یقرؤن خلف الامام۔

ابو اسحاق کہتے ہیں اصحاب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(99) عبد الرزاق قال أخبرنا داؤد بن قیس عن زید بن أسلم

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کان ینہی عن القراءة خلف الامام۔

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(100) أخبرنا عبد الرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن

زید بن ثابت وابن عمر کاننا لا یقرآن خلف الامام۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات امام

کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے

اس حدیث میں زید بن ثابت اور ابن عمر سے روایت کرنے والے ابن ذکوان

ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں ذکوان کے تین بیٹے ہیں سہیل، صالح اور عباد اور تینوں ثقہ

ہیں۔

امام عطاء کا قول

(101) عبد الرزاق عن ابن جریج عن عطاء قال یجزئ قرأة

الامام عمن وراء قلت عمن تأثره قال سمعته۔

امام عطاء فرماتے ہیں جو لوگ امام کے پیچھے ہیں انہیں امام کا پڑھنا کفایت کرتا

ہے عبد الرزاق کہتے ہیں میں نے ابن جریج سے کہا تم نے اس کو کہاں سے نقل کیا ہے

انہوں نے کہا میں نے عطاء سے سنا ہے۔

امام کی قرأت ہی کافی ہے

(102) عبد الرزاق عن ابن جریج قال قلت لعطاء أیجزئ عمن

وراء الامام قرأته فیما یرفع بہ الصوت فیما یخافت قال

نعم۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطاء سے کہا 'کیا وہ لوگ جو امام کے پیچھے سری اور جہری نمازیں ادا کرتے ہیں انہیں امام کی قرأت کفایت کرتی ہے' فرمایا ہاں۔
 امام عطاء رضی اللہ عنہ صراحت فرما رہے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ ہر حال میں امام کی اقتداء اس کے لئے کافی ہے۔

نماز ظہر اور عصر میں مقتدی کی قرأت

(103) عبد الرزاق عن داؤد بن قیس عن عبيد الله بن مقسم

قال سالت جابر بن عبد الله أتقرأ خلف الامام في الظهر والعصر شيئا فقال لا.

عبيد الله بن مقسم فرماتے ہیں میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا 'کیا آپ نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا 'نہیں۔'

یہ تمام احادیث واضح اور روشن دلیل ہیں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر

(مصنف عبد الرزاق ج 2، ص 123 تا 141، حدیث نمبر 2802 تا 2819)

معجم کبیر للحافظ ابی القاسم سلمان بن أحمد الطبرانی، متوفی 360ء

طبرانی رحمہ اللہ علیہ سے منقول روایات

عبد اللہ بن مسعود کا جواب

(104) حدثنا اسحاق بن ابراهيم عن عبد الرزاق عن الثوري

عن منصور عن ابي ائل قال جاء رجل الى عبد الله فقال يا ابا

عبد الرحمن أقرأ خلف الامام قال أنصت للقرآن فان في

الصلوة شغلا وسيكفيك ذلك الامام.

ابو وائل کہتے ہیں ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے ابو عبدالرحمن! کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں؟ فرمایا۔ قرآن سننے کے لئے خاموش رہو بے شک نماز محویت کا نام ہے اور تجھے امام کی قرأت کی کافی ہے۔

عبداللہ بن مسعود کا عمل

(105) حدثنا علي بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا

حماد بن سلمة عن ابي حمزة عن ابراهيم عن علقمة عن ابن

مسعود رضي الله عنه انه قال لا تنقرأ خلف الامام الا ان يكون

اماما لا يقرأ.

علقمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے مگر یہ کہ امام نہ پڑھ رہا ہو۔

یہ حدیث اس سے قبل مذکور ہو چکی اور اس میں یہ الفاظ (الا ان يكون اماما لا يقرأ) نہیں۔ لہذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہ کی جائے خواہ سری ہو یا جہری۔ کیونکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(106) حدثنا علي بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا

حماد بن سلمة عن حماد عن ابراهيم ان ابن مسعود كان

لا يقرأ خلف الامام وكان ابراهيم يأخذ به وكان ابن مسعود

رضي الله عنه اذا كان اماما قرأ في الركعتين الأولىين ولا يقرأ

في الاخرين بشيء.

ابراہیم نخعی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے اور ابراہیم نے بھی اسی قول کو حجت بنایا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب امام ہوتے تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت فرماتے اور دوسری دو میں کچھ نہ پڑھتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ان احادیث سے ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنا چاہئے۔ خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی رہا اور لوگوں کو بھی آپ نے یہی تلقین فرمائی۔

اور امام طبرانی علیہ الرحمۃ کی پہلی حدیث جو ابو داؤد سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے قرأت خلف الامام کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا قرآن سننے کے لئے خاموش رہو.....

آئمہ ارباب و رجال کے نزدیک اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں لہذا یہ حدیث قابل حجت ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی، ج 9، ص 264، حدیث نمبر 9311-9313)

مصنف ابن ابی شیبہ سے قرأت خلف امام کے متعلق اقوال صحابہؓ

مصنف ابن ابی شیبہ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسیٰ، متوفی 235ھ

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول

(107) حدثنا ابو الاحوص عن منصور عن ابی وائل قال جاء

رجل الی عبداللہ فقال اقرأ خلف الامام فقال له عبداللہ ان فی

الصلوة شغلا وسيکفک ذاک الامام.

ابو وائل کہتے ہیں ایک آدمی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں؟ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بے شک دل نماز میں رب تعالیٰ کی یاد میں محو ہوتا ہے

اس حال میں قیل قال منع ہے اور یہ امام ہی تیرے لئے کافی ہے۔

حضرت علی نے فرمایا

(108) حدثنا محمد بن سلمان الاصحی عن عبدالرحمن

الاصبہانی عن اسی لیلی عن علی قال من فرأ خلف الامام فقرا

خطا الفطرة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی تحقیق اس نے فطرت میں خطا کی یعنی وہ آدمی فطرت پر نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت کا قول

(109) حدثنا ابن علیہ عن عباد بن . حاق عن یزید بن عبد اللہ

بن قسیط عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت قال لا فراء

خلف الامام.

یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

یزید بن ثابت کا یہ قول دلالت کر رہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت مطلقاً نہیں۔

خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صراحت

(110) حدثنا ابن علیہ عن ایوب عن نافع وأنس بن سیرین

قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قراءة الامام.

انس بن سیرین فرماتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے امام کی

قرأت ہی کافی ہے۔

(111) حدثنا وکیع عن الضحاک بن عثمان عن عبید اللہ بن

مقسم عن جابر قال لا یقرأ خلف الامام.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت نہ کی

جائے۔

(112) حدثنا وکیع عن الضحاک بن عثمان عن عبد اللہ بن

یزید عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام

ان جہرو لا ان خافت.

یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے۔ اگرچہ وہ

نماز باواز بلند پڑھی جانے والی ہو یا خاموشی سے (یعنی آہستہ)

(113) حدثنا وکیع عن عمر بن محمد عن موسیٰ بن سعد عن

زید بن ثابت قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں۔

حضرت ابوسعید کا قول

(114) حدثنا معمر عن ابی ہارون قال سألت ابا سعید عن

القرأة خلف الامام فقال یکفیک ذاک الامام.

ابو ہارون کہتے ہیں۔ میں نے ابوسعید سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ابوسعید نے فرمایا 'امام کی قرأت ہی تیرے لئے کافی ہے۔'

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول

(115) حدثنا ہشیم عن ابی بشر عن سعید بن جبیر رضی اللہ

عنه قال سألته عن القرأة خلف الامام قال لیس خلف الامام

قرأة.

ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا 'امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔'

حضرت سعید بن المسیب کا قول

(116) حدثنا وکیع عن ہشام الدستوائی عن قتاده عن ابن

المسیب قال أنصت للامام.

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا شمار رأس التابعین میں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں جب امام نماز پڑ رہا ہو تو خاموش رہو کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(117) حدثنا ثقفی عن محمد قال لا أعلم القراءة خلف الامام

من السنة.

ثقفی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں، میں نہیں جانتا کہ امام کے پیچھے پڑھنا سنت میں سے ہے۔

امام کے پیچھے قرات کرنا سنت طریقہ نہیں لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

قرأت خلف الامام مکروہ ہے

(118) حدثنا هشيم عن مغيرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة

خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام.

ابراہیم نخعی، امام کے پیچھے قرات کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

ظہر اور عصر میں بھی مقتدی قرات نہ کرے

(119) حدثنا الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس قال سألت

سويد بن غفلة أقرأ خلف الامام في الظهر والعصر فقال لا.

ولید بن قیس فرماتے ہیں میں نے سويد بن غفلة رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، کیا میں نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرات کروں، آپ نے فرمایا، نہیں۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ نماز سری میں بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا

چاہئے۔

امام ضحاک نے قرات سے منع فرمایا

(120) حدثنا الفضل عن ابی کیران (فی نسخة کیزان) قال

قال الضحاک بنہی عن القراءة خلف الامام.

ابو کیران (اور بعض نسخ ابن شیبہ میں ابو کیزان ہے) فرماتے ہیں امام ضحاک

امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(121) حدثنا يزيد بن هارون عن اشعث عن مالك بن عماره

قال سالت لا أدري كم رجل من أصحاب عبدالله كلهم

يقولون لا يقرأ خلف الامام منهم عمرو بن ميمون.

مالک بن عمارہ کہتے ہیں میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کتنے ہی اصحاب

سے ملا ہوں، سب کے سب قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے، ان میں عمرو بن

میمون بھی ہیں۔

(122) حدثنا يحيى بن سعيد القطان عن مسعر عن عمرو بن

مرقة عن ابي وانل قال تكفيك قراءة الامام.

عمرو بن مرہ ابوائل سے راوی ہیں، تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 1، ص 376، 377)

(123) عن زيد بن خصفة عن ابن قسيط عن عطاء بن يسار

انه أخبره انه سأل زيد بن ثابت عن القراءة خلف الامام فقال

لا قراءة مع الامام في شيء.

(مسلم شریف بمعہ نووی ج 1، ص 215)

یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے زید بن ثابت سے امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق

سوال کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا، امام کے ساتھ کسی نماز میں

قرأت نہیں۔

قارئین محترم! یہ وہ آثار مرفوعہ اور موقوفہ تھے جنہیں آئمہ محدثین نے اپنی اپنی

سند کے ساتھ تخریج کیا اور ان میں اکثر اخبار مرفوعہ، جید اسناد کے ساتھ مروی ہیں۔

جس میں کسی کو بھی کلام نہیں۔ اور بعض وہ جن میں کچھ اعتراض ہے اپنے شاہد اور

متابع کے ساتھ جید قرار پاتے ہیں۔ اگر ضعف ہے تو دوسرے اخبار و آثار کے ساتھ

مل کر یہ نقصان پورا ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ بھی صحیح شمار ہوں گے۔

یہ تمام احادیث اور آثار اس بات پر دلیل ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے نہیں

پڑھنا چاہئے۔ باقی وہ احادیث کہ جن سے پڑھنا ثابت ہے ان کا جواب انشاء اللہ باب سوم میں علامہ محمد عبدالجلیل قعدہ اللہ برحمۃ کی کتاب مستطاب ”سیف المقلدین“ سے مرقوم ہوگا۔ جس میں آپ نے نہایت محققانہ گفتگو فرمائی اور اہل حدیث کا منہ توڑ جواب ارشاد فرمایا۔

اب سنئے وہ احادیث جن سے ثابت ہے کہ ”رکوع پالینے والا“ یعنی مدرک للركوع کی رکعت مکمل ہو جاتی ہے۔ بالاجماع وبالاتفاق اس کی رکعت پوری ہو گئی وہ قضا نہیں کرے گا۔

اسی لئے ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان (فاقرؤا ما تیسر) سے مدرک للركوع کو مخصوص کر لیا گیا۔ اسی طرح عبادہ رضی اللہ عنہ وعائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث (لاصلوة الا بفاتحة الكتاب) کے عموم سے بھی مقتدی خارج ہے ورنہ جن حضرات کے نزدیک قرأت ہر رکعت میں (خواہ مقتدی ہو یا امام) فرض واجب (یعنی وہ واجب جو انکے نزدیک فرض ہے) ہے ان کے نزدیک صرف رکوع میں شامل ہونے والے کی نماز نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وہ فرض کا تارک ہے اور فرض کے تارک کی نماز نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے اس حدیث کے عموم سے مقتدی کو مخصوص ماننا پڑھے گا اور حدیث اس طرح ہوگی۔

لاصلوة الا بفاتحة الكتاب الا المقتدی

یعنی سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی مگر اقتداء کرنے والے کی۔ یعنی مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

جس نے رکوع پالیا، اس نے رکعت مکمل کر لی

روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(124) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا جنتم الى الصلوة ونحن سجودا فاسجدوا ولا تعدوه ومن
أدرک رکعة فقد أدرک السجدة.

(رواہ ابوداؤد فی کتاب الصلوٰۃ، سنن کبریٰ للبیہقی، ج 2، ص 89)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم نماز میں شامل ہو اور ہم سجدے میں ہوں تو ہمارے ساتھ سجدہ کرو اور رکعت کو شمار
نہ کرو۔ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ پالیا۔ (یعنی اس کی رکعت مکمل ہو گئی)

(125) قال حدثنی یحییٰ عن مالک عن ابن شہاب عن ابی
سلمۃ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال من أدرک رکعة من الصلوة فقد أدرک
الصلوة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس شخص نے نماز سے رکوع پالیا
اس نے نماز پالی۔ یعنی رکعت مکمل ہو گئی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

(126) حدثنی عن مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر بن

الخطاب كان يقول اذا فاتتك الركعة فقد فاتتك
السجدة.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تیرا رکوع جاتا رہا تو تیرا
بجدہ بھی جاتا رہا۔ یعنی تیری رکعت رہ گئی اگرچہ تو امام کے ساتھ بجدہ کر لے۔

(127) حدثني عن مالك انه 'بلغه' ان عبد الله بن عمر وزيد
بن ثابت كانا يقولان من أدرك الركعة فقد أدرك
السجدة.

عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے رکوع پالیا
اس نے بجدہ پالیا، مراد یہ ہے کہ مدرک للركوع کی رکعت مکمل ہو گئی۔
یہ تینوں احادیث موطا امام مالک سے مروی ہیں۔

(موطا امام مالک ج 1 ص 27، 28)

(128) عن ابن وهب أخبرني يحيى بن حميد عن قرة بن
عبد الرحمن عن ابن شهاب قال أخبرني ابو سلمة بن
عبد الرحمن عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال من أدرك ركعة من الصلوة فقد أدركها قبل أن يقيم
الامام صلبه (سنن كبرى ج 1 ص 89)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس نے نماز میں سے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی جب تک کہ امام نے پشت
سیدھی نہ کی ہو۔

(129) أخبرنا ابو عبد الله الحافظ أخبرني محمد بن أحمد
بالويه ثنا محمد بن غالب حدثني عمرو بن مرزوق أنبأنا
شعبة عن عبد العزيز بن رفيع عن رجل عن النبي صلى الله
عليه وسلم قال اذا جئتم والامام راكع فاركعوا وان كان

ساجداً فاسجدوا ولا يعتدوا بالسجود اذا لم يكن معه

الركوع

عبد العزیز بن رفیع سے ایک مرد نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور امام کے رکوع میں ہو تو تم بھی رکوع کرو اور اگر امام سجدے میں ہو تو تم بھی سجدہ کرو لیکن اسے سجدہ شمار نہ کرو جب تک اس کا رکوع امام کے ساتھ نہ کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

(130) حدثنا خالد الحذاء عن علي بن الأقرع أبي الأحوص

عن عبدالله يعني ابن مسعود قال من لم يدرك الامام راکعاً

لم يدرك تلك الركعة (سنن کبریٰ ج 2 ص 90)

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جس شخص نے رکوع نہیں پایا اس نے رکعت نہیں پائی۔

روایت مسلم شریف

(131) حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت علي مالك عن ابن

شهاب عن ابي سلمة بن عبدالرحمن عن ابي هريرة ان النبي

صلى الله عليه وسلم قال من أدرك ركعة من الصلوة

فقد أدرك الصلوة وفي رواية ركعة من الصلوة من الامام .

(مسلم شریف ج 1 ص 221)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا

جس آدمی نے رکوع پایا تحقیق اس نے نماز پائی۔ (ایک دوسری روایت میں ہے)

جس نے امام کے ساتھ رکوع پایا۔

احادیث میں ”رکعت“ بمعنی رکوع ہے کیونکہ ایک تو یہ سجدہ کے مقابلے میں بیان

کی گئی ہے دوم ایک اور حدیث میں صراحۃً رکعت بمعنی رکوع موجود ہے۔

روایت بخاری شریف

(132) حدثنا عبد الله ابن مسلمة عن مالك عن نعيم بن

عبد الله المجمر عن علي ابن يحيى بن خلاد الزرقى عن ابيه

عن رفاعه بن رافع الزرقى قال كنا يوما نصلى وراء النبى

صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال سمع الله

لمن حمده. (بخاری شریف، حدیث نمبر 799، فتح الباری، ج 2، ص 284)

رفاعہ بن رافع کہتے ہیں اک دن ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرب مبارک رکوع سے اٹھایا تو فرمایا "سمع الله لمن حمده"

امام بخاری کی اس حدیث پاک میں رکعت بمعنی رکوع صراحتہ وارد ہوا ہے۔ لہذا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقتدی رکوع پالے تو رکعت کو پالے گا۔

(133) حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا همام عن الأعمش

____ وهو زياد ____ عن الحسن عن ابى بكره انه انتهى الى

النبى صلى الله عليه وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى

الصف فذكر ذالك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال زادك

الله حرصاً ولا تعد .

(بخاری شریف، حدیث نمبر 783، فتح الباری، ج 2، ص 267)

حسن بصری، ابوبکرہ سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے درآئیں حالیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے پس ابوبکرہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے (امام کے ساتھ ضرور ملے) اس رکعت کو نہ لانا۔

مرااد یہ کہ تو رکوع میں شامل ہو گیا اور تیری رکعت مکمل ہو گئی۔

روایت سنن کبریٰ

(134) حدثنا وليد بن مسلم أخبرني ابن ثوبان عن ابيه عن مكحول عن ابي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام _____ ان ابا بكر الصديق وزيد بن ثابت دخلا المسجد والامام راعع فركعاهما دبا وهما راكعان حتى لحقان بالصف.

(سنن کبریٰ ج 2 ص 90)

حارث بن ہشام کہتے ہیں ابو بکر صدیق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے تو امام رکوع میں تھا۔ دونوں نے رکوع کیا اور اسی حالت میں پڑھتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔

(135) أخبرنا ابو نصر بن قتادة أنبا ابو الفضل بن خميرويه ثنا احمر بن نجرة ثنا سعيد بن منصور ثنا ابو الاحوص ثنا منصور عن زيد بن وهب قال خرجت مع عبدالله يعني ابن مسعود من داره الى المسجد فلما توسطنا المسجد ركع الامام فكبر عبدالله وركع وركعت معه ثم مشيا راكعين حتى انتهينا الى الصف حين رفع القوم رء وسهم فلما قضى الامام الصلوة قمت وانا ارى أني لم أدرك فأخذ عبدالله يدي وأحسني ثم قال انك قد أدركت.

(سنن کبریٰ ج 2 ص 90)

زید بن وہب کہتے ہیں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا جب مسجد کے درمیان میں پہنچے تو امام نے رکوع کر دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور رکوع کیا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھ کر رکوع کر لیا پھر ہم اسی حالت میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے۔ اس وقت لوگوں نے اپنے سر رکوع سے اٹھائے تھے۔ جب امام نے نماز مکمل کر لی تو میں کھڑا ہوا اور

میرا خیال تھا کہ رکعت مکمل نہیں ہوئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا تحقیق تو نے امام کو رکوع میں پالیا تو تیری رکعت مکمل ہے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

روایت مؤطا امام مالک

(136) أخبرنا مالک أخبرنا ابن شهاب عن ابی امامة بن سهل

بن حنیف انه قال دخل زید بن ثابت فوجد الناس رکوعاً

فرکع ثم دب حتى وصل الصف قال محمد هذا یجزئ

وأحب البنا لا یرکع حتى یصل الی الصف وهو قول ابی

حنیفه رضی اللہ عنہ (موطا امام محمد ص 157)

سہل بن حنیف کہتے ہیں زید بن ثابت مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں کو رکوع

میں پایا۔ پس آپ نے رکوع کیا اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف تک جا پہنچے۔

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے اور کافی ہے یہ عمل قلیل ہے اور اس

سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جب تک صف میں نہ

پہنچے، رکوع نہ کرے۔ اور بعض کے نزدیک جب تک صف کے اندر اپنی جگہ تک نہ

پہنچے، رکوع نہ کرے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مستحب فرمایا۔ اگر اس نے

ایسا کر لیا تو جائز قرار دیا ہے اور اس پر رکعت کا اعادہ نہیں۔ اسی طرح امام کے ساتھ

رکوع میں ملنے والا امام مالک اور لیث نے جائز قرار دیا ہے جبکہ صف قریب ہو۔ اور

اگر فاصلہ دو صف کا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور امام ثوری کے نزدیک

مکروہ ہے۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف

تک پہنچے۔ اگر فاصلہ تھوڑا ہو مثلاً۔ تین قدم کی مقدار یا ایک صف تو اس کو تقریباً تمام

آئمہ نے ”مدرک لل رکوع“ فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض کے نزدیک کراہت ہے۔

اور اگر آدمی صف میں کھڑے ہو کر رکوع میں شامل ہو جائے تو بلا اختلاف وہ

آدمی رکعت کو پانے والا ہے اور اس کی رکعت مکمل ہے۔

خلاصہء کلام

ان احادیث و اخبار سے ثابت ہوا کہ مدرک للركوع کو رکعت مل جاتی ہے۔ پس اس صوت میں ”لا صلوة الا بفتحہ الكتاب“ پر عمل کیسے ہوگا؟ اگر فرض واجب تصور کیا جائے تو مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض تھا وہ ادا نہ ہوا۔ اور اگر کہیں کہ اللہ کے فرمان (فاقرؤا ما تيسر من القرآن) کے عموم سے مدرک رکوع کو خاص کر لیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ عموم حدیث (لا صلوة) سے مقتدی بھی مخصوص ہے یعنی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرے گا۔ دوسرا اس حدیث کے عموم سے مقتدی مخصوص نہ بھی ہو تو برطابق حدیث صحیح من کسان له امام فقراته له قراءة) مقتدی حکماً قاری ہے۔ لہذا دونوں حدیثوں کا تعارض ختم ہوا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جس نے رکوع پالیا اسے رکعت مل گئی۔ پس یہ دلیل اوضح و اظہر ہے اس پر کہ امام کے پیچھے قرأت واجب نہیں۔ کیونکہ اگر سورۃ فاتحہ واجب ہوتی تو صرف رکوع پالینے سے اس کو رکعت کیسے مل گئی۔

الحاصل امام کے پیچھے پڑھنا واجب نہیں اور جس قدر آثار و اقوال ہیں وہ نہ تو وجوب پر دلالت کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے وجوب ثابت ہوتا ہے نہ ہی معتبر ہیں بلکہ منسوخ ہیں۔

اور اب وہ احادیث و آثار جن میں امام کے پیچھے نہ پڑھنا مروی ہے۔ اس بات پر اجماع کبار صحابہ ہے اور اکثر کا اسی پر متواتر عمل آ رہا ہے مقلدین امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔

امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں پر وعید

اب ملاحظہ کیجئے وہ اخبار و آثار جن میں امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں پر وعید آئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

(137) حدثنا فہد قال حدثنا ابو نعیم قال سمعت محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی ودار ابن الاصبہانی قال حدثنی صاحب هذه الدار وكان قد قرأ علی ابی عبد الرحمن عن المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی قال قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرة .

(طحاوی شریف، ص 150، ج 1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ فطرت پر نہیں یعنی وہ صراط مستقیم پر نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

(138) حدثنا ابو بکرۃ قال حدثنا ابو داؤد قال حدثنا خدیج بن معاویۃ عن ابی اسحاق عن علقمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملنی فوہ تراہا

(طحاوی شریف، ج 1، ص 150)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حضرت علقمہ بن قیس کا قول

(139) قال محمد أخبرنا بکیر بن عامر حدثنا ابراہیم السخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان أعرض علی حمرة أحب الی من أن أقرأ خلف الامام . (مؤخا امام محمد، ص 180)

علقمہ بن قی (متوفی 62ھ) فرماتے ہیں آگ کے انگارے کو دانت سے پکڑنا میرے نزدیک امام کے پیچھے پڑھنے سے بہتر ہے۔

مراد امام کے پیچھے قرأت سخت نقصان دہ ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

جو امام کے پیچھے پڑھے وہ فطرت پر نہیں

(140) عبد الرزاق عن داؤد بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرة، قال، وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ملنی فوہ 'ترابا' قال، قال عمر بن الخطاب وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر (مصنف عبد الرزاق، ج 2، ص 138)

محمد بن عجلان فرماتے ہیں، حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ پڑھے وہ آدمی فطرت پر نہیں۔ مراد صراط مستقیم پر نہیں۔ اور فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ محمد بن عجلان فرماتے ہیں۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

(141) عبد الرزاق عن الثوری عن الأعمش عن ابراهم عن الأسود قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملنی فوہ ترابا. (مصنف عبد الرزاق، ج 2، ص 138)

ابراہیم نخعی، أسود بن یزید سے روایت فرماتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(142) عبد الرزاق عن معمر عن ابی اسحاق ان علقمة بن قیس قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملنی فوہ قال أحسبه، قال تراباً أو رضعاً.

(مصنف عبد الرزاق، ج 2، ص 139)

علقمہ بن قیس فرماتے ہیں مجھے پسند ہے کہ جو آدمی قرأت خلف الامام کرے اس کا منہ بھر دیا جائے۔ ابواسحاق کہتے ہیں۔۔۔ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا۔۔۔ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

(143) عبد الرزاق عن معمر قال وأخبرني رجل عن الأسود

أنه قال وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام إذا جهر عض على

جمرة.

أسود بن یزید (75م) فرماتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے (جبکہ امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو) کے منہ میں انگارے پڑیں (انگاروں پر منہ رکھے)

(144) قال محمد أخبرنا داود بن قيس الفراء المديني

أخبرني بعض ولد سعد بن أبي وقاص. أنه ذكر له أن سعدا

قال وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام في فيه جمرة.

(موطا امام محمد ص 101، 102)

داؤد بن قیس کہتے ہیں مجھے سعد بن ابی وقاص کی اولاد میں سے کسی نے خبر دی کہ اس نے داؤد بن قیس کے ساتھ اس کا ذکر کیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ کا انگارہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وعید

(145) قال محمد أخبرنا داود بن قيس الفراء أخبرنا محمد

بن عجلان أن عمر بن الخطاب قال ليت في فم الذي يقرأ

خلف الإمام حجراً (موطا امام محمد ص 102)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔۔۔ کاش کہ اس کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔

قارئین کرام! آپ نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان سنا اگر امام کے پیچھے پڑھنا منسوخ نہ ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کی ممانعت نہ ہوتی تو کبھی بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے متعلق اتنی سخت وعید نہ سناتے۔ جبکہ آپ کا مرتبہ اور شان اظہر و واضح ہے اور آپ کی رفعت و شوکت مسلم۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول

(146) حدثنا وكيع عن قتادة عن قيس عن ابي نجاد عن سعد

قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام في فيه جمرة (مصنف

ابن ابي شيبة ج 1 ص 376)

حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو۔

(147) حدثنا ابن عليه عن ايوب وابن عروبة عن ابي معشر

عن ابراهيم قال قال الأسود لأن اعرض على جمرة أحب الى

أن أقرأ خلف الامام أعلم انه يقرأ .

(مصنف ابن ابي شيبة ج 1 ص 376)

اسود بن یزید فرماتے ہیں آگ کے انگارے کو اپنے دانتوں سے پکڑنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔ یعنی امام کے پیچھے قرأت کرنا آگ کے انگارہ کو منہ میں لینے سے زیادہ اذیت ناک ہے۔

(148) حدثنا هشيم قال أخبرنا اسماعيل بن ابي خالد عن

وسرة عن الأسود بن يزيد انه قال وددت ان الذي يقرأ خلف

الامام ملني فوه ترابا (مصنف ابن ابي شيبة ج 1 ص 377)

اسود بن یزید کہتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

اسود بن یزید کا قول اور ان پر تبصرہ

اُسود بن یزید بن قیس نخعی اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں سے ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

ابوطالب نے امام احمد سے فرمایا ”ثقة من اهل الخير“

اسحاق یحییٰ بن معین سے فرمایا ”ثقة“

ابن سعد کہتے ہیں ”کان ثقة وله احادیث صالحة“

ابن ابی شیمہ کہتے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کیا ہے۔

حکم کہتے ہیں زید بن اُسود صوم دھر کے پابند تھے اور روزہ کی وجہ سے انکی ایک آنکھ جاتی رہی۔

امام عجل فرماتے ہیں ”ثقة“ رجل صالح

ابن حبان کہتے ہیں کان فقیہاً زاهداً

آپ کی وفات 74ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ج 1 ص 342)

حضرت ابراہیم نخعی کا قول

(149) حدثنا وکیع عن حسن بن صالح عن عبد الملک بن

ابی سلمان عن اکیل عن ابراہیم قال الذی یقرأ خلف الامام

شباق وفي نسخة فساق. (مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 377)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھتا ہے وہ مخالفت کرنے والا ہے اس سے مراد یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے یا جمہور کی۔

ایک نسخہ میں ”شباق“ کی جگہ ”فساق“ ہے یعنی جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ فاسقین ہیں۔

عزیز قارئین! آپ نے یہ اخبار و آثار مطالعہ فرمائے کس قدر سخت وعید ہے

امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے لئے۔

صحابہ میں سے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر روشن ستارے اور تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ جیسے کبار تابعی حضرات سے ان روایات کا منقول ہونا، دلیل روشن ہے اس بات پر کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ اگر ممانعت نہ ہوتی تو ایسی رفیع الشان ہستیوں سے اس عمل پر اس قدر وعید نہ ہوتی۔

اگر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان سے یہ عمل ثابت ہوتا تو ایسی ہستیاں کبھی ایسی وعید نہ سناتیں۔

ایسی سختی اور شدت کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ بحکم قرآن پاک (واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا) قرأت خلف الامام منسوخ ہے لہذا اس کے حق میں مروی احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ قرآن کو ترجیح دی جائے گی جبکہ احادیث بھی اس کی مؤید ہیں اور جلیل الشان صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے منع فرما رہے ہیں اہل حدیث کے لئے لمحہ فکریہ

اہل حدیث کے لئے یہ بات لمحہ فکریہ ہے جو قرأت خلف الامام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث پاک سمجھنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ بمصداق بغیر عشق محمد ﷺ جو پڑھاتے ہیں بخاری آتا ہے بخاری ان کو، بخاری نہیں آتی

سفیان بن عیینہ کا قول ہے (الحديث مضية الالفقهاء) اسے علامہ ابن الحاج نے ”مدخل“ میں نقل فرمایا۔ یعنی احادیث فقہاء کے علاوہ کو گمراہ کرنے والی ہیں جیسا کہ اہل حدیث تقلید چھوڑ کر گمراہ ہو رہے ہیں امام ترمذی ”کتاب المجتاز“

میں لکھتے ہیں۔

”فقہاء کون ہیں؟ جو احادیث کے معانی کو صحیح طور پر جاننے والے ہیں۔“
اور اسی طرح علامہ ابن حجر نے ”المقلاہ“ میں نقل فرمایا۔

اسی لئے اہل حدیث حضرات بخاری پر جو سینہ زوری دکھلا رہے ہیں بخاری سمجھنا ان کے لئے ممکن نہیں، اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں اگر عقل و دانش، تدبر و تفکر اور امانت و دیانت سے ان احادیث و آثار کو دیکھیں تو انشاء اللہ بفضلہ تعالیٰ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو حق و با صواب پائیں گے۔ ورنہ تعصب کا بخار چڑھے گا اور وبال سر بن جائے گا۔

آپ نے امام صاحب کے مشائخ عظام کی فہرست دیکھی۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جن سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اگر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ انہی حضرات سے روایت کریں تو وہ ضعیف قرار پاتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کی بجائے امام بخاری روایت کریں تو صحیح ہے۔ حالانکہ امام بخاری بالواسطہ روایت کرتے ہیں اور امام صاحب بلا واسطہ۔ مگر ہائے نادانی اور افسوس کہ روایات پھر بھی امام صاحب کی ضعیف۔۔۔ یا للجب۔

نشانہ طعن صرف امام صاحب بنتے ہیں امام بخاری نہیں۔ بہر حال حقیقت آپ کے سامنے ہے فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

امام صاحب کو ضعیف کہنا تعصب ہے

علامہ محمد حسن سنہجلی علیہ الرحمۃ مقدمہ ”تسمیق النظام“ میں ترجمہ ”أسد بن عمرو“ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلقین کو ضعیف کہنے کا اہتمام درحقیقت آپ سے تعصب کی وجہ سے ہے۔ حسد و کینہ میں مبتلا ہو کر ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی تضعیف کرنا متعصبین کا پیشہ بن گیا ہے۔ یہ تعلق روایت کا ہو، تلمذ کے حوالے سے ہو، اولاد سے ہو یا مشائخ عظام سے، جیسا بھی تعلق ہو۔۔۔ روایت ہے تو ضعیف“

شاگرد ہے تو ضعیف اور اولاد کا بھی یہی معاملہ ہے۔

میزان الاعتدال (تصنیف امام ذہبی) اٹھا دیکھئے۔ ترجمہ اسماعیل بن حماد کے ماتحت لکھتے ہیں یہ تینوں ضعیف ہیں یعنی اسماعیل، حماد اور امام اعظم رضی اللہ عنہ۔ اور اسماعیل آپ کے پوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق امام صاحب سے ہے اس لئے ضعیف ہیں۔ اگر مشائخ ہیں تو وہ بھی ضعیف۔ قصہ مختصر کہ امام صاحب کے ساتھ تعصب نے آپ کے متعلقین کو ضعف میں مبتلا کر دیا ہے۔

بقول عزوجل: ”والله متم نوره ولو كره الكافرون“

یہ چراغ ہمیشہ روشن روئے گا متعصبین و حاسدین لاکھ بار اسے بجھانا چاہیں۔ مگر

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

راقم نے اس کتاب کی ابتداء میں ایک صحیح حدیث نقل کی جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھی اور بطرق متعدد روایت کی گئی۔ ایک جماعت محدثین نے اسے تخریج فرمایا وہ حدیث یہ ہے:

من كان له امام فقرأ الامام له قراءة .

باب کے آخر میں اختتام ایک صحیح حدیث

اور اب اس باب کے آخر میں بھی ایک صحیح حدیث پیش کر کے میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ابتداء صحیح حدیث سے ہوئی اسی طرح اس کا اختتام بھی رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان سے ہو۔ تاکہ ان دونوں کے درمیان جو کچھ مرقوم ہے ان دو کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر بارگاہ ایزدی میں درجہ اجابت پر فائز ہو۔ اس حدیث مبارک کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور پھر اپنی کتاب ”جامع القرآن“ میں بندہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ وہ حدیث مبارک یہ ہے۔

(150) حدثنا أحمد بن داؤد قال حدثنا يوسف بن عدي قال

حدثنا عبيد الله بن عمرو عن ابوب عن ابى قلابه عن انس

رضی اللہ عنہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم
أقبل بوجهه فقال أنقرءون والامام یقرأ فسکتوا فسألهم ثلاثاً
فقالوا أنا لنفعل قال فلا تفعلوا (طحاوی شریف ج 1 ص 150)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز ادا کی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ
امام پڑھ رہا ہو پس سب کے سب خاموش ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
سے تین مرتبہ یہ سوال کیا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی ”ہم ایسا کرتے
ہیں“ (یعنی امام کے پیچھے پڑھتے ہیں) تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم
ایسا نہ کرو۔“

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا۔ جو
لفظ (لا تفعلوا) سے ظاہر ہے۔ یہ حدیث مبارک واضح اور بین دلیل ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا۔

رجال حدیث کا تعارف

اس حدیث مبارک کے جملہ رجال سوائے ایک کے صحاح ستہ کے رجال میں
سے ہیں اور اس ایک سے صرف امام بخاری و نسائی نے روایت کی ہے۔ معلوم ہوا یہ
حدیث مبارک سند کے اعتبار سے جید ہے اور صحیح ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر دلیل قاطعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس روایت کے دیگر طرق

قبل اس کے کہ اس حدیث مبارک کے رجال پر بحث کی جائے امام بیہقی کا
اس حدیث مبارک کو بعد دطرق روایت کرنا پیش خدمت ہے۔

(1) أخرج البيهقي من طريق يزيد بن الهشيم قال حدثنا

ابراهيم ابن ابي الليث حدثنا الأشجعي حدثنا سفیان الثوري

عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ عن محمد بن ابی عائشہ عن رجل من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله، وزاد الا أن یقرأ أحدکم بفاتحة الكتاب — هذا اسناد جيد — قد قیل عن ابی قلابہ عن أنس بن مالک وليس بمحفوظ.

امام بیہقی یہ روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے اور بعض نے کہا ابوقلابہ عن أنس بن مالک محفوظ نہیں۔ یعنی ابوقلابہ کا أنس بن مالک سے سماع ثابت نہیں۔

(2) أخرج من طریق ابی توبہ الربیع بن نافع عن عبید اللہ بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابہ عن أنس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی صلوٰتہ، الی آخر الحدیث — وقال فی آخرہ — یقرأ أحدکم بفاتحة الكتاب فی نفسه.

یعنی حدیث کے آخر میں یہ زیادہ ہے کہ تم کو سورہ فاتحہ اپنے دل میں پڑھنی چاہئے۔

(3) أخرج من طریق حماد ہوا بن سلمہ عن ایوب عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله مرسلًا.

(4) أخرج من طریق اسماعیل ہوا بن عطیہ عن ایوب عن ابی قلابہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله

(سنن کبریٰ للبیہقی، ج 2، ص 166)

یہ ہیں اس حدیث کے متعدد طرق جن کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ابوقلابہ کی سماعت حضرت أنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ یہ اس لئے کہ جو حدیث امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ”من طریق یوسف بن عدی“ روایت کیا اس میں یہ الفاظ نہیں۔ یعنی تم کو سورہ فاتحہ

اپنے دل میں پڑھنی چاہئے۔ اور امام طحاوی کی روایت کردہ حدیث سند کے اعتبار سے امام بیہقی کی بطرق متعددہ روایت کردہ حدیث سے صحیح ہے۔ کیونکہ امام طحاوی کی حدیث کے جملہ رجال وہ ہیں جو صحاح ستہ کے ہیں۔ لہذا اس حدیث میں ضعف کا امکان نہیں اس لئے امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ابو قلابہ کی سماعت تسلیم نہیں کی ورنہ ابو قلابہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سننے میں کسی کو انکار نہیں۔

رجال الحدیث اہل نقد کی نظر میں

اب رجال حدیث (امام طحاوی کی روایت کردہ مذکورہ) کے متعلق آئمہ فن اور ارباب اسماء الرجال کی زبانی سنئے!

(1) یوسف بن عدی بن زریق بن اسماعیل (متوفی 232ھ)

یوسف بن عدی سے امام بخاری اور نسائی نے روایت کی۔ ابو حاتم اور ابو زرہ بن رازیان نے بھی آپ سے روایت کی ہے ابو زرہ کہتے ہیں۔ ”ثقة“ اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا۔ مسلم نے صلوٰۃ میں فرمایا یوسف بن عدی کو ثقہ ہیں۔ (تہذیب الجہذیب ج 11 ص 417)

امام ذہبی ”الکاشف“ میں لکھتے ہیں۔

آپ نے مصر میں مالک اور شریک سے حدیث بیان فرمائی اور یوسف بن عدی سے امام بخاری نے روایت کیا۔ فرماتے ہیں (یوسف بن عدی ثقہ ہیں)

(الکاشف ج 3 ص 262)

عبید اللہ بن عمرو بن ابوالولید أسدی الرقی

(ولادت 101ھ وفات 180ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبید اللہ بن عمرو سے امام بخاری مسلم نسائی ترمذی ابن ماجہ اور ابو داؤد نے

روایت کی ہے۔ ابن معین اور نسائی نے آپ کو ثقہ کہا۔ ابو حاتم کہتے ہیں ”صالح الحدیث ثقہ صدوق“ اور کہتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ بن عمرو کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔

ابن سعد کہتے ہیں ”کان ثقة صدوق کثیر الحدیث“ اور عبید اللہ بن عمرو جس نے عبدالکریم سے روایت کی ہے اس سے اُحفظ ہیں آپ کے زمانہ میں آپ کے فتویٰ میں کسی نے جھگڑا نہیں کیا ابن حبان نے ثقات میں اس کا ذکر کیا اور عجل و ابن نمیر نے آپ کی توثیق فرمائی۔ (تہذیب التہذیب ج 7، ص 42) امام ذہبی ”الکاشف“ میں لکھتے ہیں۔

آئمہ صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ ابن سعد فرماتے ہیں جس نے عبدالکریم سے روایت کی اس سے عبید اللہ بن عمرو اُحفظ ہیں۔ اور آپ کے فتویٰ میں کسی نے جھگڑا نہیں کیا۔ امام مالک، عجل اور ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا۔ (الکاشف ج 2، ص 203)

ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی

(ولادت 66ھ، وفات 131ھ)

ایوب بن ابی تمیمہ، صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

ایوب سختیانی نے انس بن مالک کو دیکھا ہے لیکن ابن حبان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کے سماع کے متعلق کہا کہ یہ میرے نزدیک صحیح نہیں۔ آپ سے آپ کے ہم عصر اعمش اور قتادہ بن دماع نے روایت کی اور یہ آپ کے شیوخ میں سے ہیں اس کے علاوہ حماد بن سفیان، شعبہ، عبدالوارث، امام مالک، ابن اسحاق، سعید بن ابی عروبہ اور ابن عطیہ کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے روایت کی۔ علی بن مدینی کہتے ہیں آپ کی تقریباً آٹھ صد احادیث ہیں لیکن ابن عطیہ کا کہنا ہے کہ دو ہزار احادیث ہیں۔ میمون بن عبد اللہ کہتے ہیں حسن بصری، ایوب کو

نوجوانوں کا سردار تصور کرتے تھے۔ ابوولید نے شعبہ سے فرمایا، ایوب نے مجھے حدیث بیان کی اور فقہاء کے سردار ہیں۔

حماد بن زید کہتے ہیں جن کے پاس میں بیٹھا ہوں ان میں سے ایوب میرے نزدیک افضل ہیں حمیدی، ابن عیینہ سے کہتے ہیں، ایوب کی مثل میں نے کسی سے ملاقات نہیں کی۔ ابن خثیمہ کہتے ہیں ایوب ثقہ ہیں۔ ابوہاتم کہتے ہیں ابن مدینی سے سوال کیا گیا کہ اصحاب نافع سے کون اُثبت ہے، فرمایا ایوب اور اس کا فضل مالک اور اس کا اتقان، عبید اللہ اور اس کا حفظ۔

ابن سعد کہتے ہیں ”کان ثقة ثبتا فی الحدیث“

اور فرمایا ”جامعا کثیر العلم حجة عدلاً۔“

ابوہاتم کہتے ہیں، ثقہ ہیں۔ پھر کہا اس کی کوئی مثل نہیں۔

نسائی نے آپ کو ثقہ کہا۔ دارقطنی کہتے ہیں ”ایوب من الحفاظ الاثبات“

سعید بن یحییٰ القطان کہتے ہیں اصحاب نافع میں سے ایوب و عبید اللہ اور مالک ہیں اور ابن جریج بھی ان سے کم نہیں (تہذیب التہذیب ج 1، ص 397)

امام ذہبی ”الکاشف“ میں لکھتے ہیں۔

شعبہ بن حجاج کہتے ہیں میں نے ایوب کی مثل نہیں دیکھا، وہ فقہاء کے سردار تھے۔ (الکاشف ج 1، ص 92)

عبد اللہ بن زید بن عمرو البوقلابہ جرمی بصری (متوفی 104ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ابن سعد نے آپ کو اہل بصرہ میں سے طبقہ دوم میں شمار کیا ہے۔ اور فرمایا، البوقلابہ (کان ثقة کثیر الحدیث) مسلم بن یسار کہتے ہیں اگر البوقلابہ عجم سے ہوتے تو قاضی القضاۃ ہوتے۔ امام عجل کہتے ہیں البوقلابہ (بصری تابعی ثقة)

ابن ابی حاتم کہتے ہیں ابو زرہ فرماتے ہیں البوقلابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ ابوہاتم کہتے ہیں ابو زید عمرو بن اخطب

سے بھی نہیں سنا۔ اور آپ کی تدلیس ثابت نہیں اور ابن خراش کہتے ہیں ”ثقفہ ہیں“ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح سے ثابت ہوا ابو قلابہ نے حضرت انس بن مالک انصاری اور انس بن مالک کعمی ثابت بن ضحاک انصاری اور مالک بن حویرث سے سنا ہے۔

لہذا یہ امام بیہقی پر رد ہے جنہوں نے اپنی کتاب ”سنن کبریٰ“ میں کہا کہ ابو قلابہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ بلکہ تمام اصحاب رجال کے مطابق انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کی سماعت ثابت ہے۔ پس خرابی وہی کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے اس لئے کوئی نہ کوئی علت بیان کر دی جائے تاکہ حدیث معلول ثابت ہو اور مذہب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اثبات نہ ہو سکے۔ (تہذیب التہذیب ج 5 ص 224)

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

ابو قلابہ رجال صحاح میں سے ہیں اور تابعین میں سے امام ہیں آپ کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی میں مراسیل میں سے ہے۔ اور حضرت ثابت بن ضحاک و حضرت مالک بن حویرث اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صحاح میں مرفوع۔ آپ کی وفات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک 104ھ اور بعض کے نزدیک 107ھ ہے۔

(الکاشف ج 2 ص 79)

ابو قلابہ تابعین میں سے مشہور امام ہیں اور فی نفسہ ثقہ ہیں۔ جن سے آپ کی ملاقات ہوئی یا آپ کے ہم عصر۔ ان سے مدلس ہیں۔ یہ امام ذہبی کے شدت پسند رویے پر دلالت کرتا ہے ورنہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابو قلابہ کی تدلیس کا انکار کیا اور یہی قول درست ہے (میزان الاعتدال ج 2 ص 425)

خلاصہ کلام

قارئین کرام! امام طحاوی کی حدیث کے روات کے متعلق آپ نے مطالعہ کیا کہ امام ثوری، وکیع بن جراح، شعبہ بن جراح اور سعید بن یحییٰ القطان جیسے آئمہ جرح و تعدیل اور امراء المؤمنین فی العقد نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور جرح مبین تو درکنار جرح مبہم بھی منقول نہیں۔ ان کی عدالت مسلمہ ہے جس میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

امام طحاوی نے جو حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ صحیح ہے اور اس کے رجال، صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں جن کی تعدیل و توثیق آئمہ فن رجال سے بلا جرح ثابت اور متحقق ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت خلف الامام میں ممانعت کے اندر صحیح احادیث مروی ہیں اور تمام احادیث جو اس باب میں منقول ہیں، بعض شیخین کی شرط پر صحیح، بعض صرف امام مسلم کی شرط پر صحیح اور بعض احادیث بلا شرط شیخین صحیح ہیں۔

اور ان احادیث میں سے کچھ حسن ہیں، کچھ ضعیف اور ضعیف بھی متعدد طرق اور بکثرت مروی ہونے کے اعتبار سے درجہ حسن کو پہنچی ہوئی ہیں۔

اسی طرح جو اخبار مرفوعہ و آثار موقوفہ منقول ہیں ان میں سے اکثر بسند جید مروی ہیں۔ مزید برآں وہ آثار جو صحابہ و تابعین سے قرأت خلف الامام کی وعید پر مروی ہیں ان سے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے پڑھنے سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اگر اس بات کی ممانعت نہ ہوتی تو جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین سے اس پر وعید بے معنی ہے۔

اس لئے جملہ احادیث و آثار اس بات کے شاہد ہیں کہ مذہب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حق اور با صواب ہے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں صحیح احادیث پر عمل کیا ہے۔ اور امام کے پیچھے قرأت کا ترک ہی شریعت مطہرہ کے موافق و مطابق

ہے۔ اللہ عزوجل عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللہ اعلم بالصواب وما علینا الا البلاغ

اب علامہ مولانا محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ پشاور کی اس مسئلہ کے متعلق محققانہ گفتگو پیش خدمت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ”سیف المقلدین علی اعناق المنکرین“ میں فرمائی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور فارسی زبان میں لکھی گئی ہے جلد دوم صفحہ نمبر 14 پر یہ مسئلہ مرقوم ہے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

باب چہارم

علامہ عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ بحث

علامہ عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باب سوم: نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بیان میں اور یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے
فصل اول:

نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے اثبات

اور اس کی فرضیت کی نفی میں

☆ عن اسی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بأم القرآن فہی

خدا ج ثلثاً غیر تمام۔ رواہ مسلم والامام مالک و ابو داؤد

وابن ماجہ والنرمذی والنسائی والطحاوی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو یہ نماز ناقص ہے (تین مرتبہ فرمایا) اور ناقص ہے۔

روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ

☆ وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم يقول كل صلوة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي

خداج — رواه ابن ماجه والطحاوى.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے ہیں ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

خداج اور غیر تمام سے استنباط

جاننا چاہئے کہ ان دونوں حدیثوں میں لفظ خداج اور غیر تمام واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز ہو جائیگی مگر ناقص۔ اور بحکم یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اگر سورہ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی خداج اور غیر تمام نہ فرماتے۔ جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ نماز کو باطل قرار دیتے یا اس کی مثل کوئی اور کلام ارشاد فرماتے۔ کہ نماز نہیں ہوئی وغیرہ کیونکہ خداج بمعنی نقصان ہے جیسا کہ صراح، قاموس، صحاح اللجوہری، لسان العرب میں ہے اور حدیث مبارک میں جو (کل صلوة لا یقرأ فیہا بأم الكتاب فہی خداج) آیا ہے اس کا معنی ہے ”نقصان“ اور اسی طرح حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر (مخدج الید ای ناقص الید) ہے ماحصل یہ کہ خداج بمعنی نقصان ہے۔ اور کل میں نقصان کی موجودگی، کل کی نفی ثابت نہیں کرتی۔ علاوہ ازیں یہ قول کہ نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہے خلاف آیہ قرآنی اور احادیث کثیرہ ہے۔ اور آیہ کریمہ (فاقرء واما تیسر من القرآن) یعنی جو قرآن میں سے آسان ہو پڑھو اور احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

☆ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصلوة لا یصلح

فیہا من کلام الناس انہما ہی التسبیح والتکبیر وقرأة القرآن

— رواه مسلم وابو داؤد والنسائی والطحاوى — بأسانید

متعدده.

نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا — بے شک نماز میں لوگوں کی گفتگو کرنا

درست نہیں کیونکہ یہ مکمل طور پر تسبیح و تکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت ہے۔

☆ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قمت الى الصلوة فكبّر ثم اقرأ ماتيسر مامعك من القرآن ثم اركع الحديث رواه البخارى ومسلم والنسائى والترمذى والطحاوى وابن ماجه وابو داؤد.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز کا ارادہ کر لے تو پہلے تکبیر پڑھ (اللہ اکبر کہہ) پھر تجھے قرآن میں سے جو آسان ہے اس کی تلاوت کر۔
☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ناد في المدينة انه 'لا صلوة الا بقراءة القرآن ولو بفاتحة الكتاب. رواه ابو داؤد والبيهقي

اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! مدینہ میں اعلان کر دے کہ بغیر قرأت قرآن یقیناً نماز نہیں ہے اگرچہ سورۃ فاتحہ ہی پڑھ لی جائے۔

☆ عبد اللہ بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے انصار میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہوں نے نماز کا ذکر کیا اور کہا نماز درست نہیں مگر قرآن معظم کے پڑھنے کے ساتھ اگرچہ سورۃ فاتحہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

صليت خلف رهط من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم من الانصار فذكرو الصلوة وقالوا لا صلوة الا بقراءة ولو بفاتحة الكتاب — رواه ابو بكر بن ابي شيبة.

پس یہ آیہ مقدسہ اور احادیث صحیحہ جو کہ بکثرت مروی ہیں اس بات پر صریح دلالت کر رہی ہیں کہ نماز میں مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے اور سورۃ فاتحہ کا بالخصوص پڑھنا فرض نہیں اس لئے کہ سورۃ فاتحہ مطلق قرأت کا ایک فرد ہے فانظرو ابنظر

المنصفين ولا تكونن من الممترين.

”جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں“ کی وضاحت

اور جو بخاری اور مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب“ اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اور بعض روایات میں اسی طرح آیا ہے ”لا صلوة الا بفاتحة الكتاب“ یعنی سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں۔

تو اس کے کئی جوابات ہیں۔

وجہ اول: یہ کہ حدیث مبارک ”لا صلوة الا بفاتحة الكتاب“ میں نفی ذات نہیں بلکہ نفی کمال ہے جیسا کہ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ”کمال نماز سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے۔ نہ کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز جائز نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا صلوة لجبار المسجد الا في المسجد“ یعنی مسجد کے ہمسایہ کی کامل نماز تبھی ہوتی ہے جب وہ مسجد میں ادا کرے۔ ”لا صلوة بحضرة الطعام“ جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہیں (یعنی کامل ادا نہیں ہوتی) اور اسی طرح ہے ”لا ايمان اولاد دين لمن لا عهد له“ یعنی جس شخص کا وعدہ نہیں اس کا ایمان یا دین کامل نہیں۔ اور اگر ان احادیث کا ترجمہ یوں کیا جائے۔ ”مسجد کے ہمسائے کی گھر میں نماز جائز نہیں“ اور ”طعام حاضر ہو تو نماز جائز نہیں“ اور ”خیانت کرنے والے کا ایمان نہیں۔ وہ کافر ہے“ تو یہ ترجمہ اور مطلب نہ صرف جمہور اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے بلکہ جملہ اہل اسلام کے منافی ہے اور کوئی بھی اس مفہوم کا قائل نہیں۔ محض مثال کے طور پر ان دو تین احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع صغیر میں اس قبیل سے تقریباً 280 احادیث مبارک منقول ہیں۔ جن کی ابتداء میں لفظ ”لا“ موجود ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ کہاں لفظ ”لا“ نفی ذات کے لئے ہے اور کس جگہ ”نفی کمال“

کے لئے۔

اس حدیث میں لفظ "لا" کے نفی کمال کی صفت سے متصف ہونے پر دلیل کلمہ "خدا ج" اور لفظ "غیر تمام" ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاصاً سنا یہ صحیح مروی ہیں۔ حدیث عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نماز میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔

علامہ محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے بموافقت "لا صلوة الا بحضرة الطعام" ایک لطیفہ نقل فرمایا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے تھے:

لأن یکون اکلی کله صلوة خیر من ان یکون صلوتی کلها اکلاً.

"میرا تمام کا تمام کھانا نماز ہو اس سے بہتر ہے کہ میری نماز تمام کی تمام کھانا ہو"

مطلب یہ کہ اگر کھانا کھا کر نماز پڑھی جائے تو تمام کھانا ہی نماز ہے اور خالی شکم نماز ادا کرنے سے جو نقص یا قصور نماز میں واقع ہوگا وہ بذات خود کھانا بن جائے گا۔

اگر مال و زر است زرع و تجارت

چودل با خدا است خلوت نشینی

یعنی مال و دولت کے باوجود اگر دل خدا سے ملا ہو ہے تو وہ مشغول ہونے کے باوجود بھی خلوت نشین ہی ہے۔

اسی طرح صوفیاء کا قول ہے۔

اگر کوئی اپنے وطن میں رہ کر مکہ مکرمہ کو یاد کرے وہ بہتر ہے اس سے جو مکہ مکرمہ میں رہ کر اپنے وطن کو یاد کرے۔

وجہ دوم: یہ ہے کہ وہ احادیث جن میں "لا صلوة الا بفاتحة الكتاب"

مروی ہے اللہ عزوجل کے فرمان "فاسقروا ما تیسر من القرآن" کے عموم کے معارض ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن میں سے جو آسان ہے اسے پڑھو اس کے بعد سورۃ فاتحہ بفرض تسلیم اس کی خصوصیت منسوخ ہو گئی اور نماز میں اس کی فرضیت

جاتی رہی۔

وجہ سوم: یہ ہے کہ جملہ احادیث آحاد ہیں۔ اور خبر واحد قطعیت و فرضیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ اگر بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ احادیث مبارکہ آیہ کریمہ کے عموم کی قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں تو پھر یہ احادیث آحاد ان احادیث صحیحہ کی مخالف ہوں گی جو اس سے قبل مروی ہیں۔ بلکہ ناخ ____ اور یہ جائز نہیں۔ تو بالضرورت یہ احادیث مفید و جوب ہوں گی۔ چنانچہ ملا علی قاری اپنے رسالہ میں جو انہوں نے ”امام الحرمین“ کے جواب میں تحریر فرمایا، لکھتے ہیں۔

امام قوله عليه السلام لاصلاة الا بفتح الكتاب فمحمول على الوجوب لانه خبر الواحد وهو الموجب للعمل دون العلم فلا يثبت به الفرضية والنفي قد يراد به الكمال كما في قوله عليه السلام لاصلاة لجار المسجد الا في المسجد وكما روى لاصلاة العبد الا بق ____ انتهى كلامه.

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ”سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں“ یہ وجوب پر محمول ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد عمل کے لئے موجب ہے نہ کہ علم یقینی کے لئے، پس اس اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور نفی سے کبھی مراد نفی کمال ہوتی ہے جیسا کہ ”لاصلوة العبد الا بق“ اور ”لاصلوة لجار المسجد الا في المسجد“ میں یعنی ”مسجد کے ہمسایہ کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں“ اور بھاگے ہوئے غلام کی نماز نہیں ہوتی“ مراد ہوگا کامل ادا نہیں ہوتی۔ (ملا علی القاری کا کلام ختم ہوا)

اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے فایں المفر من مذہبہ والمقر.

وجہ چہارم: یہ ہے کہ صرف ”لا“ جو حدیث میں مذکور ہے یہ اسم و خبر کا تقاضا کرتا ہے۔ جیسا کہ ماہرین زبان عربی پر مخفی نہیں۔ اور یہاں ”لا“ کا اسم ”صلوة“ ہے مگر نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر بیان نہیں فرمائی۔ اس اعتبار سے لامحالہ ان احادیث میں تاویل ہوگی اور کسی دوسری چیز کی مضمّن ہوں گی۔ مثلاً ان کی خبر ”کاملۃ“ یا ”جائزۃ“ وغیرہ ہوگی۔ پس اگر ان احادیث میں ”لا“ کی خبر مقدر ”جائزۃ“ مفروض کر لی جائے تو معنی حدیث یہ ہوں گے۔

”نماز جائز نہیں مگر سورۃ فاتحہ کے ساتھ“

”لاصلوۃ الا بفاتحۃ الكتاب“ میں ”لا“ کی خبر کیا ہے؟

تو آ یہ کریمہ اور احادیث صحیحہ جو اس سے قبل مذکور ہیں ان کی دلالت یہ ہے کہ خبر حرف ”لا“ کی ”کاملۃ“ ہے نہ کہ ”جائزۃ“ یعنی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور اس کی مثل میں ”لا“ کی خبر ”کاملۃ“ ہے خلاصہ یہ کہ ”لا“ کی خبر کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک نہیں پہنچا۔ پس لامحالہ احادیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مؤول ہوں گی اور بالذات کسی چیز پر دلالت کرنی والی نہیں ہیں بلکہ ان دلائل کے تابع ہوں گی جو اس باب میں اقویٰ ہوں گے۔ پس ناچار یہ احادیث ابن صامت رضی اللہ عنہ آ یہ مقدر اور احادیث صحیحہ کے تابع ہوں گی جو اس باب میں مذکور ہیں۔

وجہ پنجم: وہ یہ ہے کہ بعینہ یہی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر ”لا“ صرف ”کاملۃ“ ہے نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور۔ کیونکہ الفاظ حدیث بالتمام اس طرح ہوتے ہیں۔

لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب فصاعداً

یعنی اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ یا اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

اور اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مفتاح الصلوۃ الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولاصلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورة فی فريضة وغيرها“ رواہ الترمذی۔

نماز کی چابی وضو ہے۔ اور نماز میں کلام وغیرہ کو حرام کرنے والی 'تجکیر' (اللہ اکبر کہنا) ہے اور ان چیزوں کو حلال کرنے والی (یعنی نماز سے نکلنے کے لئے) 'شیء سلام' (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) ہے۔ اس شخص کی نماز نہیں جس نے فرض نماز یا اس کے علاوہ میں الحمد یا کوئی سورت نہ پڑھی۔“

ان احادیث کی دلالت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خبر ”لا“ ان دونوں حدیثوں میں ”کاملۃ“ ہے نہ کہ ”جائزۃ“ اور اس پر اکثر امت کا اجماع ہے اگر ان دونوں حدیثوں میں خبر ”لا“ ”جائز“ قرار دی جائے تو معنی یوں ہوگا۔

”جب تک نماز میں سورۃ فاتحہ اور قرآن معظم کا کچھ حصہ نہ پڑھا جائے نماز جائز نہیں۔“

اور یہ معنی تو بالاجماع باطل ہے کیونکہ سورت کا ملانا فاتحہ کے ساتھ کسی بھی مذہب میں فرض نہیں۔ پس حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ”لا“ کی خبر ”کاملۃ“ ہے نہ کہ ”جائزۃ“

لہذا ثابت ہوا کہ مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے نہ کہ بالخصوص سورۃ فاتحہ کا اور یہی مطلوب ہے۔ اور یہی آئمہ دین کا مذہب ہے۔ اور ان میں سے بعض یہ ہیں۔
امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام احمد بن حنبل، حسن بصری، ابراہیم نخعی، عاصم شعی، سعید بن مسیب وغیرہم رضوان اللہ الجمیعین۔

علامہ بدر الدین یعنی صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک آیت مقدمہ قرآن پاک میں سے جہاں سے بھی ہو کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

لطیفہ

علامہ محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیفہ نقل فرمایا ہے۔ ذیل میں موجود

ہے۔

ردالمحتار شامی وغیرہ میں منقول ہے کہ امام فخر الدین رازی نے سورہ مومنوں میں اس بات کا ذکر کیا، بعض علماء کہتے ہیں اگر نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھیں تو عتاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈر لگتا ہے اور اگر سورہ فاتحہ پڑھ لیں تو امام ضیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے خوف آتا ہے لہذا ہم دونوں اماموں کو راضی رکھنے کے لئے ہر دو کی اقتداء کرتے ہیں تاکہ دونوں راضی رہیں۔ (اتھنی کلامہ)

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ ایک دانا عالم جو کہ سخت مزاج تھا، نے ایک تارک جماعت سے پوچھا، کیا وجہ ہے کہ تو جماعت سے نماز ادا نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کیا کروں جماعت سے نماز پڑھنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی میں سے ایک ضرور ناراض جائیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ دونوں راضی رہیں (اس لئے جماعت چھوڑ دیتا ہوں)

عالم دین نے کہا۔ ارے غافل! جماعت سے نماز پڑھنے سے تو تیرے گمان کے مطابق دونوں میں سے کوئی ایک ناراض ہو گا مگر ترک جماعت سے دونوں کے نزدیک مردود و ملعون ٹھہرے گا۔ اور دونوں ناراض ہوں گے۔ نماز کی جماعت ترک کرنا دونوں کے نزدیک سورہ فاتحہ کے پڑھنے یا چھوڑنے سے بدتر عمل ہے۔

فصل دوم

سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں

مخاطب! جان لے کہ مطلق قرأت خواہ ”الحمد“ ہو یا اس کے علاوہ امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا ممنوع ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ یہی مذہب ہمارے امام حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اللهم احشرنا في زمرة وادخلنا في اتباعه آمين بحرمة سيد المرسلين) کا ہے۔

اس باب میں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ جس طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں کسی اور کے پاس نہیں۔ اور اس کی چند وجوہ ہیں مگر ان کے بیان سے قبل ایک قاعدہ کلیہ کی معرفت بہت ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

قرآن مجید خاص ہو یا احکام کے اعتبار سے عام دین میں اخذ احکام کے باب میں حدیث شریفہ پر اصل مقدم ہے۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں۔

وجہ اول: یہ کہ قرآن کریم قطعی العظم ہے اس لئے کہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکتوب شدہ منقول بالا اتفاق متواتر اقل ہے۔ خواہ زمانہ کوئی بھی ہو۔ اور یہ قرآن مقدس احتمال تبدل و تغیر الفاظ و معانی سے اور زیادت و نقصان سے محفوظ ہے۔ بخلاف حدیث شریفہ کے کہ وہ زمانہ نبوی میں مکتوب نہیں اور نہ متواتر اقل منقول ہے اکثر احادیث احاد ہیں مگر بعض اور وہ بھی مرتبہ قرآن حکیم کو نہیں پہنچ سکتیں۔

مسند حدیث میں رجال جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر جواز و احتمال خطا زیادہ

ہوگا۔ جیسا کہ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے تصریح کی۔

قال فی شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الأثر
مامن راہ من رجال الاسناد الا والخطاء جائز علیہ فکلما کثر
الوسائط وطال السند کثرت مظان التجویز وکلما قلت
قلت.

رجال اسناد میں سے ہر راوی سے خطا ہو سکتی ہے جس قدر واسطے زیادہ ہیں گے
اور سند حدیث طویل ہوگی گمان خطا اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر واسطے کم ہوں
گے گمان خطا بھی کم ہوگا۔

لہذا حدیث کا یہ حال ہے کہ جس قدر سند لمبی ہوگی اور متعدد ہوگی اسی قدر الفاظ
حدیث بھی متعدد اور باہم متغیر ہوں گے۔ جیسا کہ ماہرین فن پر مخفی اور پوشیدہ نہیں اور
یہ وجہ عقلی ہے۔

وجہ دوم: وجہ دوم نقلی ہے اور قرآن وحدیث سے۔

امّا القرآن 'فقال اللہ تعالیٰ' اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول' کہ اطاعت
خدا تعالیٰ پہلے ہے اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں۔ اور پھر رب تعالیٰ نے
فرمایا۔

وماکان المؤمن ولا المؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امران
یکون لہم الخیرۃ من امرہم.

کس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر میں اختیار نہیں جب اللہ اور اس کا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمادیں۔

ان دو آیتوں سے ظاہر ہو گیا اطاعت خداوند اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم پر مقدم ہے۔

فأما الحدیث.

فعن معاذ بن جبل ان رسول اللہ لما بعثہ الی الیمن قال کیف

تقضى اذا عرض لك قضاء قال اقضى بكتاب الله تعالى قال
فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال فان لم تجدنى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال فاجتهد برأى ولا آلوا قال فضرب رسول الله صلى الله
عليه وسلم على صدره وقال الحمد لله وفق رسول رسول الله
صلى الله عليه وسلم بما يرضى به رسوله

(رواه الترمذی، والدارمی، والبوداؤد)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو عامل یمن بنا کر بھیجا
تو فرمایا اے معاذ تیرا طریقہ قضاء (فیصلہ کرنے کا طریقہ) کیا ہوگا۔ عرض کی یا
حضرت! قرآن پاک کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر قرآن سے نہ ملا تو! عرض
کی پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر سنت میں
بھی نہ ملا تو عرض کی — اجتہاد کروں گا اور اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔
اور اس میں کوتاہی اور قصور نہیں کروں گا۔ تو یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے
رسول کے قاصد کو توفیق عطا فرمائی اس بات کی جس پہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
راضی ہے۔

اس کے علاوہ توضیح خطبہ تفسیر احمد اور تفسیر کبیر جلد سوم میں مرقوم ہے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکسر لکم الاحادیث من بعدی
فاذا روى لکم حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه وان
خالفه فردوه۔

میرے بعد تمہارے لئے بکثرت احادیث روایت کی جائیں گی۔ پس اگر کوئی
حدیث سامنے آئے تو اسے کتاب اللہ (قرآن پاک) پر پیش کرو اگر وہ حدیث اس
کے موافق ہو تو قبول کرلو ورنہ اس حدیث کو ترک کر ڈالو۔

یہ دونوں حدیثیں بالصریح ناطق ہیں کہ کلام اللہ یقیناً حدیث پر مقدم ہے اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہر وہ حدیث صحیح جو موافق نص قرآنی ہو مقدم ہے اس حدیث پر جو بظاہر معارض نص قرآنی ہے۔ اور وہ حدیث جو مخالف نص قرآنی ہے اگر کوئی تاویل قابل قبول نہ مل سکے تو اسے متروک العمل شمار کیا جائے گا۔

علامہ فرماتے ہیں جب تو اس مقدمے سے واقف ہو گیا تو اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دلائل دل و جان سے سماعت کر۔ وأنصف حق الانصاف ولا تمل الی التعصب ولا اعتساف أقول وبالله التوفیق ومنه الوصول الی التحقیق.

دلیل اول**قرأت خلف الامام کے ترک پر**

قال الله تعالى: فاذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم

ترحمون

جس وقت قرآن پڑھا جائے اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔
امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اجمع الناس على ان هذه الآية نزلت في الصلوة.

لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

رواه البيهقي وابن همام في الفتح وملا على القاري في شرح

الموطا.

مستند اور قابل اعتماد قول یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ خاص نماز میں قرأت کے
بارے میں نازل ہوئی چنانچہ تفسیر عماد بن کثیر میں مرقوم ہے

قال عيسى بن طلحة عن ابن عباس قوله واذا قرئ القرآن يعني في

الصلوة المكتوبة حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

”جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو“ یہ حکم نماز مفروضہ میں ہے۔

امام بغوی علیہ الرحمۃ کی صراحت اور منکرین کا رد

امام بغوی شافعی المذہب استاد صاحب مشکوٰۃ تفسیر معالم التزیل میں یہ قول

بطور فیصل بیان فرماتے ہیں جس سے ہمارے زمانے کے مخالفین کا استیصال ہوتا

ہے۔

ذهب جماعة الى انها في القراءة في الصلوة

ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ دربارہ قرأت نماز ہے۔
اس کے بعد دیگر اقوال نقل فرمائے اور آخر میں فیصلہ یوں سنایا۔

والاول اولها وهو أنها في القراءة في الصلوة

پہلا قول ہی بہتر ہے اور وہ یہ کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی۔

برادران اسلام! صاحب تفسیر شافعی المذہب ہونے کے باوجود حق بات کو کیسے واضح انداز میں بیان فرما رہے ہیں۔ مگر ہمارے زمانے کے منکرین کی بے دینی اور تعصب اس حد تک پہنچ گا ہے کہ صاحب تفسیر کا فیصلہ انہوں نے یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور مردانہ وار رسالوں کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ امام بغوی نے اپنی تفسیر میں صاف اقرار کیا ہے کہ یہ آیت خطبہ جمعہ یا نماز میں کلام کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چہ دلا اور استزدی کہ بکف چراغ دارد

دوسرے لوگ کیا لکھیں ان کے اپنے اقوال ہی سے سچائی ظاہر ہے۔
حافظ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ”درمنثور“ میں فرماتے ہیں
أخرج عبد بن حميد والبيهقي في القراءة عن أبي العالية أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا صلى باصحابه فقرأ قرأ أصحابه فنزلت هذه الآية فسكت القوم وقرأ النبي صلى الله عليه وسلم أبو العالية من مروي
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی قرأت کی تو اصحاب نے بھی قرآن پڑھا۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پس قوم پڑھنے سے باز رہتی (خاموش رہتی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرماتے۔ کذافی الظل۔

علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مؤطا امام مالک میں قاضی عبدالبر کا ایک قول

نقل فرمایا۔

أجمعوا على انه لم يرد به كل موضع يستمع فيه القرآن وانما أراد الصلوة ويشهد له، قوله، صلى الله عليه وسلم في الامام واذا قرئ فأنصتوا صححه ابن حنبل، فاین المذهب عن السنة وظاهر القرآن.

تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت سے مراد یہ نہیں کہ جہاں بھی قرآن پڑھا جائے اسے غور سے سنو بلکہ اس سے مراد نماز ہے اور اس پر دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ کہ جب امام پڑھے تو سنو۔ امام احمد بن حنبل نے اسی حدیث کو صحیح کہا ہے، پس اب اس سے فرار کی کون سی راہ ہے اور اس حدیث اور ظاہر قرآن سے کیسے انکار!

سوال: وہ لوگ جو لادینی کا شکار ہیں اور اس آیہ کریمہ سے حنفیہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے اس وقت پہنچے جب وہ قرأت شروع کر چکا ہو تو بمطابق حنفیہ اگر وہ تکبیر تحریمہ کہے اور نیت کرے تو ترک استماع وانصات لازم آگے گا جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ لازم و ضروری ہے اور اگر وہ تکبیر و نیت میں مشغول نہ ہو تو رکعت کھودے گا؟

جواب: علامہ موصوف جواب دیتے ہیں کہ اس اعتراض کا رد اور جواب یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ نماز کے حق میں خاص ہے یعنی استماع وانصات، تکبیر تحریمہ کے بعد لازم ہے نہ کہ قبل از تکبیر تحریمہ۔ اور دوم یہ کہ حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کہنے کے لئے تلفظ شرط نہیں بلکہ قصد قلبی اور ارادۂ دل ہی کافی ہے اس صورت میں اعتراض بے معنی ہے۔

وجه استدلال بر آیہ مقدّسہ واذا قرئ القرآن....

تعدد الفاظ، تعدد معانی پر دل ہے

خلاصہ کلام کہ قاعدہ مسلمہ کے تحت کل سے تعدد الفاظ، تعدد معانی پر دلالت

کرتے ہیں عموماً۔ اور بالخصوص کلام ربانی کہ اس کا تو ہر نقطہ رحمت و فائدے سے پُر ہے۔ حشو و زائد کی اس میں مجال نہیں۔ ہر لفظ سے فائدہ جدید حاصل ہے اس لئے اس مقام پر علماء نے کہا کہ کلمہ (انصتوا) کا فائدہ اس وقت ہے جس لفظ (فاستمعوا) سے مستفاد نہ ہو۔ ورنہ کلام الہی میں حشو لازم آئے گا۔ پس یہ آئیہ کریمہ مقتدی کو مطلقاً سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرتی ہے۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ اس لئے کہ اس آئیہ مقدسہ سے دو اغراض مطلوب ہیں۔ ایک کانوں سے بغور سننا اور دوسرا خاموش رہنا۔ اور عمل ہر دو پر واجب ہے مگر سننا خاص ہے نماز جہری کے ساتھ اور خاموش رہنا عام ہے نماز سری ہو یا جہری انصات و سکوت دونوں کو شامل ہے۔ پس بوقت نماز مقتدی کا امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنا عموماً واجب ہے بحکم (اذا) شرطیہ کے۔ اگر بلند آواز سے قرأت والی نماز ہے تو انصات مع سکوت دونوں واجب ہیں اور اگر قرأت کا سننا ممکن نہیں جیسے آہستہ قرأت سے پڑھی جانے والی نماز، تو فقط انصات واجب ہے نہ کہ سماع۔ بہر حال مقتدی کا چپ رہنا ہر حال میں لازم ہے اور سننا بوقت جہر خاص ہے۔

كما قال العلامة ابن الهمام في فتح القدير 'فان المطلوب من هذه الآية امران الاستماع والانصات فيعمل بكل منهما والاول يخص بالجهرية والثاني لا' فيجری علی إطلاقه فيجب السكوت عند القراءة مطلقاً

علامہ کمال الدین ابن ہمام شارح ہدایہ نے فرمایا 'اس آئیہ سے دو امر مطلوب ہیں ایک استماع اور دوسرا سکوت۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کیا جائے گا۔ استماع نماز جہریہ کے ساتھ مخصوص ہے اور سکوت یہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔ پس قرأت کے وقت خواہ سری نماز ہو یا جہری سکوت واجب ہے۔

اعتراض: بعض کہتے ہیں کہ امام کے جہر کے وقت مقتدی کا سکوت بھی مثل سماع کے خاص ہے یہ کہنا چند مفاسد کا موجب ہے۔

جواب اول: کلمہ (اذا قرئ) کے عموم کا ابطال ہے کیونکہ یہ سری اور جہری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔ اور اگر مراد شارع یہی ہوتی جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو ارشاد خداوندی یوں ہوتا (واذا جہر القرآن) یعنی جب قرآن بلند آواز سے پڑھا جائے۔ تو پھر سماع کی مانند مقتدی کا انصات بھی خاص ہوتا۔

جواب دوم: اس سے کلام میں حشو لازم آئے گا جو کلام فصیح میں لغو ہے۔ اور وہ لفظ (انصتوا) ہے اس لئے کہ اگر اللہ عزوجل کا مقتدی سے مطلق انصات، مقصود نہ ہوتا بلکہ بوقت جہر میں خاص ہوتا تو اس صورت میں (فاستمعوا) بغیر لفظ (انصتوا) کے کافی ہوتا۔ کیونکہ استماع مع القراءة جیسا کہ چاہئے ہر ایک سے متصور نہیں اور اللہ تعالیٰ کا امر حق استماع کا تقاضا ہے کہ نفس صوت ہو۔

جواب سوم: مشہور کلمے سے مخالفت ہے وہ یہ کہ تعدد الفاظ تعدد معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ لہذا اللہ عزوجل کا قول (وانصتوا) مثل (فاستمعوا) نہیں جیسا کہ بعض کا گمان باطل ہے یعنی اس مضمون قرآن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام میں اختصار اس طرح بیان کیا۔

☆ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ انہا جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ رواہ نسائی وابن ماجہ وابو داؤد ومسلم وقال فی صحیحہ ہذا الحدیث صحیح۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی اقتدا کرو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو (خواہ حالت جہر ہو یا سر)

☆ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرئ الامام فانصتوا رواہ ابن ماجہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو (حالت جبر ہو یا سر) خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب امام قرأت شروع کر دے اور موجب آیہ کریمہ (اذا) شرطیہ ہے تو خاموش رہنا وجوباً ضروری ہے اس لئے کہ یہ (اذا) شرط کی جزا ہے۔ اور صیغہ امر (انصتوا) کے ساتھ واجب ہے جو قرآن وحدیث دونوں میں وارد ہے۔

ایک اور سوال: اگر کوئی کہے کہ امام واحدی کے قول کے مطابق جب امام سکتہ کرے تو مقتدی کو لازم ہے کہ وہ قرأت کرے پس اس صورت میں (واذا قرئ القرآن) آیہ مقدسہ سے کوئی مخالفت لازم نہیں آئے گی اور حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر بھی عمل ہو جائے گا!

جواب: (علامہ موصوف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب نے خود اپنی تفسیر، تفسیر کبیر جلد رابع میں اس کا جواب دیا ہے۔

ولقائل أن يقول سكوت الامام اما أن تقول انه من الواجبات أو ليس من الواجبات والاول باطل بالاجماع. والثاني يقتضي أن يجوز له أن لا يسكت فتقدير أن لا يسكت يلزم أن تحصل قراءة المأموم مع قراءة الامام وتلك تفضي الى ترك الاستماع والى ترك السكوت عند قراءة الامام وذاك على خلاف النص

سکتہ امام دو حال سے خالی نہیں واجب ہو گا یا نہیں۔ صورت اول بالا جماع باطل ہے کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ اور دوسری صورت (واجب نہ ہو) میں امام کو جائز ہے کہ سکتہ نہ کرے۔ اس صورت میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنا لازم آئے گا اور یہ مستلزم ترک استماع وسکوت ہے امام کے پڑھنے کے وقت — اور یہ خلاف نص ہے۔

ہر وہ جگہ کہ جہاں امام پر سکتہ نہیں، مقتدی سے وجوب قرأت رفع ہوا تو معلوم ہو گیا کہ باقی صورتوں میں بھی واجب نہیں۔ اور اس تمہید کے بیان کرنے کے بعد دوسرا جواب ارشاد فرماتے ہیں

فثبت ان هذا السؤال الذي أورده الواحدی غیر جائز
پس ثابت ہو گیا کہ جو سوال امام واحدی نے کیا ہے جائز نہیں ہے۔
فائدہ: علامہ شیخ احمد طحاوی، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ پر لکھتے
ہیں۔

والأصح انه (ای المقتدی) يأتي بالثناء الا اذا أخذ الامام في
القرأة ولو سرية لإطلاق النص وهو قوله تعالى (واذا قرئ
القران فاستمعوا له)

پس لفظ (مدفوع) سے ورفوع ہوا، جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام کی قرأت کے
وقت مقتدی ثناء پڑھے اور بعض متون و کتب فقہ اس خدشہ کا اظہار کرتے ہیں کہ اس
میں تعجب ہے کہ از جہت امام کی قرأت کے، خواہ نماز سری ہو یا جبری۔ سورۃ فاتحہ
واجب ہے یا فرض علی اختلاف المذاہب۔ ہم اس کو امام پر چھوڑ رہے ہیں۔ اور
ثناء بالاتفاق سنت ہے اور وہ اسی طرح باقی ہے خلاصہ کلام یہ کہ اگر امام کے پیچھے
سورۃ فاتحہ پڑھنا ممنوع ہے تو ثناء کیسے جائز ہے جو کہ مسنون ہے۔

دلیل دوم

بر ترک قرأت خلف الامام

☆ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقرآۃ فقال هل قرأ معی أحداً انفاً فقال رجل نعم أنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی أقول مالی أنازع القرآن قال فانتہی الناس عن القرآۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ الامام مالک والامام محمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والنسائی والطحاوی وغیرہم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت کی جانے والی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ ایک شخص نے عرض کی ہاں میں نے پڑھا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے تو میں سوچ رہا تھا کہ کون قرآن میں میرے ساتھ منازعت کر رہا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) پس لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے سے رک گئے اس نماز میں جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے۔ علامہ زرقانی اس حدیث مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قال ابو عبد المالك اى اذا جهرت بالقرآۃ فان قرأتم ورائی فکانہا تنازعونى فى القرآن الذى أقرأولكن أنصتوا وقال الباجی ومعنى منازعتهم له ان لا یفردوه بالقرآۃ ویقرأ وامعه

یعنی جب میں بلند آواز سے قرأت کرتا ہوں اگر تم بھی میرے ساتھ پڑھنے لگو تو گویا میرے ساتھ منازعت کر رہے ہو۔ امام باجی منازعت کا معنی یوں کرتے ہیں کہ وہ (صحابہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت میں تنہا تصور نہ کریں بلکہ (حکما) وہ بھی قرأت ہی کر رہے ہیں۔

اس حدیث مبارک کا ظاہر اور عموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب امام بآواز بلند سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ قرأت کرے تو مقتدی کو امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے

شیخ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ مذہب امام ابو حنیفہ و امام احمد و امام مالک اور تمام سلف و خلف یہی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے اور بعض ان جمہور میں سے امام ابو حنیفہ امام محمد امام مالک امام احمد اور فقہائے حجاز و شام وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

علامہ موصوف اس حدیث مبارک کے نکات بیان فرماتے ہیں

مؤلف أفرق العباد برادران مسلمین کے ساتھ اپنا اعتقاد صاف ظاہر کرتا ہے کہ فقرہ حدیث ”فقال رجل نعم أنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم“ میں ایک نکتہ عجیب شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ جملہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے عرض کیا ”نعم أنا“ یہ نہیں کہا ”فقالوا نعم نحن“ پس یہ حدیث صاف دلالت کر رہی ہے کہ جملہ صحابہ کرام میں فقط ایک شخص ہی تھا جس کا یہ عقیدہ تھا اور کوئی اس کا قائل نہیں تھا۔ ورنہ یوں کہتے ”ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے پڑھا ہے“ (یعنی سب یا اکثر کہتے) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں بھی یہ نکتہ ظاہر ہے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔ ”انا نكون وراء الامام“ بصیغہ جمع کہا گیا۔ کہ وہ سب کے سب امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل نہیں تھے ورنہ جمع کا صیغہ لانا (انا نكون) لغو ہو جائیگا۔ لیکن قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ”قال أقرأ بھافی نفسک“ اس کا جواب اس طرح ہے کہ دل میں پڑھنے سے مراد بغیر زبان کے پڑھنا ہے اور توجہ و فکر دل

اس پڑھنے والے کی طرف ہو۔

یعنی امام جو پڑھ رہا ہے اسے توجہ سے سننے نہ کہ امام کے پیچھے آہستہ پڑھنا شروع کر دے (علامہ موصوف کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ وہ توجہ بہت اچھی ہے اور دل لگتی ہے اگر "اقرا ابھا فی نفسک" سے ہم قرأت سر یہ مراد لیں۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جمہور صحابہ کرام سے اختلاف لازم آئے گا۔ جیسا کہ لاندہ ہوں کا مذہب ہے۔ بلکہ اس سے مراد قرأت عام ہے نماز سری ہو یا جہری

حالانکہ اس سے پہلے حدیث ابو ہریرہ گزر چکی جس میں یہ مذکور ہے "فانتہی الناس عن القراءة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجہر فیہ بالقراءة حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

نماز جہری میں معترض کا اعتراض درست نہ ہوگا کیونکہ اس حدیث کے راوی بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اس طرح اس حدیث سے بھی ان کا استدلال درست نہیں۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی غرض اسی طرح ہے جس طرح مدعی کہتا ہے تو ہم کہیں گے کہ صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کی اتباع لازمی اور ضروری ہے۔ نہ کہ تنہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔ اور پھر یہ خبہ بھی نہیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ احادیث آئندہ و گزشتہ اور پھر آ یہ مقدسہ (واذا قرئ القرآن) اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اس کے مخالف ہیں۔

اعتراض: متعصبین کہتے ہیں کہ وہ شخص باواز بلند پڑھ رہا تھا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قرأت سے اشتباہ والتباس واقع ہوا اور ظاہر ہے جب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو تو لازماً اسے کسی کے پڑھنے سے سبھ پڑے گا۔ معترض کا یہ خیال کرنا دو وجہ سے مفاسد کا باعث ہے۔

جواب اول: ایک یہ کہ حدیث کا فقرہ "فانتہی الناس عن القراءة" کی معترض نے تحریف کی ہے۔

اور دوسرا فساد یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "معتود" یعنی مدہوش ہونا لازم

آئے گا (معاذ اللہ) اس وقت کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جھر سے تشابہ پڑا۔ اول یہ کہ اس شخص کے آواز کے سننے سے اس کو پہچانتے۔ تو پھر اس طرح فرماتے۔ ”لا تفعل کذا لک“ یعنی اس طرح نہ کر اور اگر بالفرض نہ پہچانتے تو اس طرح ارشاد فرمائے۔

(من قَامَ مَعِيَ مِنْكُمْ انْفَاءً يَا اَيْكُم الْقَارِىْ انْفَاءً) کس شخص نے ابھی میرے ساتھ پڑھا ہے یا تم میں سے ابھی کون پڑھ رہا تھا۔ اس لئے کہ استفہام مذکور کی صورت میں اعتقاد کے نزدیک بھی تعین قاری درکار ہے نہ کہ تحقق قرأت کیونکہ قرأت کو خود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے۔ جو قرآن کے ساتھ وجہ نزاع بنا ہوا تھا۔ بلکہ تفتیش کے بعد اور کسی چیز کی حاجت نہیں تھی صرف اسی قدر ہی ارشاد گران کافی تھا کہ جس وقت امام پڑھ رہا ہو۔ آہستہ پڑھو۔ بلکہ الفاظ حدیث ”فانتهی الناس“ دلالت کر رہے ہیں کہ لوگوں نے اصلاً پڑھنا چھوڑ دیا یعنی (فانتهی الناس) سے مراد ہے کہ لوگوں نے قرأت خلف الامام ترک کر دی۔

لا يَخْفَى عَلَى الْجَاهِلِ الْغَافِلِ — فَضْلاً عَنِ الْعَاقِلِ الْفَاضِلِ.

حدیث نمبر 76 کے تحت میں نے اس طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ امام نووی نے کہا یہ انکار اس کے جہر یا رفع صوت پر تھا نہ کہ اصل قرأت میں — اسی قول کو علامہ محمد عبد الجلیل نے نہایت عمدہ تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ انکار جہر یا رفع صوت پر نہیں تھا اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ”معتوہ“ ہونا لازم آئے گا (معاذ اللہ منہ) علامہ موصوف نے اس پر نہایت عمدہ کلام فرمایا اور ثابت کیا کہ انکار کی اصل قرأت میں ہے یعنی امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا چاہئے — اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دو عجیب نکتے

علامہ موصوف فرماتے ہیں اس حدیث مبارک میں دو نکتے اور بھی ہیں۔

اول یہ کہ فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا امام کے پیچھے فرض ہوتا تو ایسی صورت میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پڑھنے پر علم کامل ہوتا اور ہرگز یہ نہ فرماتے "ہل قرأتم منکم" (بلکہ اگر سورت فاتحہ فرض ہوتی تو اس کی فرضیت کی صورت میں اگر ان میں سے کسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان نہ پڑھنے کا ہوتا تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔ اور ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے "من منکم لم یقرأ او ترک القروض" یعنی تم میں سے کون ہے جو نہیں پڑھتا۔ یا کون ہے جس نے فرض ترک کیا۔

نکتہ دوم: یہ ہے کہ بالفرض اگر امام کے پیچھے پڑھتا فرض تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب اور ناراضگی کے ساتھ سوال کرنا اور پوچھنے سے معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام منسوخ ہو گئی ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب فعل منسوخ پر ہونا چاہئے۔ نہ کہ فعل مفروض پر۔ چنانچہ جملہ صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا اور قرأت سے رک گئے جیسا کہ فقہاء "فانتهی الناس" سے ظاہر ہے نیز ابن ماجہ اور سنن نسائی نے مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کرنے پر ایک ایک باب ان الحفاظ سے قائم کیا ہے "باب اذا قرأ الامام فاتصوا" اور ان دو احادیث کو اس جگہ باسانید متحدہ دو صحیح روایت کیا ہے۔ لہذا اصحاب فرقہ ظاہریہ "لاصلوۃ لکن لم یقرأوا بفاتحة الكتاب" کو لازم ہے کہ ان دو بابوں میں سے بلکہ ان دو بابوں کو کتابوں سے خارج کر دیں۔ جیسا کہ اکثر وہ کر دیتے ہیں۔

حدیث اول: عن امی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ الامام فاتصوا یعنی جس وقت امام پڑھے تم خاموش رہو۔ اور قرأت امام عام ہے سرئی نماز میں ہو یا نماز جبرئی میں۔

حدیث دوم: عن امی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما جعل الامام لیونم بہ فاذا کبر فکبروا فاذا قرأ فاتصوا

امام اس لئے ستر کیا جاتا ہے کہ تم اس کی اقتداء کرو۔ جب وہ بخیر کے تم بھی

تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

یہ وہ دو احادیث ہیں جن کو ابن ماجہ اور سنن نسائی نے مستقل ایک ایک باب کے ساتھ روایت کیا۔ لہذا فرقہء ظاہر یہ کہ چاہئے کہ ان دونوں بابوں کو کتابوں سے خارج کر دیں۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں جب تم نے اسے پہچان لیا۔ تو اب احادیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی سماعت کیجئے۔

مخالفین کی حجت حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی تحقیق

وہ حدیث جو نسائی میں ہے بروایت حزام بن حکیم اور انہوں نے نافع بن محمود بن رفیع سے اور انہوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا _____ فرماتے ہیں۔

☆ صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوات

النسی یجہر فیہا القراءة فقال لا یقرأ أحدکم منکم اذا جہرت

بالقراءة الا بأم الكتاب.

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند قرأت سے پڑھی جانے والی نمازوں میں سے ہمیں ایک نماز پڑھائی۔ فرمایا، تم میں سے کوئی میرے پیچھے نہ پڑھے جب میں باواز بلند قرأت کروں سوائے سورۃ فاتحہ کے۔

ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے مکحول سے اور ان سے نافع بن محمود بن ربیع نے روایت کی _____ وہ کہتے ہیں۔

☆ أبطأ عبادۃ عن صلوة الصبح فأقام ابو نعیم المودن الصلوة

فیصلی ابو نعیم بالناس واقبل عبادۃ وأنامعہ حتی صفنا

خلف ابی نعیم و ابو نعیم جہر بالقراءة فجعل عبادۃ یقرأ بأم

الكتاب فلما انصرف قلت لعبادة سمعت تقرأ بأم القرآن

وابو نعیم یجہر قال أجل، صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بعض الصلوات الّتی یجہر فیہا القرآن فالبت علیہ
القرأة فلما انصرف اقبل علینا بوجهه فقال تقرأون اذا
جہرت بالقرأة فقال بعضنا انا نصنع قال فلا واقول مالی
ینازعنی القرآن فلا تقرأوا وبشیء من القرآن الایام القرآن.

نافع بن محمود بن ربیع کہتے ہیں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ صبح میں دیر ہو گئی
پس ابو نعیم نے نماز کے لئے اقامت کہی اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت عبادہ بن
صامت رضی اللہ عنہ نماز کے لئے تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ہم
ابو نعیم کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے ابو نعیم بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے تو
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی پس جب عبادہ نے
نماز سے سلام پھیرا (نماز سے فارغ ہوئے) تو میں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ
عنہ سے کہا میں نے سنا ہے تم سورہ فاتحہ پڑھ رہے تھے جبکہ ابو نعیم بلند آواز سے
قرأت کر رہے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں رسول پاک صلی اللہ
علیہ وسلم نے بلند قرأت سے پڑھی جانے نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور
ہمارے پڑھنے سے آپ پر التباس و اشتباہ واقع ہوا جب نماز سے فارغ ہوئے تو
ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا: جب میں بلند آواز سے قرأت کر رہا تھا تو تم بھی پڑھ
رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا ہاں (بعض نے کہا) ہم قرأت کر رہے تھے فرمایا: ایسا نہ
کر۔ میں دل میں خیال کر رہا تھا کہ کون قرآن میں میرے ساتھ منازعت کر رہا ہے۔
پس قرآن میں سے کچھ بھی میرے پیچھے نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ۔

فائدہ: راوی نے اپنی ساری عمر میں قرأت کے بارے میں فقط حضرت عبادہ
بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ہمیں اکثرین کی اتباع کرنا ضروری
ہے بمقابلہ شخص واحد کے۔ اور پھر راوی کا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر
اعتراض کرنا دلالت کرتا ہے راوی کا مذہب بھی "عدم قرأة خلف الامام" ہے
ورنہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر کیوں اعتراض کرتے۔

شاید حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو ”فانتہی الناس“ کی خبر نہ پہنچی ہو۔ اور انہوں نے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ لی ہو۔ لیکن یہ تاویل حدیث مبارک میں اسے تسلیم کرنے کے بعد ہے کیونکہ متن و سند حدیث میں کلام ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال میں مفصل مسطور ہے۔

علامہ عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ تینوں حدیثیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ دونوں حدیثیں تین وجہ سے مدفوع ہیں۔

یہ احادیث مدفوع ہے

وجہ اول: یہ کہ نافع بن محمد بن ربیع جو اس حدیث میں مذکور ہے مجہول ہے۔ جیسا کہ علامہ عسقلانی شافعی نے تقریب میں فرمایا، علامہ زلیلی لکھتے ہیں ”قد ضعفہ جماعة منهم احمد بن حنبل“ ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جس میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

معلوم ہوا اہل حدیث کے نزدیک حدیث نافع، مردود ہوئی۔ اس لئے کہ حدیث کی اقسام میں ہے کہ حدیث کے راوی کا مجہول ہونا، حدیث مردود ہے۔ اصول حدیث میں مسطور ہے۔

وجہ دوم: یہ ہے کہ یحییٰ بن معین جو امام بخاری اور مسلم کے استاد ہیں لکھتے ہیں کہ جملہ استثنائے ”الابام الکتاب“ صحیح نہیں ہے۔

وجہ سوم: یہ ہے کہ پہلے اس فصل کی ابتداء میں گزر چکا کہ کلام ربانی مقدم ہے اور وہ احادیث صحیحہ جو کلام ربانی کے موافق ہوں ان احادیث پر مقدم ہیں جو اس طرح نہ ہوں۔ اور یہ دونوں حدیثیں اور حدیث محمد بن اسحاق بن یسار جو کہ ترمذی میں ہے، یہ مخالف ہیں آیہ کریمہ ”اذا قرئ القرآن“ الخ کے عموم کے۔ اور بالخصوص نماز جہر یہ میں جو اظہر من الشمس اور ”امین من الالمس“ ہے۔ اور اس صورت میں انصاف کے کیا معنی ہوں گے جس سے استماع بھی متروک ہو۔

(علامہ موصوف لکھتے ہیں) قطع نظر ان وجوہ کے میں کہتا ہوں قرأت فاتحہ اس

سے قبل ثابت تھا۔ مگر حدیث ”فانتھی الناس“ سے اور ان دو حدیثوں سے جن کو نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا یعنی ”فانصتوا“ بمعہ آثار صحیحہ کثیرہ جو اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اگرچہ بطریق کثرت ثابت ہو، منسوخ ہے۔ اور اس کے برعکس ناممکن ہے کیونکہ احادیث عدم قرأت پر مشتمل اسانید کے اعتبار سے محکم ہیں اور نص قرآنی سے موافقت رکھتی ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ احادیث جو یہ درجہ نہیں رکھتیں، محکم احادیث اور آثار صحابہ کو منسوخ کر دیں۔ اور یہی جواب ہے اس حدیث کا جس کو امام ترمذی نے بواسطہ محمد بن اسحاق بن یسار روایت کیا۔

جواب دوم

اور اس کے متعلق دوسرا جواب یہ ہے کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے اور وہ حدیث

یہ ہے

☆ عن عبادۃ بن صامت قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فنقلت علیہ القراءة فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤون وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای واللہ قال لاتفعلوا الا بأم القرآن فانه لاصلوۃ لمن لم یقرأ بها۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور آپ پہ قرأت ثقیل ہوئی۔ نماز ادا کر چکے تو فرمایا میرا خیال ہے کہ تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو، حضرت ابن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم ہم اسی طرح کرتے ہیں فرمایا اس طرح نہ کیا کرو۔ یعنی امام کے پیچھے نہ پڑھا کرو مگر سورۃ فاتحہ اس لئے کہ جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کردہ حدیث میں ایک راوی کاذب ہے

جاننے کی بات ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی آیا ہے اور وہ مختلف فیہ ہے۔ اصول حدیث کی رو سے وہ قابل سند نہیں کیونکہ سعید بن یحییٰ قتان، محمد بن اسحاق کے حق میں لکھتے ہیں۔

اشہد ان محمد بن اسحاق کذاب

میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب (جھوٹا) ہے۔ اور یحییٰ بن قتان وہ شخصیت ہیں جنہیں تمام آئمہ فن نے قابل سند جانا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔

”جس کو یحییٰ قتان چھوڑ دے ہم بھی اسے چھوڑ دیتے ہیں“

اور اسی طرح سلیمان بن یحییٰ نے بھی محمد بن اسحاق کو کذاب لکھا ہے اور امام مالک نے اس کو دجال کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن اسحاق) لیکن اس جگہ صرف یحییٰ قتان کی جرح لائی جاتی ہے کیونکہ وہ مفصل ہے۔

اصول جرح کا قاعدہ

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک شخص کی کچھ لوگ تعدیل کریں اور بعض دیگر جرح۔ تو جرح کو تعدیل پر ترجیح ہوگی۔ بشرطیکہ جرح کرنے والا معتمد و مستند ہو اور اسباب جرح کا عارف ہو۔ اور جرح کی تفصیل بیان کرے۔ جیسا کہ دجال یا کذاب کہا جاتا ہے اگر مختلف فیہ شخص کے حق میں جرح مبہم رکھے تو وہ جرح مقبول نہیں۔ کما قال الحافظ ابن حجر فی شرح نخبۃ الفکر۔

والجرح مقدم علی التعديل وأطلق ذالك جماعة ولكن
محله ان صدر من عارف باسبابه لانه ان كان غیر مفسر لم
يقدر فیمن ثبت عدالته وان صدر من غیر عارف بالاسباب
لم يعتبر به ایضاً

”جرح“ تعدیل پر مقدم ہے اور اس امر کو ایک جماعت نے عام رکھا لیکن اس کا موقع محل یہ ہے کہ جرح عارف جرح سے صادر ہو جو اسباب جرح سے واقف ہو۔ کیونکہ اگر جرح مفسر نہ ہو تو جس کی عدالت ثابت ہے اس کے حق میں یہ جرح مفسر نہ ہوگی اور اگر جرح ایسے شخص سے صادر ہو جو اسباب جرح نہیں پہچانتا تو جرح کا بھی کچھ اعتبار نہ ہوگا۔“

مگر یحییٰ قطان ان لوگوں میں سے ہیں جو اسباب جرح سے واقف اور اس کی تعریف پر پورے اترنے والے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں مسطور ہے۔
 قال ابراہیم بن محمد التیمی ما رأیت أعلم بالرجال من

یحییٰ القطان

ابراہیم بن محمد بھی کہتے ہیں اسمائے رجال میں میں نے یحییٰ قطان سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔ اور اسی کتاب میں امام احمد کا قول ہے کہ خدا کی قسم میں نے یحییٰ قطان کی مثل نہیں دیکھا۔

اور اہل حدیث کے نزدیک مسلم ہے کہ لفظ کذاب جرح مفصل ہے پس لامحالہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق بن یسار ضعیف وغیر معتبر ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہے ”تقریب“ میں اسے مدلس کہا گیا ہے اور راوی کا مدلس ہونا ایک خاص اور مستقل عیب ہے۔

علامہ بدر الدین یعنی شارح صحیح بخاری لکھتے ہیں

وفی حدیث عباده بن صامت محمد بن اسحاق بن یسار

وهو مدلس قال النووی لیس فیہ الا التذلیس۔

یعنی عباده بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں محمد بن اسحاق بن یسار ہے جو مدلس ہے۔ امام نووی کہتے ہیں اس میں سوائے تذلّیس کے اور کوئی عیب نہیں

مدلس کی روایت بلفظ ”عن“ کی حیثیت

اور مسلمات میں سے ہے کہ جہاں بھی مدلس بلفظ عن روایت کرے وہ روایت

متصل نہیں سمجھی جاتی اور روایت محمد بن اسحاق بن یسار ترمذی وغیرہ میں بلفظ عن مذکور ہے اور یہ روایت اصول حدیث کے اعتبار سے منقطع ہے لہذا قابل حجت نہیں جیسا کہ علامہ یعنی لکھتے ہیں

المدلس اذا قال عن فلان لايحتج بحديثه عند جميع

المحدثين مع انه قد كذبه مالک وضعفه أحمد لا يصح

الحديث عنه وقال ابو زرعة الرازي لا يقضى له بشيء

مدلس جب لفظ ”عن فلاں“ کے ساتھ روایت کرے۔ تو تمام محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ اور باوجود اس کے محمد بن اسحاق بن یسار کو امام مالک نے جھوٹ بولنے والا اور امام احمد نے ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے حدیث لینا صحیح نہیں۔ امام ابو زرعة کہتے ہیں اس کی کسی چیز پر بھی اعتبار نہیں۔“

لیکن مدعیان ”عامل بالحدیث“ پر صد افسوس کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کو پس پشت ڈال کر ایسی احادیث جو ضعیف و متروک العمل ہیں انہیں اپنا معمول بناتے ہیں اور ان سب کا حال اس کے مصداق ہے۔

دین سے برگشتہ کرنے والے دجال کے ساتھی ہیں

ليكونن بين يدي الساعة الدجال وبين يدي الدجال كذابون

ثلاثون أو أكثر قلنا ما آياتهم قال أن يألوكم بسنة لم تكونوا

عليها ليغير بها سنتكم ودينكم.

قیامت سے قبل دجال ظاہر ہوگا اور دجال سے پہلے تمیں یا اس سے زیادہ کذاب (بہت جھوٹ بولنے والے) آئیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا ان کی نشانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے پاس ایسی سنت لائیں گے یعنی یہ کام سنت ہے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے اس لئے کہ تمہاری سنت اور دین کو تبدیل کر دیں۔

یہی حال ان لاندہبوں کا ہے دین سے خود برگشتہ ہیں اور آئمہ دین پر طعن زنی

بلا حجاب جاری ہے۔ اور طرفہ یہ کہ باطل و عوے کرتے پھرتے ہیں سنت اور حدیث کو زندہ رکھنے کے۔ اور ایک ایک حدیث کے عوض اس پر عمل پیرا ہو کر سوسو شہیدوں کے ثواب کمائے جا رہے ہیں مگر عالم یہ ہے کہ

لطیفہ عجیبہ

(منقول ہے) کسی شخص نے وضو کے اذکار اور دعائیں وغیرہ یاد کیں اور جب طہارت خانے میں جائے استنجا پر پانی ڈالنے لگا تو اسی حالت میں دعا شروع کر دی ”اللہم ارحنی راتحة الجنة“ (ترجمہ: اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سونگھا) کسی سے سن رکھا تھا کہ جب سوراخ میں پانی ڈالے تو یہ دعا کرے مگر پورا مسئلہ سمجھ نہ پایا اور ایسی نگلی حالت میں یہ دعا شروع کر دی۔ ایک شخص جو قریب آواز سن رہا تھا اس نے کہا ارے! یہ دعا پانی سوراخ میں ڈالتے وقت مستحب ضرور ہے مگر وہ یہ سوراخ نہیں ناک کا سوراخ ہے۔

اے گروہ مدعیان و فرقہ لادھبیان! ”سوشیدوں کا ثواب“ تو پہچانتے ہو مگر ہر سوراخ کا ایک محل ہے اس محل کو نہیں پہچانتے ہو۔ ناک کے سوراخ اور دیگر سوراخ میں تیز نہیں کر سکتے ہو اور پھر طعت زنی بڑوں کے سر؟

بر بلند اہل سخن بسوئے خود است

تف بسوئے فلک بروئے خود است

آسمان پر تھوکیں تو منہ پر ہی پڑتا ہے آسمان کا کچھ نہیں جڑتا۔ لیکن کیا کریں عادت ہے مجبور ہیں لاکھ بار بھی تھوک منہ پر پڑے تھوکنے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس امید پر کہ شاید کبھی آسمان تک پہنچ جائے۔ لیکن یہ تو ناممکن ہے اور ان کے لئے تھوک کی عادت ترک کرنا بھی مشکل۔ اللہ عزوجل سے ہدایت کی دعا ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت

اب وہ احادیث نقل کی جا رہی ہے جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے صحیح ہیں۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم صلوة الظهر وانعصر فقال ايكم قرأ خلفي بسبح
اسم ربك الاعلى فقال رجل أنا ولم أربها الا الخير قال قد
علمت ان بعضكم خالجنها___ رواه مسلم وابو حنيفة الا
ان ابا حنيفة قال خالجنى القراءة بدل خالجنها.

عمران بن حصین سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
ظہر یا عصر پڑھائی اور فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے (سبح اسم ربك الاعلى)
تلاوت کی ہے۔ ایک مرد نے عرض کیا میں نے یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اور
میں نے اس قرأت سے صرف نیکی کا ارادہ کیا ہے (یعنی برا ارادہ نہیں) نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں نے جان لیا کہ تم میں سے کسی نے میری قرأت میں
خلل ڈالا ہے

اور عمران بن حصین سے ہی مروی ہے۔

☆ عن عمران بن حصین ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
صلى الظهر فجعل رجل يقرأ خلفه بسبح اسم ربك الاعلى
الذى___ فلما انصرف قال ايكم القارئ قال رجل أنا قال
قد ظننت ان بعضكم خالجنها. (رواه مسلم وابوداؤد والنسائي والطحاوي)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے
سورت ”سبح اسم ربك الاعلى“ پڑھنا شروع کر دی جب آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نماز سے فارغ ہوئے فرمایا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت
میں خلل ڈال رہا ہے۔

منصف مزاج آدمی کے لئے ان دلائل میں سے ایک ہی کافی ووفائی ہے اور
شریروں کے لئے دفتر بھی ناکارہ ہونا کافی۔

خاموش حافظ ایں نکلتے چوزر سرخ

نگہدار کہ قلاب شہر صراف است

دلیل سوم

ترک قرأت خلف الامام پر

روایت اول

☆ عن جابر بن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة. رواه الطحاوي بالاسانيد المتعددة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا امام ہو پس امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

اس حدیث مبارک کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بر شرط مسلم روایت کیا اور احمد بن منیع نے بھی اپنے مسند میں بر شرط یحییٰ بن اسحاق روایت کیا۔ عبد بن حمید نے بھی اپنی کتاب میں بر شرط مسلم اس حدیث مبارک کی روایت کی۔ ابن حمام نے فتح القدیر میں اس کو نقل کیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

روایت دوم

☆ حدثنا ابو الحسن موسى بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله الانصاري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس بے

شک امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

اور یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤطا میں اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔

روایت سوم

☆ أخبرنی ابو حنیفہ قال أخبرنا ابو الحسن موسى بن عائشہ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الامام فقرأ الامام له قراءة ترجمہ مثل سابق ہے اور یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے۔ اور امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

روایت چہارم

☆ أخبرنا اسرائیل بن یونس قال حدثنی موسى بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد قال أم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للناس فی العصر فقرأ رجل خلفه تغمزه الذی یلیہ فلما أن صلی قال لم غمزنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امک و کرهت أن تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة.

اس حدیث کو امام حاکم رضی اللہ عنہ، طحاوی رضی اللہ عنہ، ابوبکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے باسناد صحیح جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی نماز عصر میں امامت فرمائی۔

پس ایک مرد نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ قریب کھڑے ایک شخص نے اسے اشارہ کیا جب اس شخص نے نماز ادا کر لی تو پوچھا تو نے مجھے اشارہ کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے امامت فرما رہے ہیں تو میں نے ناپسند کیا کہ تم ان کے پیچھے قرأت کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گفتگو سنی اور فرمایا جس کا امام ہو تو بے شک امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

روایت پنجم

☆ وروی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقرأ الامام له قرأه (رواہ الطحاوی)

روایت ششم

☆ وعن عبید اللہ بن مقسم انه سئل عبد اللہ بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا تقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات (رواہ الطحاوی بالاسناد الصحیح)

عبید اللہ بن مقسم نے عبد اللہ بن عمر زید بن ثابت (کاتب وحی) اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا (امام کے پیچھے قرأت کے متعلق) تو انہوں نے فرمایا امام کے پیچھے نمازوں میں کچھ نہ پڑھو۔

روایت ہفتم

☆ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقرأ الامام له قرأه (رواہ ابن ماجہ)

علامہ بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں۔

حدیث ”من کان له امام“ کو صحابہ کبار میں سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے ان میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ ابن عمر ابو سعید خدری ابن عباس انس بن

مالک رضی اللہ عنہم ہیں اور قرأت خلف الامام سے اُسی (80) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع فرمایا ان میں حضرت علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایسے جلیل القدر صحابہ کا اس مسئلہ پر متفق ہونا بمنزلہ اجماع کے ہے۔ اور اس کثرت کے اعتبار سے صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

اور عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے باپ (زید بن ثابتؓ کا تب وحی) سے روایت کرتے ہیں دس صحابہ کرامؓ لوگوں کو امام کے پیچھے نہ پڑھنے سے سختی سے منع کرتے تھے وہ یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین والھنا بالصالحین۔ انتھی کلام العینی۔

ان تمام احادیث کے متعلق (مالھا وما علیھا) جو علامہ موصوف نے نقل فرمائیں۔ باب دوم میں ملاحظہ فرمائیں
علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا فرمان

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ (مبدأ ومعاد) میں فرماتے ہیں۔

میں مدت سے یہ آرزو رکھتا تھا کہ مذہب حنفی میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہو کہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کی جاسکے لیکن بواسطہ رعایت مذہب ہو کیونکہ مذہب سے ہٹنا الحاد ہے (مگر) مذہب حنفی مقتدی کے ترک قرأت میں درست اور برحق ظاہر ہوا ہے اور قرأت حکمی، قرأت حقیقی سے نظر بصیرت میں زیبا تر نظر آتی ہے۔ ”انتھی“

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ مذہب سے ہٹنے والا لحد ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

سورۃ فاتحہ کو فرض قرار دینے والوں کا رد

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرنے والوں کے جواب میں علامہ ارشاد فرماتے ہیں

”عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ میں جو مروی ہے (لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا) ہمارے لاندہ ہوں نے اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے کسی کی نماز جائز نہیں۔ نماز جبری ہو یا سری۔ یہ استدلال دو وجہ سے رد کیا گیا ہے۔

وجہ اول: وہ یہ کہ یہ حدیث یا اس جیسی دوسری احادیث کا حکم عام نہیں ہے تاکہ مقتدی کو بھی شامل ہو بلکہ منفرد اور امام کے حق میں خاص ہے۔ اور وہ شخص جو منفرد کے حکم میں ہے جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ و دیگر علمائے محققین اس کے قائل ہیں۔ اسی طرح ترمذی میں منقول ہے۔

اما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده واحتج بحديث جابر بن عبد اللہ حيث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بأم القرآن فلم یصل الا أن یکون وراء الامام قال احمد فہذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تأول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان وحده.

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا ہو آپ نے حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز کی رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں

ہوئی۔ مگر جو شخص امام کے پیچھے ہو۔ (مقتدی کا پڑھنا نہیں) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مرد حضرت جابر رضی اللہ عنہ اصحاب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں جنہوں نے ”لاصلوۃ“ کی تاویل فرمائی یعنی جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو بلا فاتحہ پڑھے نماز درست نہیں۔ اور انہوں نے اس قول کو منفرد پر حمل کیا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ”تکفیک قرأۃ الامام“ تیرے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی ارشاد فرمایا ”سیکفیک ذاک الامام“ تجھے یہ امام ہی کافی ہے۔

طریق دوم: احادیث (من کسانہ لہ امام) سے معلوم ہوا کہ قرأت امام قرأت مقتدیاں ہیں پس یہ احادیث صحیحہ حدیث ”لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب“ کی تفسیر اور بیان ہیں۔ یہ اس طرح کہ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لاصلوۃ ...) اس سے معلوم ہوا قرأت فاتحہ مقتدی وغیر مقتدی سب پر لازم ہے اور اس کے بعد فرمایا ”من صلی خلف الامام فقراء الامام لہ قرأۃ“

اس سے پتہ چلا کہ اگرچہ مقتدی کے لئے بھی قرأت فاتحہ ضروری ہے مگر یہ عام ہے کہ حقیقۃً ہو یا حکماً۔ پس قرأت امام بعینہ قرأت مقتدیاں ہے اور یہ دونوں جواب خصم کے قول کو تسلیم کر لینے کے بعد ہے ورنہ جواب حقیقی وہی ہے جو اس سے قبل گزر چکا۔

خلاصہ کلام

الغرض! اس تحقیق سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے والا اور بنفسہ قرأت نہ کرنے والا نص قرآن کا عامل ہے۔ ”فاذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون“ اور حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی عمل پیرا ہے۔ ”من کان لہ امام فقراء الامام لہ قرأۃ“ اور وہ شخص اجماع امت پر بھی عمل کرنے والا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں تکرار سورۃ فاتحہ جائز نہیں۔ اور

ترک واجب سے بھی محفوظ ہے وہ اس طرح کہ ہر رکعت میں ایک بار ہی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہے اس کے علاوہ اس شخص نے نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ و مسائل اجماعیہ جو مذکور ہیں میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مگر حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (الاباسم القرآن) کہ اس پر عمل کرنے والا نصوص قرآنیہ احادیث نبویہ مسائل اجماعیہ سب کا تارک ہے۔ اور اس کی تحقیق کما حقہ اس سے قبل آپ نے معلوم کر لی۔ اور جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ لوگ ان تمام حالات و کیفیات مذکورہ کے خلاف کرتے ہیں۔
 باوجود مدعی عامل بالجہد ہونے کے خواہشمند اپنی خواہش کی خاطر جمع نصوص مذکورہ کے منکر ہوئے ہیں۔

گہی باچنیں گوہرے خانہ خیر
 چہ بو طالبی راکنی سگریز

سوال: اگر کہا جائے کہ آیہ کریمہ (فاقرؤا ماتیسر من القرآن) سے صاف ظاہر ہے کہ مقتدی کو قدرے آسانی سے پڑھنا لازم ہے اور وہ سورۃ فاتحہ ہے جیسا کہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں بموجب حدیث (فان قراءة الامام قراءة له) مقتدی بھی قرأت کرنے والا ہے اور اگر بنفسہ سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو تکرار لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (قراءة الامام له قراءة) آیہ کریمہ (فاقرؤا ماتیسر من القرآن) کے معارض ہے خبر واحد کی وجہ سے ترک آیہ کریمہ جائز نہیں۔

جواب: میں کہتا ہوں امام کے ساتھ پڑھنے سے مقتدی پڑھنے والا شمار کیا گیا ہے کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے تو ترک آیت کیسے لازم آئے گا۔
 علامہ یعنی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا

فان قلت قوله عليه السلام قراءة الامام له قراءة معارض لقوله
(فافروا) فلا يجوز تركه بخبر الواحد قلت جعل المقتدى

قارنا بقراءة الامام فلا يلزم الترك (انتهی)

اگر تو کہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (قراءة الامام له قراءة) اللہ عزوجل
کے فرمان (فافروا ماتیسر من القرآن) کے معارض ہے اور خبر واحد کے ساتھ
اس کا ترک جائز نہیں۔ تو.....؟

علامہ یعنی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں امام کے پڑھنے کی وجہ سے مقتدی قاری
شمار کیا گیا ہے۔ پس خبر واحد کے ساتھ ترک آیہ کریمہ لازم نہیں آئیگا۔

الغرض! مقتدی ہو جب آیہ مقدسہ (واذ قرئ القرآن) ساکت ہے اور بحکم
احادیث صحیحہ مذکورہ بالا (فقراءة الامام له قراءة) آیہ مقدسہ (فافروا ماتیسر من
القرآن) کے ساتھ بعینہ عامل ہے۔

اس تقریر سے صاف معلوم ہو گیا کہ ہر دو آیہ مقدسہ مذکورہ کے درمیان تعارض
نہیں ہے اس لئے کہ ہر ایک آیہ کریمہ اپنے محل میں اپنے حکم پر ثابت و باقی ہے پس
بعض لوگ جو ہر دو آیہ کریمہ کو معارض سمجھتے ہوئے عوام کو فریب دینے کے لئے ان کو
ساقط سمجھتے ہیں یہ محض بے جا ہے کیونکہ قاعدہ مسلمہ کل امت ہے۔ کہ جس وقت دو
آیہ کریمہ کے درمیان تعارض واقع ہو۔ حتی الامکان ان کے درمیان ہم جمع کریں
گے۔ نہ کہ ان دونوں کو ساقط کریں گے۔

عجب تر یہ ہے جب مدعیان "اہل حدیث" کے نزدیک بمقابلہ حنفیہ کوئی دلیل
نہ رہی تو بحکم اس کے

کس نیاید بخاندہ درویش

کہ خراج زمین دباغ بدہ

جن احادیث سے حنفیہ استدلال کرتے ہیں ان کا صاف انکار کرتے ہیں کہ
اس حدیث کو ہم کیسے تسلیم کریں۔ اس کو بخاری و مسلم نے نقل نہیں کیا۔ کیا اصطلاح

میں ”لانڈھب عامل بالحدیث“ اسی کا نام ہے کہ صدہا احادیث دیگر جو ان سے صحیح تر ہیں انکار کرتے ہیں۔ اور حدیث ضعیف کو معمول بہ سمجھتے ہیں۔ اس باب کو انہی نے مناسب حال ایک نقل پر اکثفا کرتے ہوئے ختم کرنا ہوں۔

لطیفہ

ایک امیر دوسرے نوکروں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لئے باہر گیا اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اتفاقاً امیر گھوڑے سے گر گیا اور اس کی آنکھ پر سخت چوٹ آئی۔ نوکر چابکدست نے فی الفور اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور بادشاہ کے دولت کدہ پر پہنچا اور کہنے لگا کہ الحمد للہ میں اپنے آقا کے ہمراہ تھا ورنہ گرنے کے صدمے سے ان کی دونوں آنکھیں اپنی جگہ سے باہر آ جاتیں۔

نرجم اگر عالمی پر خراست مگر زان کسے کا دی پیکر است

نعوذ بالله الکرم من هذا الشر العظیم والجهل الجسیم

یہی حال ان لانڈھبوں کا ہے۔ کہ ایک حدیث کی خاطر کیونکہ وہ بخاری و مسلم میں ہے صدہا احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں۔ کہ آنکھیں جگہ سے باہر نہ نکلیں گو سرتن سے جدا ہو جائے اور ماسوا ان احادیث مذکورہ کے اخراج اور مباحث مسطورہ کے امام فخر الدین رازی شافعی نے تفسیر کبیر میں ایک علمی لطیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔

نقیس بات

ایک جماعت مدینہ طیبہ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تاکہ قرأت خلف الامام کے باب میں حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کر کے آپ کو شکست دے۔ امام صاحب نے فرمایا تم سب سے مناظرہ کی مجھ میں استطاعت نہیں کہ بیک وقت اتنے آدمیوں سے بات کروں جبکہ تمہیں مناظرہ بھی ضروری کرنا ہے۔ تو ایسا کرو کہ اپنی جماعت میں سے ایک شخص جو تم میں افتد و اعلم ہو

اسے مناظرے کا اختیار سونپ دوتا کہ میں اس سے بات چیت کر سکوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی کو مناظرے کے لئے منتخب کیا۔ تو آپ نے فرمایا، تم میں سے اُعلم بھی ہے انہوں نے کہا ہاں، پھر دوبارہ آپ نے ان سے پوچھا کیا اس شخص سے مناظرہ کرنا تمہارے ساتھ مناظرہ کرنا متصور ہوگا۔ انہوں نے کہا ہاں، پھر دوبارہ امام صاحب نے ان سے پوچھا کہ اگر یہ شکست کھا جائے تو یہ تم سب کی شکست ہوگی۔ انہوں نے کہا ہاں، بہر حال ان لوگوں نے اقرار کیا کہ اس منتخب شخص کی جیت ہم سب کی جیت اور اس کی شکست ہم سب کی شکست ہوگی۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پھر تنازع کس بات میں ہے؟ میں بھی آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی آدمی کسی کو اپنا امام تسلیم کر لے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے تو اس امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اور تمہیں بھی اس فیصلے پر انکار نہیں۔ پس یہ عقلی دلیل سن کر وہ ساری جماعت خاموش ہو گئی اور کوئی جواب ان سے نہ بن پڑا۔

یعنی انہوں نے تسلیم کر لیا کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں۔ جو امام ابوحنیفہ کو پسپا کرنے آئے تھے جو آپ کو شکست دینے کے لئے بے تاب تھے۔ فقہائے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بے بس ولاچار ہو گئے اور امام صاحب کے موقف کو تسلیم کر کے واپس گئے

خالق چو دو گوش و یک زبانت دادہ
سز لیست نہاں دریں تو گر میدانی
یعنی کن عمل بھنع خالق
دورا گوش کن اگر یک شنوائی

دلیل چہارم

برترک قرأت خلف الامام از آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

☆ من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بأم القرآن فلم یصل الا أن
 یکون وراء الامام — رواه الامام مالک والامام محمد
 وابوبکر بن ابی شیبہ والطحاوی والترمذی وقال الترمذی
 هذا حدیث حسن صحیح۔

جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز
 نہیں ہوئی۔ مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو — یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی
 چاہئے

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

عبد اللہ بن مقسم کی روایت

عبد اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے جابر بن عبد اللہ
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا

☆ لا تقرأ خلف الامام — رواه ابوبکر ابن ابی شیبہ

امام کے پیچھے قرأت نہ کر۔ یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طرف سے
 قرأت خلف الامام پر ممانعت ہے اور ایک جلیل القدر صحابی کا منع کرنا نبی اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم کی ممانعت پر دلیل واضح ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے

عبداللہ بن عمر زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں تو انہوں نے فرمایا

☆ / لا تنقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات ___ رواہ

الطحاوی

یعنی نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھ۔
سری اور جہری دونوں نمازوں میں ترک قرأت پر یہ واضح دلیل ہے
عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول

☆ انه سأل زید بن ثابت عن القراءة فقال لا قراءة مع الامام فی

شیء ___ رواہ مسلم والنسائی وابوبکر بن ابی شیبہ.

عطاء بن یسار نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) سے قرأت کے متعلق پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں بھی قرأت نہیں۔

یعنی مقتدی کو کسی نماز میں بھی امام کے ساتھ نہیں پڑھنا چاہئے خواہ نماز جہری ہو
یا سری روایت ہے عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔

☆ لا تنقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات ___ رواہ

الطحاوی.

نمازوں میں سے کسی نماز میں امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو۔
سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سالم فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل

☆ کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام ___ رواہ الامام محمد.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔
نافع سے روایت ہے

☆ ان عبداللہ بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ أحدکم خلف
الامام یقول فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحده فلیقرأ قال
کان عبداللہ بن عمر لا یقرأ خلف الامام ___ رواہ الامام
مالک والامام محمد وابوبکر بن ابی شیبہ والطحاوی
وغیرہم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی آدمی
امام کے پیچھے پڑھے تو آپ فرماتے اس کے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ اور
جب تنہا نماز پڑھے تو اس کو قرأت ضروری ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے
پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

حضرت علقمہ سے

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

☆ ان عبداللہ بن مسعود لم یقرأ خلف الامام لا فیما یجہر فیہ
ولا فیما ینخف فیہ لا فی الاولین ولا فی الآخرین ___ رواہ
الامام فی مؤطاہ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ ان
نمازوں میں جن میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے نہ ان میں جن میں آہستہ
پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی پہلی دو میں اور نہ آخری دو رکعتوں میں۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں

☆ ان عبداللہ بن مسعود لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین
الاولیین ولا فی غیرہما ___ رواہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے نہ پہلی دو رکعتوں

میں اور نہ ان کے علاوہ میں۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

☆ انہ لم یقرأ علقمة خلف الامام حرفاً لا فیما یجہر فیہ ولا فیما لا یجہر فیہ ولا بأمر الكتاب ولا غیرها ولا أصحاب عبد اللہ بن مسعود جمیعاً۔ رواہ ابو حنیفہ

حضرت علقمہ امام کے پیچھے ایک حرف تک نہیں پڑھتے تھے۔ نہ بلند آواز سے قرآن والی نمازوں میں نہ آہستہ قرأت والی نمازوں میں۔ نہ تو سورہ فاتحہ پڑھتے اور نہ اس کے سوا کچھ اور۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے ساتھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

روایت ہے ابو حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں

☆ قلت لابن عباس رضی اللہ عنہ أقرأ والامام بین یدی فقال لا۔ رواہ الطحاوی

میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں قرأت کروں جب کہ امام میرے آگے ہو۔ پس فرمایا نہیں۔

ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا

☆ انہ قال أری ان الامام اذا أم القوم فقد كفاهم۔ رواہ الترمذی والطحاوی۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میرا اعتقاد یہ ہے کہ جب امام قوم کی امامت کرائے تو ان کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (یعنی مقتدی کو قرأت کی ضرورت نہیں)

علاوہ ازیں کفایہ و کافی و نہایہ و شرح مختصر الوقایہ میں ہے۔

ومنع المقتدی عن القراءة ما ثور من ثمانین نفراً من كبار الصحابة

مقتدی کا قرأت خلف الامام سے منع کیا جاتا، اُسی 80 صحابہ کبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

عن الشعبي أدرکت سبعین بدریا کلہم علی انہ لا یقرأ خلف

الامام

امام شععی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ستر بدری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ سے ملا جو اس عقیدے کے تھے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

قراۃ خلف امام کی ممانعت پر اجماع صحابہ ہے

یعنی قرأت خلف الامام کی ممانعت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اسی لئے امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال شمس الانمہ السرخسی تفسد صلوٰتہ فی قول عدۃ من

الصحابة کذا ذکرہ القاری۔

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کی نماز فاسد ہوتی ہے یہ جماعت صحابہ کا قول ہے

اس طرح صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ”وعلیہ اجماع الصحابة“ امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، امام ابو یوسف، امام محمد و حماد استاذ امام اعظم واسود استاذ امام اعظم و علقمہ استاذ استاذ الاستاذ امام اعظم و عمرو بن میمون و سعید بن المسیب و ابراہیم نخعی و سفیان ثوری اور عامر شععی و غیر ہم رحمۃ اللہ علیہم کا۔

گر ہمیں خواہی کہ باقی از گروہ مؤمنین

از تعصب دور شو حق را بچشم دل میں

فصل سوم

جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں ان پر وعید میں

کفایہ و کافی اور عنایہ و نہایہ میں ہے

وعید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

1- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ خلف الامام یملأ

فی فیہ حمرة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ

انگارے سے بھرا جائے

وعید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

2- انه قال من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرة. رواه

الطحاوی

جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ سنت پر کاربند نہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے

3- من قرأ خلف الامام فقد أخطأ الفطرة۔ رواه ابوہریرہ

بن ابی شیبہ

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے طریق سنت اور راہ مستقیم سے خطا کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

4- انه قال وددت ان الذى يقرأ خلف الامام فى فيه جمرة

___ رواه الامام محمد وابوبكر بن ابى شيبة وعبدالرزاق

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے میرا جی چاہتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

5- ليت الذى يقرأ خلف الامام ملا فوه ترابا ___ رواه

الطحاوى

جو امام کے پیچھے قرأت کرے اے کاش! اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے علقمہ نے فرمایا

وعید حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے

6- لان اعرض على جمرة أحب الى من أن أقرأ خلف الامام

___ رواه الامام فى مؤطاہ.

اپنے دانتوں سے انگارہ پکڑوں یہ بات مجھے زیادہ اچھی ہے اس سے کہ امام کے

پیچھے قرأت کروں۔

اور محمد بن عجلان سے روایت ہے۔

وعید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے

7- ان عمر بن الخطاب قال فى فم الذى يقرأ خلف الامام

حجرا. رواه الامام محمد

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پتھر ہو اس کے منہ میں جو امام کے

پیچھے قرأت کرے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

8- قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له ___ رواه الامام

محمد وابوبكر بن ابى شيبة

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس کی نماز نہیں۔

جیسا کہ امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، صحابہ کے قول میں جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مالک بن عمارہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

☆ انه قال لا أدری کم رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ

وسلم کلہم یقولون لا یقرأ خلف الامام

(رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ)

مجھے معلوم نہیں کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لوگ ہیں جن کا کہنا ہے کہ امام

کے پیچھے قرأت نہ کی جائے

تمام وعیدات سے ستر اصحاب بدر والی روایت بڑھ کر ہے کیونکہ اصحاب بدر وہ

لوگ ہیں جن کے فضائل و اوصاف رب ذوالجلال کے کلام ہدایت یعنی قرآن پاک

میں موجود ہیں۔ ایسے برگزیدہ لوگوں کے خلاف کرنا گویا اپنے آپ کو ضلالت و گمراہی

کے کنویں میں ڈالنا ہے

ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

خلف امام قرأت کرنے والا بدعتی ہے

☆ انه قال اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم۔ رواہ الامام

محمد فی مؤطاہ

سب سے پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ شخصی بدعتی اور ریا کار تھا۔

قیل ہو مروان کما فی بعض الشروح۔ یعنی اس کا نام مروان تھا جیسا

کہ بعض شروح میں اس کا ذکر ہوا۔

میں (راقم) کہتا ہوں، ذات مروان سے مفاسد فحیم و عظیم مثل شہادت حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مقاتلہ عظیم جس میں کسی کو

شک نہیں ظاہر ہوئے۔ اور بخشم مروان کی اولاد اور اس کے متبعین نے اس زمانہ میں

خروج کیا اور مروان کی پیروی کرتے ہوئے مفاسد عظیم مسلمانوں کے درمیان پیدا کئے۔ اے مروان کی اولاد! خدارا! اپنی حرکات سے ہاتھ کھینچ لو اور روز جزا سے خوف کھاؤ کہ ان جملہ مکائد و مفاسد کی سزا رب ذوالجلال سے ضرور ملنا ہے۔

تو مشو مفرور از حلم خدا

سخت گیرد دیر گیرد گر ترا

ابراہیم نخعی سے روایت ہے۔

☆ انه قال الذی یقرأ خلف الامام فماسبق ____ شیخ

الشیخین ابوبکر بن ابی شیبہ

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی (سب سے پہلے) اس سے کوئی سبقت نہیں لے گیا۔ یعنی وہ ہی سبقت کرنے والا ہے، بدعتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ کلام

یہ بھی تحقیق اُنیق جو قرأت خلف الامام کے ترک پر حضرت علامہ محمد عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ پشوری نے اپنی کتاب مسمیٰ بہ "سیف المقلدین علی اعناق المنکرین" میں تحریر فرمائی، چونکہ کتاب مستطاب زبان فارسی میں ہے اس لئے میں نے اس کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ علامہ موصوف کی گفتگو جو خالص تحقیقی رنگ میں ہے انشاء اللہ عزوجل علماء کے لئے بالخصوص عوام کے لئے بالعموم مفید ثابت ہوگی۔ اور غیر مقلدوں پر یقیناً ضرب شدید۔ آپ نے غیر مقلدوں کے ہر اعتراض کا نہایت کافی و دوانی جواب ارشاد فرمایا۔ اور مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت عمدہ طریقے سے دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کرتے ہوئے منکرین کے دلائل کا علمی رد فرمایا اور ساتھ ساتھ علمی نکات امثال اور لطائف سے تحریر کو مزین فرمایا۔ نیز موقع محل کی مناسبت سے اشعار تہذیبی طبع کے لئے استعمال کئے۔ خداوند قدوس اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اہل حدیث حضرات ایک سنت زندہ کریں

سوشہیدوں کا ثواب پائیں

اہل حدیث حضرات کو احیائے سنت کا اتنا شوق ہے کہ ماشاء اللہ! گزشتہ اوراق میں جاہل عابد کی دعا آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ طہارت خانے میں ناک میں پانی ڈالتے وقت پڑھی جانے والی دعا میں مشغول نظر آیا۔ ثواب یاد رہا۔۔۔ مقام بھول گیا۔ یہی کیفیت ”اہل حدیث“ حضرات کی ہے۔ اگر اس ”عامل بالحدیث“ جماعت کا یہی خیال ہے تو ایک اور سنت رواج دے کر بہت بڑا ثواب کما سکتی ہے۔ اور وہ سنت ہے ختنہ نسواں۔۔۔ جی ہاں عورتوں کا ختنہ۔۔۔ (بقول انکے) کیونکہ یہ سنت ابھی تک مردہ خانہ میں پڑی ہے۔۔۔ اسے زندہ کیجئے۔۔۔ منظر عام پر لائیے اور سوشہیدوں کا ثواب کمائیے۔۔۔ بھلا اس سے سنہری موقع اور کیا ہو سکتا ہے اور ابتداء ہر نیک کام کی اپنے گھر سے ہونی چاہئے۔ خود بھی کیجئے اور دوسروں کو ترغیب دیجئے۔۔۔

علامہ خیر شاہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”صواعق الھی علی اعناق اُبی حنفیہ“ میں فرماتے ہیں ”اہل حدیث اس لئے سنت کا رواج زیادہ کرتے ہیں کہ اس میں ثواب زیادہ ہے تو لیجئے ایک سنت ایسی رہ گئی ہے تمام ہندو سکھ وغیرہ اس سے محروم ہیں اور وہ ہے ”عورتوں کا ختنہ کرنا“ اگر ہمارا کہنا ناپسندیدہ ہو تو اپنے ہم مشرب اہل حدیث حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب امرتسری بازار صوبونیاں کی تقریر پیش کرتا ہوں جو کہ وجوب ختنہ پر دال ہے۔

”اہل حدیث“ عالم کے دلائل

اخبار کرزن گزٹ 18 اگست 1900، جلد 2، ص نمبر 23، 30 یکم اکتوبر میں
مضمون ہے ذرا غور سے سماعت کریں۔

دلیل اول: من اسلم فلیختن۔ جو شخص ایمان لائے ختنہ ضرور کرے۔

فلیختن

صیغہ امر ہے جس سے وجوب مستفاد ہے۔ مرد و عورت دونوں کو شامل ہے اس
حدیث کو حافظ ابن حجر نے ”تلخیص الجبیر“ میں لکھا اور ضعیف نہیں کہا۔

دلیل دوم: الق عنک الشعر الکفر واختن۔ الحدیث رواہ ابو داؤد
کفر کی حالت کے بالوں کو دور کر اور ختنہ کر۔ یہ بھی صیغہ امر ہے اور قاعدہ
مقررہ ہے کہ (اصل الامر للوجوب) اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

دلیل سوم: ینسأ الانصار اختن۔ الحدیث رواہ الطبرانی والہمز از

وغیرہما

اے انصار کی عورتو! ختنہ کرو اور ختنہ میں زیادتی کرو

دلیل چہارم: ام عطیہ ختنہ مستورات پر مقرر تھی۔ غرض کہ مرد اور عورت دونوں
پر ختنہ واجب ہے امید واثق ہے کہ متبعان سنت نبوی (اہل حدیث) ضرر اس سنت
پر عمل کر کے لڑکی کا ختنہ کرنے کرانے میں رواج دیں گے۔ ہندوستان میں بھی رواج
دیویں۔ جو شخص اس سنت کو حقیر جان کر ترک کرے گا قیامت میں سخت عذاب
پاوے گا۔ (انتھنی ملخصاً)

اس ”اہل حدیث عالم“ کی تحریر کے بعد (راقم) ملتمس ہے کہ ہمارا کہنا ہوتا تو
آپ ضرور رد کرتے مگر یہ آپ کے عالم کا فتویٰ ہے اس کا رواج ڈالیں۔ اپنے اپنے
گھر جا کر عورتوں کا ختنہ کرائیں اور بقول ابو تراب یہ واجب ہے اور واجب کا ترک

بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کو عملاً ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

فقط سنت ہوتا تو کچھ اور بات تھی۔ اب تو اہل حدیثوں کے فتوے کے مطابق مرد اور عورت دونوں کے لئے ختنہ واجب ہے۔ اب تو ان کے لئے لازم ہو گیا کہ اس ”سنت“ کو زندہ کر کے واجب پر عمل کریں۔ اور ابوتراب کے فتویٰ کے مطابق اگر تم نے اسے حقہ سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا تو قیامت کے دن سخت عذاب پاؤ گے۔ اب دیکھئے ”اہل حدیث“ عمل کر کے جہنم کی آگ دور کرتے ہیں کہ نہیں؟

قرأت خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر اور سینہ پر ہاتھ باندھنا، جیسے مسائل میں اہل حدیث ”عامل بالحدیث“ کے دعویدار ہیں اور ان سنتوں کا احیاء صبح و شام کرتے ہیں اب جو احادیث ان کے امام ابوتراب عبدالحق امرتسری نے نقل کی ہیں اور ان کے صحیح ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا۔ مثلاً حافظ ابن حجر نے ”تخفیف الجبیر“ میں اس حدیث کو ضعیف نہیں لکھا۔ مراد کیا ہے آپ بھی سمجھتے ہوں گے اگر ضعیف نہ ہو تو حدیث صحیح ہے اور پھر اس کے ساتھ قاعدہ مسلمہ بھی بیان فرمایا

_____ اصل الأمر للوجوب _____

اب یہاں دو چیزیں جمع ہو گئیں اول تو یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور دوم اس حکم کی تبلیغ کرنے والا خود مقتدائے اہل حدیث ہے لہذا اب تو بہت ضروری ہو گیا ہے کہ اس ”حدیث صحیح“ پر عمل کریں اور پھر اسے گھر گھر رواج دے کر عام کریں۔ ورنہ وہ اپنے ہی فتوے کے مطابق واصل جہنم ہو سکتے ہیں۔ ختنہ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹیں اور کرائیں۔ ثواب کمائیں۔ عذاب جہنم سے نجات پائیں کیونکہ ”اہل حدیث“ اسی چیز کا نام جو ہوا!

حسن زبصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
زخاک مکہ ابو جہل ایں چہ بواجبی است

واللہ أعلم بالصواب

وما علینا الا البلاغ

مآخذ ومراجع

- 1- تفسیر کبیر
- 2- تفسیر مظہری
- 3- تفسیر معالم التنزیل
- 4- تفسیر طبری
- 5- تفسیر بیضاوی
- 6- تفسیر بحر محیط
- 7- تفسیر قرطبی
- 8- تفسیر خازن
- 9- تفسیر مدارک التنزیل
- 10- تفسیر "فی غلال القرآن"
- 11- تفسیر در منثور
- 12- تفسیر روح المعانی
- 13- تفسیر کشاف
- 14- تفسیرات احمدیہ
- 15- تفسیر تفسیر حسینی
- 16- تفسیر تنویر المقیاس
- 17- صحیح بخاری
- 18- صحیح مسلم
- 19- ابوداؤد شریف
- 20- نسائی شریف
- 21- ابن ماجہ شریف
- 22- ترمذی شریف
- 23- مسند امام اعظم
- 24- موطا امام محمد
- 25- مسند امام احمد
- 26- السنن الکبریٰ
- 27- مصنف ابن ابی شیبہ
- 28- شرح معانی الآثار
- 29- الکبیر للطبرانی
- 30- موطا امام مالک
- 31- مصنف عبدالرزاق
- 32- صحیح ابن خزمہ
- 33- دارقطنی
- 34- میزان الاعتدال
- 35- صحیح ابن حبان
- 36- مسند ابوعوانہ
- مسند حمیدی
- 37- معجم کبیر
- 38- اکامل للعدی
- 39- شرح زرقانی علی الموطا
- 40- الصغفلا بن حبان
- 41- جامع المسانید

42- میزان کبریٰ

43- موفق

44- تہذیب المتہذیب

45- الکاشف

46- الکافی

47- الکفایہ

48- العنایہ

49- النہایہ

50- تسبیح النظام

51- عوقد البیان

52- شرح نخبہ الفکر

53- تاریخ بغداد

54- حدائق حنفیہ

55- اصول اربعہ فی تردید و ہابیہ

56- ضرب شدید بر جگر منکر تقلید

57- الجوہر النقی

58- اخبار کرزن

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جلدی شدہ ۱۶۲ فتاویٰ کا مستند ذخیرہ

فتاویٰ فیض الرسول

تصنیف

فقیر ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

سابق مدظلہ شعبہ افتاء دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

بسی داہتمام

مفکر ملت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام عبدالقادر علوی

خلف رشید حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ

مہتمم دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

شبیر برادرز - بی بی اردو بازار - لاہور

سنہری عبادت ترجمہ کیمیای سعادت

مصنف

حُجَّةُ الْإِسْلَام امام ابُو حامد مُحَمَّد بن مُحَمَّد الغزالی الشافعی رحمہ اللہ

مترجم

مولانا علامہ مُحَمَّد منشا تباش قصوری کھنٹی
مدرس و صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ ضویہ لاہور

ناشر

شبیر برادر
اُردو بازار لاہور
پاکستان



Title Design By: Agah Nisar 7210011

شبیر برادرز
40 اردو بازار لاہور